عمران سیریز
جلد نمبر
16
سبز لہو
53 - تصویر کی اُڑان
54 - گیارہ نومبر
55 - مناروں والیاں
56 - سبز لہو
ابن صفی

پیشرس

پچھلا ناول ”خوفناک منصوبہ“ پڑھ کر کسی صاحب نے لکھا تھا ”بھاڑ میں جائے آپ کا نیا تجربہ! فریدی کے ناول میں ابواب کے عنوانات ضرور چاہئیں۔“ لیکن انہوں نے اس پر روشنی نہیں ڈالی کہ ابواب کے عنوانات نہ ہونے سے انہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ کوئی معقول وجہ بہر حال ہونی چاہئے! صرف یہی ایک خط اس کی مخالفت میں موصول ہوا ہے!

زیادہ تر پڑھنے والوں کو کہانی پسند آئی اور انہوں نے فریدی کی کہانیوں کے سلسلے میں اس تجربے کو سراہا بھی ہے۔

ایک صاحب کا خیال ہے کہ کہانی کو اتنی جلد ختم نہ ہونا چاہئے! انجام تشنہ رہ گیا۔ میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ غالباً وہ شفقت دی جائنٹ کے بارے میں تفصیل چاہتے تھے۔ میرے خیال میں ضروری نہیں تھا۔ مرکزی خیال ”منصوبہ“ تھا نہ کہ شفقت!

بہر حال مجموعی طور پر یہ کہانی پسند کی گئی۔!

اب ملاحظہ ہو ”تصویر کی اڑان“ عمران کا خیال ہے کہ یہ اڑان جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر رحمان صاحب کے کمرے میں غروب ہو گئی۔

عمران آپ کی توقعات پر اس بار ضرور پورا اترے گا۔ یعنی

ایکس ٹو کی حیثیت سے اس نے صرف حکم ہی نہیں چلایا ہے بلکہ خود بھی اپنی تمام تر حماقتوں سمیت کہانی کی رگ وپے میں جاری و ساری ہے۔

جوزف کے ہم وطن پرندے سے مل کر آپ یقیناً خوش ہوں گے۔ صفدر کی ذہانت اس بار خود عمران کو تعریفی کلمات ادا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ایک بات اور نوٹ کیجئے۔

کچھ حضرات نے ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ”خوفناک منصوبہ“ میں فریدی کی ”لنکن“ کے تذکرے کے ساتھ ایک جگہ اچانک ”کیڈی“ پڑھتے ہیں اور تاؤ کھاتے ہیں۔ مجھ پر حالانکہ قصہ دراصل یہ ہے کہ کاتب صاحب مجھ سے کئی بار کہہ چکے ہیں کہ لنکن بکوا کر فریدی کے لئے دوبارہ کیڈیلاک خرید دوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میرے کان پر جوں نہیں رینگتی تو جھلاہٹ میں خود ہی کیڈی کا سودا کر بیٹھے۔!

والسلام

فرناز ہال میں تصویروں کی بین الاقوامی نمائش ہو رہی تھی.... کئی ملکوں کے بے شمار آرٹسٹوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔

لیکن یہ نمائش اپنی نوعیت کی انوکھی نمائش تھی.... یہاں صرف پرندوں کی تصاویر رکھی گئی تھیں.... دنیا بھر کے خوبصورت اور بدہیئت پرندے۔

صرف پرندوں کی اڑانیں تھیں یہاں... ایسی کوئی اڑان نہیں تھی کہ شاعر کو دل تھام کر کہنا پڑتا۔

اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن
بھولتا ہی نہیں عالم تری انگڑائی کا

لہٰذا نمائش گاہ میں جہاں تل رکھنے کو جی چاہے وہاں تلوں کی بوریاں بھی رکھ دیتے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

تجریدی آرٹ کی نمائش بھی نہیں تھی کہ لوگ آڑی ترچھی اور بے ہنگم لکیروں.... زاویوں اور گنجلک دائروں میں چھپے ہوئے ”یہ“ یا ”وہ“ تلاش کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے۔

بہر حال یہاں مقابلے میں حصہ لینے والے آرٹسٹوں کی تعداد شائقین کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔

اور شائقین میں وہ کالا اور طویل القامت آدمی سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا جو بالکل بچوں کے سے انداز میں حیرت سے دانت نکال نکال کر ایک ایک تصور کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔

اس کے بعد نظر ٹھہرتی تھی اس خوشنما بے وقوف جوان پر جو اڑتے ہوئے پرندوں کی تصویریں دیکھتے وقت بے خیالی میں اپنے بازوؤں کو کبھی ڈھنوں کی طرح پھیلانے اور کبھی سکوڑنے لگتا تھا۔

کبھی کبھی وہ دونوں آپس میں گفتگو بھی کرنے لگتے۔!

کرسٹن انہیں دیر سے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً اس نے سوچا کہ کیوں نہ ان کی گفتگو بھی سنی جائے۔

کرسٹن سوئیڈن سے آئی تھی.... "پرندے" اس کا خاص موضوع تھا۔ عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال رہی ہوگی۔ خوش شکل اور اسمارٹ تھی۔

وہ ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی.... اس کا اندازہ تو پہلے ہی سے تھا کہ دونوں انگریزی میں گفتگو کر رہے ہیں۔

کالا آدمی کھلا ہوا نیگرو تھا.... اور دوسرا جوان مقامی ہو سکتا تھا یا پھر ترک یا ایرانی۔

نیگرو اس سے کہہ رہا تھا۔ "اب یہ تصویر دیکھو باس.... اس کی چونچ دیکھ کر برانڈی کی بوتل یاد آگئی۔!"

"ہاں....!" جوان سر ہلا کر بولا۔ "اور اس کی دم پر بھی نظر ڈالو بالکل لفافہ معلوم ہوتی ہے۔!"

پھر وہ دوسری تصویر دیکھنے کے لئے بائیں جانب کھسکے.... کرسٹن بھی ان کے ساتھ ہی کھسک گئی تھی۔!

دفعتاً نیگرو نے "غضب ہو گیا باس" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"کیا ہوا؟" جوان آدمی بوکھلا کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کالا آدمی بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"ب.... باس جب تک سنہرے پروں والی تتلی سامنے نہ ہو.... میں آنکھیں نہیں کھول سکوں گا.... ہائے.... تباہی.... بربادی....!"

"کیا بکواس ہے....؟"

"کھاؤنچ ببرا....!"

"دماغ.... تو نہیں چل گیا....!"

"باس.... یقین کرو.... کھلی ہوئی تباہی....!"

"یہ کھاؤنچ ببرا کیا بلا ہے....!"

"انتہائی درجہ منحوس پرندہ.... تم بھی اپنی آنکھیں بند کر لو باس....!"

"کتنی دیر کے لئے....؟" جوان آدمی نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"جب تک کہ سنہرے پروں والی تتلی آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔!"

"یہاں.... تتلی....!" جوان آدمی نے مایوسانہ انداز میں.... چاروں طرف دیکھا۔

کرسٹن اس بات پر چکرا کر رہ گئی تھی.... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا بکواس ہے.... وہ تو اس لئے ان کے ساتھ لگی تھی کہ اپنی بنائی ہوئی تصاویر کے بارے میں ان کی رائے سن سکے۔ اس کا خیال تھا کہ سیدھے سادھے لوگ فن کے بڑے اچھے نقاد ہوتے ہیں۔

لیکن یہ بکواس.... بلاشبہ وہ افریقہ ہی کا ایک پرندہ تھا.... خود اسی نے وہ تصویر بنائی تھی.... لیکن اس کے لئے یہ نام "کھاؤنچ ببرا" بالکل نیا تھا۔

پھر اس نے سوچا یہ آدمی افریقی ہی ہے ممکن ہے وہاں کی مقامی یا قبائلی زبان میں وہ "کھاؤنچ ببرا" ہی کہلاتا ہو۔

لیکن آخر اس پر اتنی بدحواسی کیوں؟ وہ اپنے باس سے کہہ رہا تھا کہ وہ بھی اپنی آنکھیں بند کر لے۔

"جوزف" دفعتاً جوان آدمی نے نیگرو کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "گدھے......اگر میں آنکھیں بند کر لوں تو پھر ہم گھر کیسے پہنچیں گے؟"

"سنہری تتلی باس.... اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں.... تم نہیں جانتے کہ "کھاؤنچ ببرا" موت کا قاصد ہے.... اپنے ساتھ آسمان سے برسنے والے تیر لاتا ہے۔!"

"او.... احمق.... یہ تو تصویر ہے....!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا باس....!"

"اچھا تو پھر میں تجھے یہیں چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں.... اندھیرے میں ہی تلاش کروں گا کوئی سنہری تتلی....!"

"نہیں باس... مجھے یہاں اس طرح نہ چھوڑو.. مجھے ساتھ لے چلو کل صبح تتلی تلاش کر لینا۔!"

"اچھا تو چل... لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تو اس طرح نکاسی کے دروازے تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔!"

"میرا بازو پکڑ لو باس....!"

"ہرگز نہیں... کھاؤنچ ببرا میرے ملک کا پرندہ نہیں ہے... تمہارے ملک کا ہے تم ہی بھگتو۔!"

"لیکن میں تو وفادار ہوں باس....!" کالا آدمی کراہا۔

"اس وفاداری کے صلے میں صبح کو سنہری تتلی تلاش کر دوں گا.... اس وقت تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔!"

دفعتاً کرسٹن آگے بڑھ کر بولی۔ "کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں۔!"

"مم.... مدد....!" جوان ہکلایا.... وہ پہلے سے بھی زیادہ بے وقوف لگنے لگا تھا۔

"کیا سنہری تتلی کی تصویر سے کام چل جائے گا۔!" کریسٹن بولی۔

جوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر کریسٹن کا سوال دہرایا۔

"چل جائے گا.... تصویر سے بھی کام چل جائے گا باس....!" کالے آدمی کی آواز میں مسرت کی لہریں تھیں۔

"کچھ دیر ٹھہرنا پڑے گا.... پھر میں آپ لوگوں کو اپنی قیام گاہ پر لے چلوں گی۔!"

"یہاں کوئی تصویر نہیں ہے....؟" جوان نے پوچھا۔

"یہاں صرف پرندوں کی تصاویر ہیں....!" وہ دل آویز سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا تتلی چوپایہ ہے....!" جوان نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"لیکن پھر بھی وہ پرندوں کی صف میں نہیں آتی۔!"

"یہ آپ لوگوں کی زبردستی ہے.... وہ بھی بیچاری اڑتی ہی ہے۔!"

"باس.... جھگڑا نہ کرو.... ورنہ یہ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گی....!" کالے آدمی نے گھگھیا کر کہا۔

"تو چپ رہ.... یہ ایک علمی مباحثہ ہے۔!"

کریسٹن ہنس پڑی۔

"ہاں تو ثابت کیجئے کہ تتلی پرندہ نہیں ہے۔!" جوان ضدی بچوں کے سے انداز میں بولا۔

"بہت مشکل ہے یہ ثابت کرنا....!" کریسٹن بات ٹالنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تو پھر یہ نمائش ہی غلط ہے۔!"

کریسٹن ہنستی رہی۔

"اور میں کسی غلط جگہ ٹھہرنے کا قائل نہیں.... میں جا رہا ہوں....!"

"باس رحم کرو مجھ پر.... تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ....!"

"یہ تمہیں اپنے گھر لے جائیں گی.. وعدہ کر چکی ہیں.... لہٰذا میری موجودگی غیر ضروری ہے۔!"

"باس خدا کے لئے....!" کالا آدمی روہانسا ہو گیا۔

نوجوان احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "یہ جتنا گھاؤنچ ہے ہر قسم کی چیزوں سے ڈرتا ہے اتنا ہی

ورت سے بھی ڈرتا ہے۔!"

"باس نہ جاؤ....!"

"آپ لوگ عجیب ہیں....!" کریسٹن بدستور ہنستی ہوئی بولی۔

"آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا....!" جوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"مجھے معاف کر دو باس....!"

"میں کہتا ہوں.... تماشہ نہ بن.... ہاتھ ہٹا لے.... آنکھیں بند رکھ....!"

"میں جلد ہی چل سکوں گی....!" کریسٹن بولی۔ "میرا نام کریسٹن ہے.... آپ ادھر چل لاؤنج میں بیٹھیں۔!"

"میں علی عمران ہوں.... اور یہ نالائق جوزف.... اچھی بات ہے.... بہت بہت شکریہ۔!"

اس نے جوزف کا بازو پکڑا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے گھسیٹتا ہوا لاؤنج کی طرف بڑھنے لگا۔

لاؤنج خاصا آباد تھا.... ہال کی مناسبت سے یہاں زیادہ ہی بھیڑ تھی۔ خال خال ہی کرسیاں لی نظر آ رہی تھی۔

عمران نے دو کرسیاں منتخب کیں اور ایک پر جوزف کو بٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔

"ابے جب آنکھیں ہی نہیں ہیں تو کیا نمائش سونگھنے آیا ہے۔!"

جوزف کچھ نہ بولا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

عورتوں بچوں اور مردوں کے ملے جلے شور سے لاؤنج گونج رہا تھا۔ کچھ لوگ تصاویر کے ن وقبح پر بحث کر رہے تھے۔! ان کے قریب ہی ایک تین سالہ صاحب زادے والدہ محترمہ کی میں بیٹھے ان کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگا لگا کر گا رہے تھے۔

جان من اتنا بتا دو

محبت.... محبت.... محبت ہے کیا

"ٹیپو.... چپ بیٹھو....!" وہ اسے جھڑک کر بولیں.... اور پھر اپنے ساتھ والی خاتون سے تگو کرنے لگیں۔

"باس میں کیا کروں....؟" جوزف کراہا۔

"اب کیا بتاؤں.... تو آنکھیں نہیں کھول سکتا ورنہ میں تجھے آنے والی نسل کا ٹیپو دکھاتا۔!"

ان خاتون نے پلٹ کر اسے غصیلی نظروں سے دیکھا اور بے چارے ٹیپو کو جھنجھوڑ کر گود سے اتار دیا۔

اس کے بعد وہ پھر ساتھی خاتون کی طرف مڑ گئی تھیں۔

بچہ کھڑا بسورتا رہا.... عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اسے دکھایا.... سکڑے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ چند لمحے ترچھی ترچھی نظروں سے چیونگم کے پیکٹ اور عمران کو دیکھتا رہا پھر کھنچا چلا آیا۔

"شاباش....!" عمران اُسے پیکٹ دے کر پیٹھ تھپکتا ہوا بولا۔ "بہت اچھے.... بچے ہو.... خدا عمر میں برکت دے۔!"

وہ خاتون اچانک خاموش ہو گئیں.... لیکن مڑ کر عمران کی طرف دیکھا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ عمران پر ٹوٹ پڑنے کے لئے کسی مناسب سے موقع کی منتظر ہوں۔

لیکن عمران صرف ٹیپو میاں کی کمر تھپکتا رہا اور وہ خود چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے رہے۔

پھر وہ محترمہ اپنی ساتھی سمیت اٹھ گئیں.... اور عمران کی طرف دیکھے بغیر ٹیپو کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتی ہوئی لاؤنج سے چلی گئیں۔!

عمران ٹھنڈی سانس لے کر جوزف کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"باس!" جوزف کچھ دیر بعد کراہا۔ "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تم یہاں آئے ہی کیوں تھے؟"

"ابے واہ.. یہ بھی کوئی بات ہوئی.. فنون لطیفہ سے محظوظ ہونیکا حق مجھے بھی حاصل ہے۔!"

"میں نے تمہیں کبھی اس طرح وقت برباد کرتے نہیں دیکھا باس....!"

"ابھی تو نے دیکھا ہی کیا ہے....! جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش.... ہونہہ۔!"

"اگر مجھے کسی بات پر سزا ہی دینا مقصود ہوا کرے تو گھر پر دے دیا کرو.... اب یہاں میں کیا کروں.... کہاں جاؤں....؟"

"بس خاموش رہ.... تو نے میرا موڈ چوپٹ کر دیا.... اگر زیادہ بور کرے گا تو اٹھ کر چل دوں گا.... ہاں....!"

اتنے میں کرسٹن واپس آ گئی۔

"ہاں.... اب چلئے آپ لوگ....!" اس نے کہا۔

وہ ہال سے باہر آئے.... ان دنوں عمران کے پاس فیاٹ الیون ہنڈریڈ تھی۔ کرسٹن غالباً

ٹیکسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ لیکن جب عمران نے اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا تو خوش ہو کر بولی۔ "یہ تو بہت اچھا ہوا.... مجھے اکثر ٹیکسی حاصل کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے۔!"

اسے پچھلی سیٹ پر بٹھانے کے بعد عمران نے جوزف کو اگلی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مردود آنکھیں بند کئے کئے سو نہ جانا۔!"

کرسٹن سوچ رہی تھی.... عجیب لوگ ہیں اسے توقع تھی کہ کالے آدمی کو پچھلی سیٹ پر بٹھائے گا اور اگلی سیٹ کا دروازہ اس کے لئے کھولے گا۔

"کہاں چلنا ہے....!" عمران نے مڑے بغیر اس سے پوچھا۔

"گرانڈ ہوٹل۔!"

"کار حرکت میں آ گئی.... پتہ نہیں کیوں کرسٹن کی خواہش تھی کہ وہ بولتی رہے۔!"

"کیا آپ لوگ خود بھی پینٹر ہیں....!" اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"نہیں مادام....!" جوزف کراہا۔

"کیا آپ مجھے اس پرندے کے بارے میں وضاحت سے بتائیں گے۔!"

"مادام آپ نے اس منحوس پرندے کو کہاں دیکھا تھا۔!"

"اپنے یہاں کے چڑیا گھر میں۔!"

"وہ چڑیا گھر اب تک یقیناً تباہ ہو چکا ہوگا۔!"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔!"

"تو اب ہو جائے گا.... مادام.... گھاؤنچ برا.... تباہی کا نقیب ہے۔!"

وہ ہنس پڑی.... اور جوزف بڑبڑایا۔ "ترقی یافتہ لوگ ان باتوں کو مضحکہ خیز سمجھتے ہیں۔! لیکن کبھی نہ کبھی ان کی آنکھیں کھل ہی جاتی ہیں۔!"

"اوہ معاف کرنا.... اگر تمہارے جذبات کو ٹھیس لگی ہو....!"

"کوئی بات نہیں مادام....!" جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔

پھر کرسٹن خاموش ہو گئی۔

"پتہ نہیں کیوں اب وہ سوچ رہی تھی کہ اس سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔ نہ جانے یہ دونوں کون ہیں اور اس سے کس طرح پیش آئیں اس ملک میں قدم رکھے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا ہے۔ پتہ

نہیں یہاں کے لوگ حقیقتاً کیسے ہوں۔!"

کچھ دیر بعد کار گرانڈ ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

"اسے لے جایئے....!" عمران نے کریسٹن کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اور آپ....!" وہ نیچے اترتی ہوئی بولی۔

"میں گھاؤنچ ببرا کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوں۔!"

"لیکن.... یہ تو آنکھیں ہی نہیں کھولتے اور میں ان کا بازو پکڑ کر نہیں لے جاسکتی۔!"

عمران نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر جوزف کو نیچے کھینچ لیا اور دانت پیس کر بولا۔ "چل ساری زندگی میرے لئے مصیبت بنا رہے گا.... تیرے والدین تو کہیں عیش کر رہے ہوں گے۔!"

"والدین کا نام نہ لو باس....!" جوزف ہانپتا ہوا بولا۔ "آنکھیں کھلی ہوتیں تو رو کر ہی جی کا بار ہلکا کر لیتا۔!"

"چل....!" عمران نے اسے دھکا دیا اور اس کا بازو پکڑ کر چلتا رہا۔

اتفاق سے لفٹ میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ورنہ وہ بھی انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا۔

دوسری منزل کے گیارہویں کمرے کے سامنے رک کر کریسٹن نے دروازے کے قفل میں کنجی گھمائی۔ دروازہ کھول کر اندر گئی تھی اور کمرے میں روشنی کرنیکے بعد ان سے اندر آنے کو کہا تھا۔

یہ تین چھوٹے چھوٹے کمروں کا سیٹ تھا۔

"آپ لوگ بیٹھئے.... میں اپنا البم لاتی ہوں.... اور اس وقت پینے کے لئے گرم گرم کافی ہی مناسب رہے گی۔!"

عمران نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا لیکن وہ اس کی بات سننے کے لئے رکی نہیں تھی اور عمران اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے حقیقتاً کچھ کہنے کا ارادہ نہ رہا ہو۔

کریسٹن کے چلے جانے کے بعد اس نے جوزف کو جھنجھوڑ کر کہا۔ "دیکھا تو نے.... اب تیری وجہ سے کافی بھی پینی پڑے گی.... صورت حرام....!"

"اب میں خودکشی کرلوں گا باس....!"

"یہاں نہیں....!"

اتنے میں کریسٹن واپس آگئی.... لیکن اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار تھے....

بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"کک.... کیا آپ.... کچھ پریشان ہیں....!" عمران اٹھ کر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

لیکن وہ اسے جواب دینے کے بجائے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور وہ.... اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے میلوں سے دوڑتی چلی آئی ہو۔!

"کک.... کیا آپ کی طبیعت خراب ہے۔!" عمران نے پھر پوچھا۔

اس نے اس کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا.... اور دھم سے کرسی کی پشت سے جالگی۔

آنکھیں بند ہوگئیں.... عمران اسے غور سے دیکھتا رہا.... پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ہوگیا کچھ گھاؤنچ ببرا....!"

"کیا بات ہے.... ب.... باس....!" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تو بس چپ ہی رہ.... ورنہ گلا گھونٹ دوں گا....!"

"تو مجھے بھی بتاؤ نا.... میں کب تک آنکھیں بند کئے بیٹھا رہوں گا۔!"

عمران اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کریسٹن کی طرف بڑھا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں اور سانسیں اب معمول پر آتی جا رہی تھیں۔

"کیا ہم لوگ واپس جائیں!" عمران نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ شانہ پکڑ کر ہلایا مگر آنکھیں نہ کھلیں۔

"مجھے بتاؤ باس.... کیا بات ہے....!"

"یہ بے ہوش ہوگئی ہے۔!"

"خدا غارت کرے.... دیکھا تم نے باس.... اب میرا مضحکہ نہ اڑانا....!"

"لیکن تمہاری آنکھیں کیسے کھلیں گی.... اس کے ہاتھ میں البم نہیں ہے۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا.... خیر اب تم مجھے واپس لے چلو.... صبح ہی آنکھیں کھولوں گا۔!"

"خاموش بیٹھو....!" عمران نے کہا اور اس دروازے سے دیکھنے لگا جس سے وہ آئی تھی۔

ایک بار پھر اسے ہلانے جلانے کے بعد وہ دروازے کی جانب بڑھا۔

یہ بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا.... بیڈ روم کہنا چاہئے یہاں ایک بستر اور ایک چھوٹی میز کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔!

بائیں جانب بھی ایک دروازہ نظر آیا.... وہ بھی کھلا ہوا تھا.... روشن بھی تھا۔

جیسے ہی عمران نے تیسرے کمرے میں قدم رکھا اسے دروازے کے قریب ہی رک جانا پڑا۔

وہاں ایک لاش تھی....! ایک آدمی فرش پر اوندھا پڑا تھا اور اس کے پشت میں ایک خنجر دستے تک پیوست تھا.... کسی نے ایسی جگہ تاک کر وار کیا تھا کہ یقینی طور پر دل کو چھید گیا ہوگا۔

دو سوٹ کیس کھلے پڑے تھے اور ان کی چیزیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ کپڑے کاغذات کتابیں، مجلد کاپیاں۔

عمران چند لمحے ساکت کھڑا رہا۔ پھر لاش کی طرف توجہ دینے کی بجائے مجلد کاپیاں الٹنے پلٹنے لگا۔

اور پھر شاید وہ البم اس کے ہاتھ آ گیا جس کا تذکرہ کریسٹن نے کیا تھا۔ بڑی تیزی سے اس کے ورق الٹتا رہا.... اور بالآخر سنہری تتلی کی تصویر بھی مل گئی۔!

وہ پھر اسی کمرے میں پلٹ آیا.... جہاں کریسٹن اور جوزف کو چھوڑ آیا تھا۔

اسے جس طرح چھوڑا تھا ویسے ہی ملی۔ جوزف آنکھیں بند کئے کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔

تتلی والا صفحہ اس کے چہرے کے قریب لا کر عمران آہستہ سے بولا۔ "کھول دے آنکھیں۔"

جوزف کے ہونٹوں پر کپکپاتی ہوئی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

تتلی پر نظر پڑتے ہی باچھیں کھل گئیں۔

"بس خاموش بیٹھا رہ.... میں ابھی آیا۔!" عمران نے کہا اور پھر اس کمرے کی طرف جھپٹتا چلا گیا جہاں لاش پڑی دیکھی تھی جیب سے رومال نکال کر البم کے کور کی صفائی کی اور اسے پھر وہیں ڈال کر واپس چلا آیا۔

جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے کریسٹن کو گھورے جا رہا تھا جس کی حالت میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"اسے کیا ہوا ہے باس....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"گھاؤنچ ببرا....!"

"اب نام نہ لو اس منحوس کا....!"

"اٹھو....!"

جوزف نے کرسی چھوڑ دی.... عمران نے کرسی کے ہتھے صاف کئے اور اس کی بھی صفائی

کر ڈالی جس پر خود بیٹھا تھا.... جوزف اسے حیرت سے دیکھتا رہا لیکن کچھ بولا نہیں۔

پھر عمران نے اسے دروازے کی طرف دھکیلا۔

"باس.... وہ بے چاری....!"

"خاموشی سے نکل چلو....!"

وہ راہداری میں آئے.... عمران دروازے کے دونوں ہینڈل صاف کرنا بھی نہیں بھولا تھا۔

کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب رکی۔ عمران جوزف کو گاڑی ہی میں چھوڑ کر اتر گیا۔

فون پر صفدر کے نمبر ڈائیل کئے۔ وہ دوسری طرف موجود تھا۔ عمران نے ایکس ٹو کی آواز میں کہا۔ "صفدر گرانڈ ہوٹل کی دوسری منزل کے گیارہویں کمرے میں سوئیڈن کی ایک آرٹسٹ کریسٹن رہتی ہے۔ آج جب وہ فرناز ہال سے اپنے کمرے میں واپس آئی تو اسے وہاں ایک لاش ملی۔ لاش دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ کمرے میں اس کے علاوہ اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔ تمہیں سب سے پہلے پولیس کو مطلع کرنا ہے اور اس کیس پر پوری طرح نظر رکھنی ہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہری اپ....!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر جب وہ کار اسٹارٹ کر رہا تھا.... جوزف نے کہا۔ "شاید میرا دماغ چل گیا ہے۔!"

"کیوں....؟ کیا اندھیرے میں کچھ دیکھا ہے۔!"

"نہیں باس.... وہ بے چاری....!"

"ابے عورتوں کا ہمدرد کب سے ہو گیا ہے۔!"

"ایک نیک عورت نے مجھ سے بھی تو ہمدردی کی تھی۔!"

"تو میں نے کب اس کا گلا گھونٹا ہے۔!"

"وہ بے ہوش کیوں ہو گئی تھی باس....!"

"گھاؤنچ ببرا.... اور دیکھ اب کسی کے سامنے یہ نام تیری زبان سے نہ نکلنے پائے۔!"

"میں کیوں نام لینے لگا.... تم بھی بار بار نہ دہراؤ....!"

"اور اُس ہمدرد عورت کو بھی بھلا دو....!"

"کیا مر گئی تھی باس....!"

"میں کہتا ہوں اب اس کا تذکرہ بند....!"

"او کے باس....اب نام نہیں لوں گا۔ لیکن باس.... میں کہنا بھول گیا تھا میرا نشہ اکھڑ رہا ہے۔!"

"گھر چل کر جما دوں گا۔!"

"اچھا باس....!" اس نے بھاڑ سا منہ کھول کر جماہی لی۔

کار تیزی سے.... سڑکیں طے کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد جوزف نے پھر جماہی لی اور بولا۔ "گھر کب آئے گا باس....!"

"اللہ مالک ہے۔!"

"میری رگیں ٹوٹ رہی ہیں باس....!"

"ان ٹوٹی ہوئی رگوں سے ایک رسی بٹو اور اس کا پھندہ اپنے گلے میں ڈال لو.... ٹانگیں میں کھینچ دوں گا۔!"

جوزف ہونٹ بھینچ کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ عمران یونہی بلا مقصد گاڑی نہیں دوڑاتا پھر رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

گرانڈ ہوٹل سے روانگی کے وقت اس نے دھیان نہیں دیا تھا لیکن جب وہ پبلک ٹیلی فون بوتھ سے نکل کر دوبارہ گاڑی پر بیٹھ رہا تھا اس نے قریب ہی گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔

اس نے تھر ٹینتھ اسٹریٹ میں اپنی گاڑی موڑ دی۔

"ابھی تک اس کی نحوست سے چھٹکارا نہیں ہوا....!" جوزف کراہا۔

عمران عقب نما آئینے میں پچھلی گاڑی کی روشنیاں دیکھ رہا تھا۔

تھر ٹینتھ اسٹریٹ میں بھی اس کے محکمے کی ایک عمارت تھی اور وہ وہیں رک کر تعاقب کرنے والوں کے بارے میں اندازہ کرنا چاہتا تھا۔

اس نے گاڑی ایک جگہ روکی اور نیچے اتر کر اس کا بونٹ اٹھانے لگا۔ دوسری گاڑی قریب سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئی۔

"کیا چکر ہے باس....!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے محسوس کیا کہ اگلے موڑ پر جا کر وہ گاڑی بھی رکی ہے۔

اس نے بونٹ گرا کر دوبارہ اسٹیئرنگ سنبھالا اور گاڑی کو آہستہ آہستہ بیک کرتا ہوا ایک گلی تک لایا۔

اس گلی سے اندر ہی اندر وہ اگلے موڑ تک پہنچ سکتا تھا جہاں اس کے اندازے کے مطابق تعاقب کرنے والی گاڑی پارک کی گئی تھی۔

لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو دور دور تک کسی گاڑی کا پتہ نہیں تھا۔

"ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں باس....؟" جوزف نے پھر جماہی لے کر پوچھا۔

"کچھ نہیں....! شاید اب گھر ہی چلیں....!" عمران بڑبڑایا۔

اس نے تعاقب کرنے والی گاڑی کے نمبر ذہن نشین کر لئے تھے۔

دوسری صبح جوزف جگائے جانے ہی پر اٹھا تھا۔

"کیا ہے....؟" وہ سلیمان کو پھاڑ کھانے دوڑا۔

"باوا بیٹھے ہیں تمہارے ڈرائنگ روم میں۔!"

"کیا باکتا....!"

"چل کر دیکھ لو....!"

"میں نہیں جانتا.... کون ہائے.... بولو....!"

"کیپٹن فیاض....!"

"باس کہاں ہے....؟"

"باس کو تو وہ ڈکشنری میں تلاش کر رہا ہے۔!"

جوزف انگڑائیاں اور جمائیاں لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پھر ڈرائنگ روم تک پہنچنے میں اسے دس منٹ لگے تھے اور اس وقفے میں اس نے صرف دو کام کئے تھے۔ منہ پر چھینٹے دیئے تھے اور خالی پیٹ ٹھرے کا پورا گلاس چڑھا گیا تھا۔

فیاض کو اس نے فوجی انداز میں سلام کیا۔

"بیٹھ جاؤ!" فیاض نے اسے نرم لہجے میں مخاطب کر کے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں تعمیل کی۔

"عمران کہاں ہے....؟"

"پتہ نہیں جناب.... وہ مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔!"

"پچھلی رات میں نے تم دونوں کو پرندوں کی نمائش میں دیکھا تھا۔!"

"میں نے اپنی عمر میں اتنی اچھی نمائش نہیں دیکھی جناب۔!"

"لیکن تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں۔!"

"اوہ....!" اب جوزف کو ہوش آیا.... پچھلی رات وہ اور عمران ایک بے ہوش عورت کو اس کے حال پر چھوڑ آئے تھے۔ کہیں کوئی چکر نہ ہو۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!"

"کیا بات تھی جناب....؟"

"تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں....؟"

"میں بہت زیادہ نشے میں تھا پچھلی رات.... باس نہ ہوتے تو میں پتہ نہیں کہاں ہوتا۔ آپ باس ہی سے پوچھ لیں۔!"

"تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو....!"

"مجھے کچھ یاد ہی نہیں میں چھپاؤں گا کیا۔!"

"لیکن تم پرندوں کی نمائش میں گئے تھے۔"

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔!"

"یہ اتنا کیسے یاد رہا....!"

"فرناز ہال کے قریب ہی ایک بار بھی ہے.... بار میں بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا تھا کہ مجھے بھی یہ نمائش دیکھنی چاہئے۔!"

"عمران بھی تھا تمہارے ساتھ....!"

"اور کیا.... وہی تو پلوا رہے تھے.... خدا ایسا مالک سب کو دے۔ میں تو انہیں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ کیپٹن میں آپ کو کیا بتاؤں.... جب وہ پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو میں اپنی یتیمی کا دکھ بھول جاتا ہوں۔!" جوزف کی آواز گلوگیر ہو گئی اور آنکھیں بھر آئیں۔

فیاض اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا۔

"آسمانی باپ کے بعد اسی باپ کا سہارا ہے مجھے کیپٹن....!"

ٹھیک اسی وقت عمران کمرے میں داخل ہوا.. حالت بتا رہی تھی جیسے کوئی لمبا سفر در پیش رہا ہو۔

"آہا!" اس نے فیاض کو دیکھ کر دونوں ہاتھ پھیلائے۔ "اس خوش گوار موقع پر کیا ہونا چاہئے۔!"

فیاض اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔!

"جوزف تو یہاں کیا کر رہا ہے.... جا کر ناشتے کے لئے کہہ دے۔!" عمران بولا۔

"جی نہیں.... جوزف کی موجودگی بھی ضروری ہے۔!"

"سلیمان....!" عمران نے ہانک لگائی اور سلیمان دوڑا آیا۔

"جی صاحب....!"

"تو بھی بیٹھ....!" عمران نے جوزف کے برابر والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ کیا شروع کر دیا تم نے....؟" فیاض غرایا۔

"میں سمجھا شائد سلیمان کی موجودگی بھی ضروری ہو....!"

"تم دونوں میرے ساتھ میرے آفس تک چلو گے۔!"

"مجھ میں تو اس وقت غسل خانے تک جانے کی بھی تاب نہیں ہے۔!"

"عمران....؟"

"یس پلیز.... کیپٹن فیاض....!"

"میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں۔!"

"حکومت کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہاری ڈیوٹی غریب خانے پر لگا دی ہے۔ کیوں سلیمان وہ بچے اب بھی تیرے پیچھے تالیاں بجاتے ہیں۔!"

"بہت چھیڑتے ہیں صاحب.... کہتے ہیں وہ دیکھو مسٹر عمران کا باورچان جا رہا ہے۔!"

"خیر اب فکر کی بات نہیں.... حکومت نے ہماری فریاد سن لی۔!"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کچھ لوگ کھینچ کر تمہیں زبردستی لے جائیں۔!" فیاض نتھنے پھلا کر بولا۔

"سلیمان اب تمہاری موجودگی ضروری نہیں۔!" عمران نے سلیمان سے کہا اور وہ چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

"ہاں.... تو جوزف کی موجودگی کیوں ضروری ہے جناب....!" عمران نے اسے پوچھا۔

"یہ پچھلی رات تم دونوں پرندوں کی نمائش میں تھے۔!"

"آہا.... تو وہاں بھی آپ ڈیوٹی پر تھے۔!"

"میری بات کا جواب دو.....!"

"جی ہاں.... ہم دونوں وہاں تھے.... اور جوزف کو گھاؤنچ برا ہو گیا تھا۔!"

"اوہ.... تو تم ہی دونوں تھے۔!" فیاض کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"یار وہی ہو گئی.... ایسی نامعقول عورت آج تک میری نظر سے نہیں گزری.... کیوں؟ کیا اس نے ہمارے خلاف کوئی بہتان تراشا ہے۔!"

"کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو.....؟"

عمران نے کہانی شروع کر دی اور اس مقام پر پہنچ کر خاموش ہو گیا جہاں سے وہ گرانڈ ہوٹل کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

"خاموش کیوں ہو گئے۔!"

"اس عورت کی بیہودگی یاد کر کے پھر غصہ آ رہا ہے۔ وہ ہمیں سنہری تتلی کی تصویر دکھانے لے گئی تھی۔!"

"پھر کیا ہوا.....!"

"بیٹھ گئی ایک کرسی پر اور خراٹے لینے لگی۔!"

"یہاں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔!"

"خدا کی پناہ کیا اس نے اس کے علاوہ کچھ بیان دیا ہے۔!"

"عمران خواہ مخواہ اپنی گردن نہ پھنساؤ.... اس اعتراف کے بعد کہ تم کریسٹن کے ساتھ اس کے کمرے میں گئے تھے۔ کسی طرح نہ بچ سکو گے۔!"

"خدا کی قسم بالکل بچ کر نکل آیا تھا.....!" عمران نے بڑے بھولپن سے کہا۔

"تو گویا تمہیں اعتراف ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں ہی بیہوش ہوئی تھی۔!"

"کیپٹن فیاض.....! کہیں تمہیں بھی تو گھاؤنچ برا نہیں ہو گیا۔!"

"سنجیدگی اختیار کرو.... کریسٹن کے بیان نے تمہیں بُری طرح الجھا دیا ہے.... میرے محکمے کے ایکسپرٹ انسائیکلوپیڈیا میں گھاؤنچ برا تلاش کر رہے ہیں۔!"

"ابے تو.....!" عمران جوزف کو گھونسا دکھا کر بولا۔ "تجھ سے تو خدا ہی سمجھے اگر فیاض کے

پورے محکمے کو گھاؤنچ برا ہو گیا تو میرے والد صاحب کا کیا ہو گا۔!"

"ابھی ان تک بات نہیں پہنچی.....!" فیاض عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"میرے بھائی پہنچنے بھی مت دینا..... میں ان کے بڑھاپے میں گھاؤنچ برا کی شمولیت ہرگز پسند نہیں کروں گا۔!"

"اب سیدھی ہی طرح بتاؤ کہ تم نے اس کے ساتھ جانے کے لئے یہ ڈراما کیوں کیا تھا۔!"

"کیپٹن فیاض! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھی اور یہ پیش کش اس کی تھی کہ ہم اس کے ساتھ جا کر سنہری تتلی دیکھ سکتے ہیں۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔!"

"تب پھر تم مجھے اس کے پاس لے چلو..... میں دیکھوں گا کہ وہ کیوں کر انکار کرتی ہے۔! کیا تم اس کا بیان سنانے کی زحمت گوارا کرو گے۔!"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔!" فیاض گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے بھی ناشتہ کرنا ہے۔!"

"تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی۔!"

"کہاں دیکھتا لاش.....!"

"وہ تین کمروں کا سوٹ ہے۔ ایک کمرے میں لاش بھی تھی۔!"

"میں اس کمرے سے آگے نہیں بڑھا تھا جہاں اس نے ہمیں بٹھایا تھا۔!"

"اور پھر البم لینے اندر چلی گئی تھی۔!" فیاض نے سوال کیا۔

"مجھے یاد نہیں.... میں تو جوزف میں الجھا ہوا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ کسی طرح اس توہم کے جال سے نکل سکے۔! سنہری تتلی کے بغیر ہی اس کی آنکھیں کھلوانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ پھر جو مڑ کر دیکھا تو وہ کرسی پر سوتی نظر آئی.... میں نے قریب جا کر اسے آوازیں دیں.... جب وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو میں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اس وقتی اندھے کا بازو پکڑ کر خود لنگڑاتا ہوا وہاں سے بھاگ نکلوں۔ سن رہا ہے نالائق.....!"

عمران خاموش ہو کر پھاڑ کھانے والے انداز میں جوزف کو گھورنے لگا۔ پھر اس نے ویسے ہی موڈ میں فیاض کو گھور کر پوچھا۔ "کیا اس نے ہم پر کسی قسم کا الزام لگایا ہے۔!"

فیاض نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "اس کے بیان کے مطابق وہ تمہیں سٹنگ روم میں چھوڑ کر البم لینے اندر گئی تھی۔! تیسرے کمرے میں جہاں اس کا سامان رکھا تھا اسے ایک لاش نظر آئی۔"

"پھر کیا ہوا....؟"

"وہ سٹنگ روم میں واپس آکر بے ہوش ہو گئی تھی۔!"

"کس کی لاش تھی....؟"

"یہ تم مجھ سے زیادہ بہتر جان سکتے ہو....!"

"وہ کس فارمولے کے تحت سوپر فیاض....!"

"نمائش گاہ سے روانگی سے قبل ہی تمہیں علم تھا کہ اس کے کمرے میں ایک لاش پڑی ہے۔!"

"یہ فارمولا نہیں ہے کیپٹن اسے مفروضہ کہتے ہیں۔!"

فیاض کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران نے ہانک لگائی۔ "سلیمان.... ناشتہ....!"

"ضرور ناشتہ کرو.... لیکن میں تمہیں ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔!"

"دوپہر کے لئے کیا پکوایا ہے گھر پر.... آج کل جھینگا پلاؤ میری مرغوب ترین غذا ہے....!" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"کئے جاؤ بکواس....!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا.... جوزف کی نظر سامنے والی دیوار پر جمی ہوئی تھی۔ کرسی پر تنہا بیٹھا تھا.... دونوں ہاتھ زانوؤں پر تھے۔!

"یہ گھاؤنچ ببرا کیا ہوتا ہے جوزف....!" فیاض نے اسے مخاطب کیا۔

"اگر میری زبان سے کچھ نکل گیا تو مزید تباہی پھیلے گی۔!" جوزف نے اسی طرح سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ناشتے سے پہلے اگر کسی قسم کی تباہی پھیلی تو میں تیرا سر اڑا دوں گا۔!" عمران اسے گھونسا دکھا کر بولا۔

سلیمان میز پر ناشتہ لگا رہا تھا۔

"او.... مردود.... اس قاب میں کیا ہے۔!" عمران اس کی طرف مڑا۔

"مٹن کھچڑی.... اور گھیاں کی تلی ہوئیں قاشیں۔!"

"ناشتے میں....؟" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"جی نہیں....! پہلے آپ پچھلی رات کا کھانا کھائیں گے۔ پھر ناشتہ کریں گے۔!"

"اچھا.... اچھا.... ہاں شاید میں پچھلی رات کا کھانا گول کر گیا تھا۔! سلیمان تو میرا بڑا خیال رکھتا ہے۔!"

"خیال نہ رکھوں تو خود مجھے تھرنا پڑے۔!"

"اور تو خود نہیں کھاتا.... مجھے کھلا دیتا ہے.... خدا تجھے اس کا نیک اجر دے گا۔!"

"اور اگر آج آپ نے روپے نہ دیئے تو رات کے کھانے پر نان نمک سلیبریشن کے لئے تیار رہئے گا۔!"

"آرٹسٹک....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "اور اپنی کرسی میز کے قریب گھسیٹ لایا۔ اس نے جوزف کو اشارہ کیا تھا کہ وہاں سے اٹھ جائے۔!"

جوزف چلا گیا لیکن سلیمان میز کے قریب ہی کھڑا رہا.... فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بھی جاؤ.... جب ضرورت ہو گی بلا لیا جائے گا۔!"

"صاحب....! میرے لئے حکم ہے کہ انہیں کھاتے پیتے دیکھ کر کھڑا خوش ہوا کروں۔!"

"جاؤ....!" فیاض غرایا۔

اور عمران سر ہلا کر بولا۔ "جاؤ.... جاؤ.... آج یہ خوش ہونا چاہتے ہیں۔!"

سلیمان چلا گیا۔

"تم بالکل جانوروں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہو....!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"بسر کر رہا ہوں نا.... کچھ لوگ تو کسی طرح بھی بسر نہیں کر پاتے۔ میں بھی تنگ آگیا ہوں.... سوچ رہا ہوں کہ پھر لندن جا کر کاسٹ اکاؤنٹنسی کا کورس کر لوں.... واپسی پر سرسوں پیلنے کی مشین لگا لوں گا۔!"

"کیوں کیا آج کل مجرموں کو بلیک میل نہیں کر پاتے۔!"

"کہاں بھائی.... اس پریکٹس میں بھی اب کچھ نہیں رکھا۔ جسے دھمکاؤ وہی کسی بڑے آدمی کا سالا یا داماد نکلتا ہے۔ اب نہیں چلے گی۔!"

"کریسٹن کا خیال ہے کہ تم لوگوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے گھاؤنچ ببرا کا چکر چلایا تھا۔!"

عمران نے ایسا منہ بنایا جیسے حلق میں نوالہ اٹک گیا ہو۔

"یار ناشتہ کرنے دو چین سے۔!" وہ کچھ دیر بعد بولا۔ "پچھلی رات سے ناک میں دم ہے! اس وقت تو تم ہی مجھے گھاؤنچ برا معلوم ہو رہے ہو۔!"

"مقتول.... ایک سفارت خانے کا فرسٹ سیکریٹری تھا۔!"

"کونسا مقتول....؟"

"جس کی لاش کریسٹن کے کمرے میں پائی گئی ہے۔!"

"کیا کریسٹن نے خود رپورٹ کی تھی۔!"

"نہیں.... ہم نے اسے کمرے میں بے ہوش ہی پایا تھا۔!"

"تمہیں کس نے اطلاع دی تھی۔!"

"گرانڈ ہوٹل کے ہاؤز ڈیٹکٹیو نے۔!"

"اُسے کیسے معلوم ہوا تھا....؟"

"کسی نے اس سے فون پر کہا تھا کہ دوسری منزل کے گیارہویں کمرے میں قتل ہو گیا ہے۔!"

"اور تمہارے خیال کے مطابق.... میں نے ہی اس سے کہا ہوگا۔!"

"نہیں.... اس کے خیال کے مطابق وہ کوئی غیر ملکی تھا۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور کافی انڈیلنے لگا۔

"پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....!"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا نام آنے پائے لیکن اس نے تم دونوں کے نام یاد رکھے تھے۔!"

"اب یہاں تھوڑی سی عقل استعمال کرو.... بات اگر گھپلے کی ہوتی تو ہم اپنے نام اسے کیوں بتاتے۔!"

فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا.... پھر کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر بولا۔ "تم اپنا بچاؤ کس طرح کر سکو گے۔!"

"میرے بیان میں تبدیلی نہیں ہو گی.... اور تم میرے بچاؤ کی فکر نہ کرو۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم روپوش ہو جاؤ۔!"

"بھلا کیوں سوپر فیاض....!"

"چھپ کر تم بہتر طور پر کام کر سکو گے۔!"

"تم نے شاید غور سے نہیں سنا کہ آج رات سلیمان صرف نان نمک پیش کر سکے گا۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو.....!"

"یہی کہ چھپ کر کچھ کرنے کی بجائے دھندے کی فکر کروں گا۔!"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو.. کریسٹن کے بیان کے مطابق تم شبہے میں دھرے جا سکتے ہو۔!"

"نان نمک کی فکر سے نجات ملے گی.... اے قانون کے محافظ....! جلدی سے میرے رزق کا ذریعہ بن جا.... خدا تیری بھی سنے گا۔!"

"میں کہہ رہا ہوں سنجیدگی سے غور کرو اس مسئلے پر.....!"

"بیک وقت دو کام نہیں کر سکتا.... فی الحال مجھے ناشتہ کر لینے دو۔!"

فیاض سگریٹ سلگانے لگا.... عمران ناشتے سے فارغ ہو کر آرام کرسی پر جا لیٹا۔

دفعتاً فیاض نے کہنا شروع کیا۔ "کریسٹن کا اپنا سامان چاروں طرف بکھرا ہوا ملا تھا.... دونوں سوٹ کیس کھلے پڑے تھے.... ایک ایک چیز نکال کر پھینک دی گئی تھی۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"ارے تم اونگھ رہے ہو.....!" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

عمران چونک کر سیدھا ہو بیٹھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "کیا بات ہے.....؟"

"اگر تم نہیں سننا چاہتے تو جہنم میں جاؤ۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ "کچھ دیر بعد متعلقہ تھانے کا کوئی آفیسر تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔!"

"تم شاید کریسٹن کے سوٹ کیسوں کی بات کر رہے تھے....! کیا کوئی چیز چوری بھی ہو گئی ہے۔!"

"صرف ایک اسکیچ بک.... اس کی دانست میں وہ بہت قیمتی تھی....؟"

"اسکیچ بک کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟"

"اپنی نوعیت کے اعتبار سے وہ قیمتی ہی تھی.... اسے دراصل آٹو گرافڈ اسکیچ بک کہنا چاہئے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"دنیا کے بڑے بڑے آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے دستخط شدہ خاکے اس میں موجود تھے۔!"

"اوہ....!" عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ فیاض اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی شعبدے کا منتظر ہو.... لیکن عمران نے

ہر اونگھنا شروع کر دیا۔

فیاض نے اسے آواز دی اور وہ آنکھیں کھول کر کسی معصوم بچے کی طرح مسکرایا۔

"اب میں تم سے آخری سوال کرنا چاہتا ہوں....!" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

"پچھلے ہی سوال کو آخری سمجھ کر میں اونگھنے لگا تھا۔ بقول شیخ سعدو....!"

فیاض نے اسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

"آخری سوال.... اسی پر آئندہ حالات کا انحصار ہوگا۔ کیا تم کسی چکر میں وہاں گئے تھے۔!"

"تقدیر کا چکر سوپر فیاض.... لیکن میں کہاں کس چکر میں گیا تھا....!"

"تصویروں کی نمائش میں....!"

"یقیناً وہ تقدیر ہی کا چکر تھا.... لیکن تم اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔!"

"تم نے مجھے بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے۔!"

"سوپر فیاض تم کچھ فکر مند سے لگ رہے ہو۔!"

"تم اگر کسی چکر میں تھے تو تمہیں اس کو اپنا نام نہ بتانا چاہئے تھا۔!"

"میں کب کہتا ہوں کہ میں کسی چکر میں تھا.... یقین کرو جوزف کی شامت مجھے وہاں لے گئی تھی۔!"

"یعنی جوزف تمہیں وہاں لے گیا تھا....!"

"ہاں قطعی.... کہنے لگا شاید مجھے اپنے دیس کا کوئی پرندہ نظر آ جائے۔ دراصل اس وقت مجھے نیند آ رہی ہے۔ اس لئے میری کسی بات پر یقین نہ کرنا۔!"

"پھر تم نے جوزف کے لئے سنہری تتلی کیسے مہیا کی۔!"

"شائد تمہیں بھی نیند آ رہی ہے سوپر فیاض....!"

"اچھا تو میں جوزف کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں....!" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"فضول ہے.... اس کی آنکھیں بند تھیں.... وہ تمہیں کچھ بھی نہ بتا سکے گا۔!"

"کم از کم یہ تو بتا ہی سکے گا کہ اس کی آنکھیں کیسے کھلی تھیں۔!"

"کوشش کرو....!" عمران نے لاپروائی سے کہا اور پھر آنکھیں بند کرنے ہی والا تھا کہ فیاض نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آرام کرسی سے اٹھا دینا چاہا لیکن پتہ نہیں کیا ہوا کہ خود عمران پر جا گرا۔

اور اب عمران اسے اپنے بازوؤں میں جکڑے خوف زدہ آواز میں چیخے جا رہا تھا۔ "ارے..

بچاؤ.... بچاؤ.... بچاؤ....!"

سلیمان اور جوزف دوڑتے ہوئے آئے تھے.... ایک پل کے لئے وہ دم بخود ہوئے تھے پھر دونوں نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"بہت بُری طرح پیش آؤں گا.... چھوڑ دو مجھے۔!" فیاض آہستہ سے بولا۔ وہ غصے کے مارے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"اوہ میرے خدا....!" عمران کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

فیاض اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا ان دونوں پر الٹ پڑا۔

"چلے جاؤ.... یہاں سے بھاگو....!"

عمران مسکین صورت بنائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"سوپر فیاض....!" وہ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ نیند میں ہوں.... مجھے نہ چھیڑو.... میں سمجھا تھا شائد تم نے مجھے دبوچ رکھا ہے۔!"

"میں تمہیں دیکھوں گا....!" فیاض نے کہا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔

عمران پر تفکر انداز میں آہستہ آہستہ منہ چلاتا رہا۔

صفدر نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔

"جس کار کا نمبر آپ نے دیا تھا اس کا سراغ مل گیا۔ یہ کار اسی سفارت خانے کے ایک آفیسر ہف روجر کی ہے۔ جس کا فرسٹ سیکریٹری گرانڈ ہوٹل میں قتل کیا گیا تھا۔!"

"ہف روجر کے بارے میں معلومات فراہم کرو....!" ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"وہ اس وقت ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں موجود ہے اور میں یہیں سے آپ کو فون کر رہا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے تم وہیں ٹھہرو.. عمران کچھ دیر بعد وہاں پہنچے گا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

صفدر سلسلہ منقطع کر کے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے نکلا اور ہال میں اپنی میز سنبھالی۔ اسے عمران کا انتظار کرنا پڑا۔

ہف روجر کی میز بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ وہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ جسم کی بناوٹ ورزشی تھی۔ آنکھیں میلی اور نوکیلی ناک کے نیچے گھنی بھوری مونچھیں تھیں۔

اس کے ساتھ ایک خوش شکل اور جوان العمر عورت بھی تھی اور وہ بھی صفدر کے لئے اجنبی نہیں تھی۔ پچھلی رات اسی کے سلسلے میں تو جاگتے گزری تھی۔ سوئیڈش آرٹسٹ کریسٹن.... جس کے کمرے میں ایک سفارتی آفیسر کا قتل ہوا تھا.... اور وہ اس وقت اسی سفارت خانے کے آفیسر کے ساتھ یہاں بیٹھی نظر آ رہی تھی۔!

صفدر نے اسے ابھی تک ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا تھا.... حالانکہ ہف روجر بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک آدمی صفدر کی میز کے قریب آ کھڑا ہوا۔ عجیب سا حلیہ تھا.... پھولی ہوئی ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

"تشریف رکھئے.... جناب والا....!" صفدر کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

عمران کا یہ ریڈی میڈ میک اپ اس کے علم میں تھا۔!

"غالباً اب مجھے تمہارا شکریہ ادا کر کے موسم کا حال شروع کر دینا چاہئے۔!" عمران نے اس طرح بیٹھتے ہوئے کہا کہ کریسٹن پر بھی نظر رکھ سکے۔

"ہف روجر....!" صفدر اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔

"کیا دونوں ساتھ آئے تھے۔!"

"نہیں.... ہف روجر پہلے آیا تھا....!"

"ہوں....!"

"آپ کے لئے کیا منگواؤں....!"

"کچھ بھی نہیں....!"

"کیا چکر ہے.... اس نے اپنے بیان میں آپ کا نام بھی لیا ہے اور یہ گھاؤنچ بیرا کیا ہے۔!"

"اٹھ کر بھاگ جاؤں گا اگر اب تم نے یہ نام دہرایا۔!"

"کیا آپ پہلے ہی سے ان لوگوں کے چکر میں تھے۔!"

"نہیں محض اتفاق ہے.... اُدھر سے گزرا تھا۔ خیال ہوا چلو دیکھتے ہی چلیں.... جوزف ساتھ تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ بیان فیاض نے ہرگز تسلیم نہ کیا ہو گا۔!"

"کیا فرق پڑتا ہے....!" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران بولا۔ "عجیب بات ہے کریسٹن نے اس لاش کی شناخت نہیں کی تھی۔ فرسٹ سیکریٹری اس کے لئے اجنبی تھا اور اس وقت یہ اسی سفارت خانے کے ایک آفیسر کے ساتھ یہاں بیٹھی ہوئی ہے اور پچھلی رات اسی آدمی کی کار میرے تعاقب میں رہی تھی۔!"

"اس وقت بھی یہ اسی گاڑی میں آیا ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ رات کے آٹھ بجے تھے.... ہال کی آبادی بڑھتی جا رہی تھی۔!

"میرا خیال ہے کہ یہ اٹھنے والے ہیں....!" صفدر بولا۔

کریسٹن اپنا وینٹی بیگ سنبھال رہی تھی.... پھر انہوں نے ہف روجر کو بھی اٹھتے دیکھا۔

جب وہ دونوں صدر دروازے سے نکل گئے تو عمران بھی اٹھا۔

"میں یہیں بیٹھوں....!" صفدر نے اس سے پوچھا۔

"جیسا دل چاہے....!" عمران کہتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

❖

کریسٹن اور ہف روجر گاڑی سے اتر کر جس عمارت میں داخل ہوئے تھے اس کی کمپاؤنڈ تاریک تھی۔ گاڑی پھاٹک کے باہر ہی چھوڑ دی گئی تھی اور وہ اندھیرے ہی میں پھاٹک سے گزر کر روش پر پہنچے تھے۔

روش کے اختتام پر برآمدہ تھا.... برآمدہ بھی تاریک تھا۔ ہف روجر نے اندھیرے ہی میں گھنٹی کا سوئچ تلاش کر کے بٹن دبا لیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور روشنی کا لمبا سا مستطیل تاریک برآمدے کے فرش پر پھیلتا چلا گیا تھا۔!

کریسٹن کسی قدر پس و پیش کے ساتھ اندر داخل ہوئی.... اس طویل راہداری میں کئی بلب روشن تھے۔ دروازہ کھولنے والا آگے چل رہا تھا اور یہ دونوں پیچھے تھے۔!

وہ آدمی انہیں ایک بڑے کمرے میں لایا جہاں تین آدمی پہلے سے موجود تھے۔! یہ تینوں بھی کسی مغربی ملک ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

انہوں نے کرسیوں سے اٹھ کر ان دونوں کا استقبال کیا تھا۔

انہیں کرسیاں پیش کی گئیں۔! کریسٹن کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گی ماموزئیل....!" ان میں سے ایک نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

"شکریہ.... کچھ بھی نہیں....!"

"آپ موسیو....!" اس نے ہف روجر سے بھی پوچھا۔

ہف روجر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "وقت ضائع نہ کرو میں بہت مصروف آدمی ہوں۔!"

وہ تینوں کچھ عجیب سے انداز میں کریسٹن کو دیکھے جا رہے تھے خود اس نے بھی اسے محسوس کیا اور ہف روجر کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن وہ اب کچھ ایسا بے تعلق سا نظر آ رہا تھا جیسے اسے پہچانتا تک نہ ہو۔!

خوف کی لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔

"ہاں تو ماموزئیل....!" ان تینوں میں سے وہی بولا جو پہلے بولا تھا۔

کریسٹن اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"آپ کو اپنی اسکیچ بک واپس لینی ہے؟"

"یقیناً....!" اس نے دلیر بننے کی کوشش کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا وہ بہت قیمتی ہے....؟"

"یقیناً....!"

"اس کی کوئی خاص اہمیت ہے....؟"

"کیوں نہیں.. وہ ہماری خاندانی اسکیچ بک ہے۔ میرا دادا آرٹسٹ تھا۔ میرا باپ آرٹسٹ تھا۔ میں بھی آرٹسٹ ہوں لہٰذا اسمیں تین ادوار کے بہت بڑے بڑے آرٹسٹوں کے آٹوگرافڈ اسکیچز ہیں۔!"

"اندازاً اس کی کیا قیمت ہو گی۔!"

"تمہیں اس سے کیا سروکار.... میں اُسے واپس لینے آئی ہوں۔!"

"پچھلی رات وہ دو آدمی جو آپ کے ساتھ گرانڈ ہوٹل آئے تھے کون تھے۔!"

"یہ کیا بکواس ہو رہی ہے یہاں....!" کریسٹن جھلا کر ہف روجر کی طرف مڑی۔ وہ دوسری طرف منہ کئے سگریٹ پی رہا تھا۔ کریسٹن کے مخاطب کرنے پر بھی متوجہ نہ ہوا۔

کریسٹن کھڑی ہو گئی۔

اب ہف روجر نے اس کی طرف دیکھا اور دیکھنے کا انداز قطعی طور پر دھمکی سے بھرپور تھا۔

"میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتی۔!" کریسٹن تیز ہو کر بولی۔

"مطلب یہی ہے کہ وہ دونوں کون تھے۔!" ہف روجر کا لہجہ سرد تھا۔

"اوہ تو میرے ساتھ فریب کیا گیا ہے....!" کریسٹن نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ پانچوں اُسے ہی ایسی خوں خوار نظروں سے دیکھے جا رہے تھے جیسے کسی بھی لمحے میں اس کی تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔!

"میں نہیں جانتی وہ دونوں کون تھے۔!" وہ کچھ دیر بعد بولی۔

"ناقابلِ یقین....!" ہف روجر غرایا۔

"میں نے ان کے بارے میں پولیس کو بیان دیا تھا.... اور وہ حرف بحرف صحیح ہے۔!"

"بولے جاؤ.. لیکن جب تک سچی بات تمہاری زبان سے نہیں نکلے گی چھٹکارا مشکل ہے۔!"

"تب تو پھر میں کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکتی۔!"

"تم پر تشدد بھی کیا جا سکتا ہے۔!"

"آخر کیوں....؟"

"سچی بات معلوم کرنے کے لئے۔!"

"میں اپنی اسکیچ بک واپس لینے آئی ہوں۔!"

ہف روجر نے قہقہہ لگایا۔

"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو....!"

دفعتاً ہف روجر سنجیدہ ہو کر اُسے خوں خوار نظروں سے دیکھنے لگا۔!

پھر ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اسکیچ بک نکالو....!"

ایک نے اپنے بریف کیس سے ایک مجلد کاپی نکالی اور اُسے ہف روجر کی طرف بڑھا دیا۔

کریسٹن کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی اور وہ مضطربانہ انداز میں ہف روجر کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

پھر اس نے اسے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن ہف روجر نے بڑی بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ "تم اس کے.... اسکیچز کے بارے میں وضاحت سے بتاؤ گی۔!"

وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔

"میرے قریب آؤ....!" ہف روجر اُسے گھورتا ہوا بولا اور وہ غیر ارادی طور پر اس کی

برف کھنچی چلی آئی۔

ہف روجر نے کاپی کے کچھ ورق الٹنے کے بعد ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "کیا یہ اسکیچ بھی کسی مشہور آرٹسٹ کا بنایا ہوا ہے۔!"

"ہاں....!" وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

"آرٹسٹ کا نام....!"

"اس کے دستخط موجود تو ہیں۔!"

"میں صاف پڑھ نہیں سکتا۔!"

"مجھے.... مجھے خود بھی نہیں معلوم....!"

"تم جھوٹی ہو....!"

وہ بے بسی سے اس کی شکل دیکھتی رہی۔

"تمہیں اس آرٹسٹ کا نام بتانا پڑے گا۔!"

"اس میں سے بہتیرے آرٹسٹوں کے نام میں نہ بتا سکوں گی یہ تو میں نے اپنے باپ سے سنا تھا۔!"

"پھر جھوٹ....!"

"یقین کرو.... بہتیروں کے دستخط میری سمجھ میں بھی نہیں آئے.... آخر میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں۔!"

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھایا رہا۔ ہف روجر کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

وہ چاروں بھی خاموش تھے۔

وہ اسکیچ بک کے صفحات الٹتا پلٹتا رہا۔ پھر ایک صفحے پر اس کی نگاہ جم کر رہ گئی۔

یہ ایک پرندے کی تصویر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آرٹسٹ نے فرصت کے لمحات میں یونہی الٹی سیدھی لکیریں کھینچتے کھینچتے ان کے مجموعے کو کسی پرندے کی شکل دے دی ہو۔

"اسے دیکھو....! اس پر کسی کے دستخط نہیں ہیں۔!" ہف روجر نے سر اٹھا کر کہا۔

"ہاں ایک تصویر ایسی بھی ہے۔!"

"یہ کس نے بنائی ہے....؟"

"میں نہیں جانتی۔!"

"تم جانتی ہو....! تمہیں بتانا پڑے گا۔!"

"آخر یہ ہے کیا مصیبت.... میرے دماغ کی رگیں پھٹنے والی ہیں۔!"

"محض اس بات پر تم موت کے گھاٹ بھی اتر سکتی ہو۔!"

"آخر کیوں....؟"

"تم اس تصویر کے بارے میں جو کچھ بھی جانتی ہو.... سچ سچ بتاؤ....!"

"آخر کیا بتاؤں....؟"

"کس نے بنائی تھی....؟"

"میں کس طرح بتا سکتی ہوں جب کہ اس پر نام بھی موجود نہیں۔!"

"پھر کون بتا سکے گا۔!"

"میرے باپ کے علاوہ اور کوئی بھی شاید نہ بتا سکے.... اور ان سے معلوم کرنے کے لئے تمہیں اپنے جسم کی قید سے آزاد ہونا پڑے گا۔!"

"اوہ.... تو مر چکا ہے تمہارا باپ....!"

"کئی سال ہوئے.... لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس اسکیچ بک کے لئے اتنا ہنگامہ کیوں؟!"

ہف روجر کچھ نہ بولا.... دفعتاً کسی نے دروازہ کھولا۔

وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے.... آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"اچھے آدمیو.... تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔!"

کریسٹن نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا.... عجیب ڈراؤنا سا چہرہ تھا۔ پھولی ہوئی ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!" وہ غرایا۔

مشینی انداز میں ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے.... کریسٹن نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

"ہف روجر....! یہ اسکیچ بک فرش پر ڈال دو....!" آنے والے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں....؟" ہف روجر کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"اس لئے کہ میں بھی اس کے عجائبات کی سیر کرنا چاہتا ہوں.... باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ میں صرف دھمکی کے لئے ریوالور استعمال نہیں کرتا۔!"

"تم ہو کون....؟"

"ہف روجر....!"

اس نے اسکیچ بک فرش پر پھینک دی۔!

"لڑکی....!" نو وارد نے کریسٹن کو مخاطب کیا۔ "اسکیچ بک اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔!"

"کریسٹن سہمے ہوئے انداز میں آگے بڑھی اور اسکیچ بک اٹھا کر اس کے قریب آئی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے اسکیچ بک جھپٹتے ہوئے کہا۔ "خاموشی سے باہر چلی جاؤ.... یہاں تمہاری زندگی خطرے میں ہے میں تمہارا ہمدرد ہوں۔!"

وہ ہکا بکا کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"میرے مشورے پر عمل کرو.... تمہاری موجودگی میں ان حضرات کی خاطر خواہ خدمت نہ کر سکوں گا۔!"

کریسٹن دروازے کی طرف بڑھی۔

"تم بچ کر نہیں نکل سکتیں....!" ہف روجر غرایا۔

"اس کی باتوں میں نہ آؤ لڑکی.... یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔! تم اطمینان سے برآمدے میں میرا انتظار کر سکتی ہو....!" اجنبی بولا۔

کریسٹن نکلی چلی آئی.... جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے برآمدے میں جا پہنچی.... برآمدہ اب بھی تاریک تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ دوسری مصیبت نازل ہوئی۔ ایک کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ پڑی۔

دفعتاً اسے اس گاڑی کا خیال آیا جس پر وہ یہاں تک پہنچی تھی۔ کیوں نہ وہ نکل بھاگے۔! لیکن ضروری نہیں کہ اس کی کنجی اگنیشن ہی میں رہنے دی ہو۔! پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کنجی نکالنا بھول گیا ہو۔ اکثر لوگ بھول جاتے ہیں۔

وہ روش طے کر کے پھاٹک سے گذرتی ہوئی کار تک آئی۔ ڈیش بورڈ پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ کنجی اگنیشن میں موجود نہیں تھی۔ پھر دفعتاً اسے یاد آیا کہ وہ اپنا بیگ وہیں بھول آئی ہے ورنہ نیل کٹر استعمال کرتی۔ اکثر اس نے نیل کٹر کے پچھلے حصے سے خود اپنی گاڑی اسٹارٹ کی ہے۔

وینٹی بیگ میں اسکے کاغذات بھی تھے۔ وہ سوچنے لگی اب کیا کرے پتہ نہیں واپس جانا اس کے

حق میں اچھا ثابت ہو یا برا۔

• لیکن کاغذات.... ان کے بغیر تو وہ اس اجنبی دیس میں ایک قدم بھی نہ اٹھا سکتی۔

اور یہ ہمدرد....؟

وہ غیر ارادی طور پر پھر برآمدے کی طرف چل پڑی۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ راہداری پہلے ہی کی طرح سنسان پڑی تھی۔ وہ اس کمرے کے قریب پہنچ کر رکی۔ یہاں تک آنے میں اس نے خاص احتیاط برتی تھی کہ اس کے قدموں کی آواز نہ پیدا ہو سکے۔

دروازے سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ اندر ہف روجر ان چاروں میں سے ایک کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ رہا تھا۔ غالباً اس کے لئے اس نے اسی کے گلے سے ٹائی اتاری تھی۔ پھر اس نے اسے دوسرے کے گلے سے ٹائی کھولتے دیکھا۔ اسی طرح چاروں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔

"اب تم ان کے قریب سے ہٹ جاؤ....!" خوفناک صورت والے آدمی کی آواز آئی۔

کریسٹن نے ہف روجر کے چہرے پر نفرت اور غضب ناکی کے آثار دیکھے۔ وہ ان کے پاس سے ہٹ گیا تھا اور اب ریوالور والا اجنبی ان لوگوں کے بندھے ہوئے ہاتھوں کا جائزہ لیتا ہوا نظر آیا۔ لیکن ریوالور کا رخ ہف روجر کی طرف تھا۔

دفعتاً اس نے دھکے دے کر ان چاروں کو فرش پر گرانا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں ہف روجر کو موقع مل گیا کہ وہ اس پر ٹوٹ پڑتا۔ کریسٹن کے اندازے کے مطابق اس نے بڑی نپی تلی چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن اجنبی کہیں زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ وہ نہ صرف اس حملے سے بچا تھا بلکہ بچتے وقت اس کی ایک ٹانگ اس طرح چلی تھی کہ ہف روجر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔

وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ اجنبی ایسے انداز میں ان سبھوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی کسان اپنے بھرے پُرے کھلیان کو دیکھتا ہے۔

کریسٹن نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مم.... میرا وینٹی بیگ....!" وہ ہکلائی۔

"لپ اسٹک سدھاروگی کیا....؟" اجنبی نے خوش ہو کر پوچھا۔

"تم لوگ پتہ نہیں کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....!"

"میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا۔۔۔ اٹھاؤ اپنا بیگ اور باہر چلو۔۔۔!"

وہ بیگ اٹھانے کے لئے جھکی اور اجنبی ان چاروں کو مخاطب کر کے بولا۔ "موت ہی گلا دبوچے گی اگر تم لوگوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی۔!"

"تم کوئی بھی ہو بچ نہ سکو گے۔۔۔!" ان چاروں میں سے ایک غرایا۔

"پچھلے سال ایک نجومی بھی یہی کہہ رہا تھا۔!" اجنبی لاپرواہی سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

اب اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ہف روجر کی طرف بڑھا اور اس کے گلے سے ٹائی کھولنے لگا اور پھر اسی ٹائی سے اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے۔ ہف روجر کی بے ہوشی بدستور قائم تھی۔

"اب چلنا ہی چاہئے۔۔۔ ان شریف آدمیوں کے آرام کا وقت ہے کیوں؟ تم لوگوں نے رات کا کھانا کھا لیا تھا یا نہیں۔!" اس نے ان چاروں کو مخاطب کر کے کہا اور کریسٹن کا بازو پکڑ کر نکال آیا۔

"ہم واپسی کا سفر موٹر سائیکل پر کریں گے۔!" اس نے کریسٹن سے کہا۔

"اب تم کہاں لے جاؤ گے مجھے۔!"

"جہاں تم کہو گی۔!"

"گرانڈ ہوٹل۔!"

موٹر سائیکل چل پڑی۔ کریسٹن کیریئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

یہ سفر تین چار منٹ سے زیادہ جاری نہیں رہا تھا۔

کریسٹن نے محسوس کیا کہ وہ ایک ویرانے میں ہے چاروں طرف اونچے اونچے درخت نظر آ رہے تھے اور وہاں گہرا اندھیرا تھا۔

"تم کوئی بھی ہو!" کریسٹن خوف زدہ آواز میں بولی۔ "لیکن کسی بات پر مجھے مجبور نہیں کر سکو گے۔!"

"میں بے چارا کس شمار و قطار میں ہوں تمہیں تو پانچ آدمی بھی مجبور نہیں کر سکتے۔!"

"ویسے پتہ نہیں کیوں؟ تمہارا وجود مجھے تحفظ کا احساس دلاتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے۔۔۔ جیسے۔!"

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔

"تو چلو میرے ساتھ یہاں کب تک کھڑی رہو گی۔!"

"چلو۔۔۔!"

"میرا ہاتھ پکڑ لو اور چلتی رہو۔۔۔ راستہ دشوار گذار ہے۔!"

اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور سامنے اسکی محدود روشنی ڈالتا ہوا راستہ طے کرنے لگا۔ زمین اونچی نیچی تھی۔۔۔ وہ ایک پگڈنڈی پر چل رہے تھے جس کی دونوں جانب چھوٹی چھوٹی خاردار جھاڑیاں تھیں۔

راستہ جلد ہی طے ہو گیا اور وہ ایک چھوٹے سے تاریک مکان میں داخل ہوئے۔

کچھ دیر بعد وہ کیروسین لیمپ کی روشنی میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے۔

"لاؤ اب میری اسکیچ بک بھی واپس کر دو۔۔۔!" کریسٹن بولی۔

"فی الحال یہ مناسب نہیں کہ اسکیچ بک تمہارے قبضے میں رہے کیا تم نے اسی کے سلسلے میں ایک لاش اپنے کمرے میں نہیں دیکھی۔!"

"اوہ۔۔۔!" وہ دم بخود رہ گئی۔۔۔ کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی رہی پھر بولی۔ "تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔۔۔؟"

"وہ میں پھر بتاؤں گا۔۔۔ تم ہف روجر کے کیسے ہاتھ لگیں۔!"

"میں اسے پہلے سے نہیں جانتی تھی اس نے فون پر گفتگو کر کے مجھے ٹپ ٹاپ کلب میں بلایا تھا۔!"

"اور تم چلی گئیں۔۔۔؟"

"ہاں حماقت تھی۔۔۔ لیکن اس کا نفسیاتی جواز موجود ہے میرے پاس اس نے گفتگو کے لئے میری ہی زبان استعمال کی تھی۔! تم خود سوچو۔۔۔ ایسے حالات میں اپنے کسی ہم وطن سے مل بیٹھنا میرے لئے کتنی بڑی ڈھارس ہو سکتی ہے۔ بہر حال جب میں وہاں پہنچی تو میرا استقبال کرنے والا میرا ہم وطن نہ ثابت ہو سکا۔ اس نے انگریزی میں گفتگو کی۔ پھر اس نے اسکیچ بک کا ذکر کیا اور اسی آدمی کے حوالے سے مجھے اس عمارت میں لے گیا جس نے مجھ سے میری زبان میں فون پر گفتگو کی تھی۔!"

"یہ اسی صورت میں ناممکن ہو گا جب تم اسکیچ بک کے لئے اپنی زندگی بھی گنوا دینے کی ہمت رکھتی ہو۔!"

"میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں۔۔۔!"

"شوق کی چیز ہو گی۔۔۔!"

"کیا تم نہیں جانتے کہ میں ایک آرٹسٹ ہوں۔۔۔!"

"مجھے معلوم ہے اور اسکیچ بک کے بارے میں بھی تمہاری ہی زبان سے اسی عمارت میں کچھ سنا تھا۔!"

"دنیا کے بہت بڑے بڑے آرٹسٹوں کے اسکیچ اس میں موجود ہیں۔!"

"ہوں گے....!" وہ گردن جھٹک کر لاپروائی سے بولا۔ "مجھے تو اس کی فکر تھی کہ تم البم لینے گئی تھیں اور واپسی پر بے ہوش ہو گئی تھیں۔!"

"تم کون ہو....!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"گھاؤنچ بیرا....!"

"کیا مطلب....؟"

"کیا میں صورت ہی سے گھاؤنچ بیرا نہیں لگ رہا۔ یہ پھولی ہوئی ناک اور یہ مونچھیں۔!" اس نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر جو ہاتھ ہٹایا تو نہ وہ ناک تھی اور نہ وہ مونچھیں۔

"تت.... تم.... وہ عمران....!"

"مگر تم نے مجھ سے مذاق کیوں کیا تھا.... تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اس عقل کے اندھے کو کس طرح دوسری منزل سے نیچے اتارا تھا اور پھر ساری رات اس فکر میں گزاری تھی کہ اگر صبح سنہری تتلی دستیاب نہ ہو سکی تو کیا ہوگا۔ کیا میں ساری زندگی اس اندھے کی لاٹھی بنا رہوں گا۔!"

وہ خاموش کھڑی رہی۔

"بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی۔!"

"لاش دیکھ کر ہی تو بھاگ نکلا تھا۔!"

"وہ سب کیا تھا....؟ مجھے بتاؤ۔!" وہ سامنے کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔!"

"پولیس کو اطلاع دیئے بغیر میں اس شہر سے باہر نہیں جا سکتی.... حالانکہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے میں کیا ہو رہا تھا۔!"

"بہر حال اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ جس سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری کی لاش تمہارے کمرے میں ملی تھی اسی سفارت خانے کا ایک آفیسر ہف روجر بھی ہے۔!"

"نہیں....!"

"ہاں.... اور وہ تم سے اس اسکیچ بک کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔!"

"میں بڑی اذیت میں مبتلا ہوں عمران....!"

"ہاں واقعی میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں.... پولیس ضرور پریشان کرے گی وہ کبھی باور نہیں کرے گی کہ ایک اسکیچ بک کے لئے یہ سارا ہنگامہ ہوا ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولی.... عمران خاموش ہو گیا تھا۔ نہ صرف خاموش ہو گیا تھا بلکہ چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

"دیکھو....!" دفعتاً وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "پتہ نہیں کیوں اس خوف ناک میک اپ میں بھی میں تم سے خوف زدہ نہیں تھی اور اس وقت بھی خوف زدہ نہیں ہوں۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں تم پر اعتماد کر سکتی ہوں۔!"

"عورتوں کے علاوہ اور آج تک کسی نے بھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ کیا میرے چہرے پر کسی قسم کا عورت پن پایا ہے۔!"

"یہ میں نہیں جانتی لیکن تمہارے ساتھ رہ کر نہ جانے کیوں خود کو محفوظ سمجھ رہی ہوں۔!"

"چیونگم....!" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اسے پیش کرتا ہوا بولا۔

اس نے حیرت سے اسے دیکھا کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ چیونگم کا پیکٹ اس کی ہتھیلی سے اٹھا لیا۔

"تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔ "اگر یہ بات ہوتی تو میں اس وقت اچانک وہاں کیسے آ پہنچتا۔!"

"پھر تم نے کیا کیا تھا....؟" کرسٹن نے بالکل ایسے ہی لہجے میں پوچھا جیسے کسی ننھے سے بچے کو پھسلا کر اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

"جب ہم دونوں دوسری منزل سے اتر کر بھاگے تو کچھ دور جا کر محسوس ہوا کہ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔ میں بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ مردود تو اندھا بنا بیٹھا تھا۔!"

"کیا سچ مچ اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔!"

"نہیں.... وہ میرے لئے دردِ سر ہے.... بہر حال میں نے اس گاڑی کو نہ صرف ڈاج دینا شروع کیا بلکہ ایک بار اس سے پیچھا چھڑانے میں بھی کامیاب ہو گیا اور اسی بھاگ دوڑ میں اس کے نمبر بھی نوٹ کر لئے۔ پھر اس کے بعد پتہ لگا لینا کیا مشکل تھا کہ گاڑی کس کی ہو سکتی ہے۔ میرا

ایک دوست ٹریفک سارجنٹ ہے اس نے رجسٹریشن آفس سے پتہ لگوادیا تھا۔!"

"لیکن ٹھہرو.....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔"ان لوگوں نے تم دونوں کے بارے میں اپنے انداز میں پوچھا تھا جیسے تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بلکہ وہ تو کہہ رہے تھے کہ میں دیدہ دانستہ تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔!"

"ہو سکتا ہے جانتے ہوں.....وہ مردود کالا پہاڑ مجھے سارے شہر میں تماشہ بنائے پھرتا ہے۔ اب دیکھو رات ہی اس نے کیسا جلوس نکالا تھا میرا۔!"

"وہ آخر ہے کون.....؟"

"میرا ملازم.....بس گلے پڑ گیا ہے.....یہ سمجھ لو کہ ہاتھی پالا ہے میں نے چھ بوتلیں روزانہ مہیا کرنی پڑتی ہیں اس کے لئے۔!"

"تم کیا کرتے ہو.....؟"

"آج تک سمجھ ہی میں نہیں آسکا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"تو تم یہاں کے کوئی بے فکر رئیس ہو۔ جاگیردار ہو یا نواب زادے۔ میں نے یہاں کے نوابوں اور جاگیرداروں کی دولت کے بہت قصے پڑھے ہیں۔!"

"چلو یہی سمجھ لو.....!"

"لیکن میں نے پولیس کو بیان دیتے وقت تم لوگوں کا تذکرہ بھی کیا تھا۔!"

"اس کی مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ پتہ نہیں مجھ جیسے کتنے نواب زادے یہاں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پولیس کس کس کے پیچھے جائے گی۔!"

"تمہارا اثر ہوگا پولیس پر.....میرا دعویٰ ہے کہ وہ پولیس آفیسر تمہارے نام پر چونکا تھا اور اپنے ساتھیوں کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔!"

"پھر اس نے خود ہی تمہارا حلیہ دہرانا شروع کیا تھا۔ میں ہاں ہاں کرتی رہی تھی نہ صرف تمہارا بلکہ اس نیگرو کا حلیہ بھی۔!"

"پولیس والوں سے میرے بڑے احمقانہ تعلقات ہیں۔!"

"لیکن تم تو احمق نہیں معلوم ہوتے۔!"

"شکریہ.....! کسی سے اپنے بارے میں یہ رائے سن کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسی وقت

دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔!"

"کیا مطلب.....؟"

"بچپن سے اپنے بارے میں یہی سنتا چلا آرہا ہوں کہ پرلے درجے کا احمق ہوں۔!"

"کوئی احمق اس طرح کسی کی جان نہیں بچا سکتا.....جیسے تم نے اس وقت میری بچائی ہے۔!"

"خیر چھوڑو.....!" عمران شرما کر بولا۔"شرم آتی ہے اپنی تعریفیں سن کر.....!"

"اب میرا کیا ہوگا۔!"

"گرانڈ ہوٹل کی طرف رخ بھی نہ کرنا۔!"

"پھر پولیس میری تلاش میں نکل کھڑی ہوگی۔!"

"پرواہ مت کرو.....کیا تم رات کا کھانا کھا چکی ہو۔!"

"نہیں.....مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!"

"یہیں دونوں مل کر کھانا تیار کریں گے.....یہ جگہ میری آرام گاہوں میں سے ایک ہے۔!"

"وہ تو سب ٹھیک ہے.....لل.....لیکن.....!"

"لیکن کیا.....!"

"میری اسکیچ بک مجھے واپس کردو.....اس کے بغیر میں اپنا مشن پورا نہ کرسکوں گی۔!"

"اسکیچ بک کہیں بھاگی نہیں جاتی۔ مجھے اس سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک قتل ہوا ہے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی وجہ سے قتل کیوں ہو سکتا ہے۔!"

"جب تک کہ مجھے اس کی اہمیت اور تمہارے مشن کا علم نہ ہو میں کس طرح سمجھا سکوں گا۔!"

"اچھی بات ہے.....میں تمہیں بتادوں گی۔ لیکن پہلے کچھ کھانا چاہئے بھوک سے طبیعت نڈھال ہو رہی ہے۔!"

ہف روجر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے پائے اور ان چاروں کو اپنے ہاتھ کھول لینے کی جدوجہد میں مصروف دیکھا۔

"تم سب گدھے ہو.....!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"واقعی گدھے ہیں.... ہم پانچوں۔!"

"شٹ اپ....!" ہف روجر دہاڑا۔

"اس سے کوئی فائدہ نہیں.... ہمیں یہاں سے نکلنا چاہئے۔! پتہ نہیں یہ کون تھا۔!"

"دروازہ مقفل کیوں نہیں کیا گیا تھا....!" ہف روجر غرایا۔

"تم نے ہی کیوں نہیں خیال رکھا۔!"

"میں کہتا ہوں خاموش رہو....!"

"لیکن وہ ہمیں اس طرح باندھ کر کیوں ڈال گیا ہے۔!"

"میں نہیں جانتا....!" ہف روجر بیزاری سے بولا۔

"وہ اسکیچ بک بھی لے گیا۔!"

"میرا دماغ نہ کھاؤ....!" ہف روجر کی آواز پست ہو گئی تھی۔

"کیا ہم اس کی واپسی کے انتظار میں پڑے رہیں گے....؟"

"اسے واپس آنیکی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ہم کسی تیسری پارٹی کے وجود سے لاعلم رہے ہیں۔!"

"آخر اس اسکیچ بک میں کیا ہے روجر....؟"

"میں نہیں جانتا.... وہ بلڈاگ کا بچہ خود نہیں آنا چاہتا لڑکی کے سامنے.... اس لئے اسکیچ بک تم لوگوں کے حوالے کر دی تھی۔!"

"اور تم نے وہ اسکیچ بک اس کے حوالے کر دی۔!" ان میں سے ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہینلے.... اس سے کہو خاموش رہے۔!"

"سنو تو روجر.. جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ اسکیچ بک ہم سے کسی جیب کترے نے ہتھیالی تو؟"

"خاموش رہو.... خاموش رہو.... ہمیں جلد ہی کچھ کرنا چاہئے۔!"

وہ پھر اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔

اتنے میں راہداری سے بھاری بھاری قدموں کی آواز آئی اور وہ ایک دم ساکت ہو گئے۔

پھر اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا.... اور اندر آ گیا۔

یہ ایک چوڑے شانوں والا کوتاہ گردن آدمی تھا۔ ٹھوری بھاری تھی اور ہونٹ اتنے پتلے تھے کہ نوکیلی ناک کے نیچے صرف ایک لکیر سی معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں بھوری تھیں اور غیر معمولی

طور پر گھنی بھوؤں کے نیچے بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھیں۔ جسم کی بناوٹ بے پناہ قوت کی غمازی کر رہی تھی۔ دروازے کے قریب ہی رک کر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "یہ کیا مسخرہ پن ہے۔!"

کوئی کچھ نہ بولا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

"بتاؤ....!" وہ پیر پٹخ کر دہاڑا۔

"ہم نہیں جانتے وہ کون تھا؟" ہف روجر مردہ سی آواز میں بولا۔

"کون....؟"

"میں کریسٹن کو یہاں لایا تھا اور اسکیچ بک دکھا کر اس سے سوالات کر ہی رہا تھا کہ اچانک وہ آ گیا۔!"

"وہ کون....؟ سور کے بچے۔!"

"میں نہیں جانتا.... اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!"

"کیسا تھا....؟"

"کچھ عجیب سی شکل تھی۔ پھولی ہوئی بدنما ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ گیا تھا۔"

"کوئی مقامی آدمی....!"

"ہاں مقامی ہی معلوم ہوتا تھا....!"

"یقیناً وہ تمہارے ہی پیچھے لگ کر یہاں تک پہنچا ہو گا۔!"

"پتہ نہیں۔!"

"پتہ نہیں....!" آنے والے نے دانت پیس کر دہراتے ہوئے اس زور کا تھپڑ ہف روجر کے منہ پر رسید کیا کہ وہ پھر فرش پر لوٹ گیا۔ اس کی ناک سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔

اب وہ ان چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔ چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "کیا وہ تنہا تھا۔!"

"تنہا تھا....!" ان میں سے ایک نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔

"تنہا آدمی تم پانچوں کو اس طرح بے بس کر گیا کیوں....؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔

"اسکیچ بک کہاں ہے....؟" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"وہ اسکیچ بک لے گیا....!" ہف روجر بھی اسی کے سے انداز میں چیخ کر بولا۔

"اور کریسٹن کو بھی لے گیا۔!"

"کتے.....!" اس نے بڑھ کر اس کے سر پر ایک زور دار ٹھوکر رسید کی پھر ہف روجر کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔

کوتاہ گردن آدمی کسی غضب ناک بھیڑیئے کی طرح ہانپتا رہا۔ پھر چپ چاپ کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ چاروں اب ہف روجر کی طرف دیکھ رہے تھے جو غالباً دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

اس کے بعد وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے۔!

دروازہ پھر کھلا اور وہی آدمی اندر آیا۔ اس بار وہ خالی ہاتھ نہیں تھا۔ بلکہ چوڑے پھل والی ایک بڑی سی کلہاڑی سنبھال رکھی تھی۔!

اسے اس ہیئت کذائی میں دیکھ کر وہ چاروں ہذیانی انداز میں چیخنے لگے۔

"تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

"نہیں.... نہیں....!" وہ بیک وقت گھگھیائے۔

لیکن وہ ایک کے شانے پر کلہاڑی سے وار کر چکا تھا.... اس کی گردن کٹ کر بائیں شانے پر جھول گئی۔ بڑی خوف ناک خرخراہٹ کے ساتھ کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ چھوٹا تھا۔

پھر وہ سب بے بسی سے چیختے اور یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے۔ آخر میں اس نے بے ہوش ہف روجر کی گردن پر بھی وار کیا اور وہ بھی چپ چپاتے ختم ہو گیا۔

میز پر اُبلے ہوئے مٹر کے دانوں اور انڈوں کے خاگینے کے ساتھ ہی باسی روٹی کے بھورے ٹوسٹ بھی موجود تھے۔

"ایسے ہی کھانے سے بدن میں جان آتی ہے۔!" عمران کریسٹن سے کہہ رہا تھا۔

"بھوک میں ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ تمہارے اور کیا مشاغل ہیں....؟" کریسٹن نے پوچھا۔

"مشاغل؟ ہاں ہا.... مشاغل شریف آدمیوں کے ہوتے ہوں گے۔ ہم جیسوں کو مشاغل کی فرصت کہاں۔!"

"آخر کچھ نہ کچھ تو کرتے ہو گے۔!"

"اسے چھوڑو یہ بتاؤ کہ ان پانچوں میں سے کوئی بھی تمہیں سوئیڈش معلوم ہوا تھا یا نہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک بھی میرا ہم وطن نہیں تھا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جس نے تم سے فون پر گفتگو کی تھی ان لوگوں کے درمیان موجود نہیں تھا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے ابلے ہوئے مٹر حلق سے اتارتی رہی۔

"اچھی بات ہے.... اسے بھی چھوڑو....!" عمران کچھ دیر بعد بولا۔

"یہ بتاؤ کبھی تمہارے ملک میں بھی کسی نے اس اسکیچ بک کے لئے بے چینی ظاہر کی تھی۔!"

"کبھی نہیں....! وہاں میں بڑے سکون سے زندگی بسر کرتی رہی ہوں۔!"

وہ پھر کچھ دیر خاموشی سے کھاتے رہے۔

عمران کوشش کر رہا تھا کہ وہ خود ہی آہستہ آہستہ اسکیچ بک کی اصل کہانی اگل دے۔

دفعتاً وہ چونک پڑا اور اس طرح انکنے لگا جیسے کسی قسم کی آواز سنی ہو۔

"کیا بات ہے؟" کریسٹن نے پوچھا۔ لیکن اسے جواب دینے کی بجائے عمران نے فوراً کروسین لیمپ بجھا دیا۔

"ک.... کیا....!"

"خاموش بیٹھی رہو....!" عمران آہستہ سے بولا۔

اور پھر وہ آواز واضح ہوئی اور یہ کسی بلڈ ہاؤنڈ کی آواز ہو سکتی تھی۔

"شاید کوئی کتا ہماری تلاش میں سرگرداں ہے۔!" عمران بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"اوہ.... تو وہ ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔!" آواز آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔!

"پھر کیا ہو گا۔!"

"جہاں ہو وہیں بیٹھی رہو.... میں دیکھ لوں گا۔!"

ذرا ہی دیر میں وہ مکان کی چھت پر جا پہنچا.... کتا اب مکان کے قریب ہی کھڑا بھونک رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک انسانی ہیولا بھی نظر آیا اس نے مکان پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی عمران نے بڑی پھرتی سے خود کو روشنی کی پہنچ سے بچایا۔

اس کے بعد ہی دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی تھی۔ عمران دوبارہ نیچے پہنچا۔ کریسٹن بُری طرح سہمی ہوئی تھی.... دفعتاً باہر سے گونج دار آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔!"

"تم بس اسی طرح خاموش بیٹھی رہنا....!" وہ آہستہ سے بولا اور پھر کمرے سے نکل کر پچھلے دروازے پر پہنچا.... بہ آہستگی دروازہ کھول کر مکان کی پشت پر نکل آیا اور اب وہ زمین پر سینے کے بل لیٹ کر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

کتے کی دھندلی پرچھائیں تو اسے نظر آئی لیکن دروازہ پیٹنے والا نہ دکھائی دیا پھر عقل مندی کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے کتے پر فائر کر دیتا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر پل بھر کے لئے بھی چوکا ہوتا تو کتے نے اس پر چھلانگ لگا دی ہوتی۔

وہ گولی کھا کر اچھلا ہی تھا کہ عمران نے دوسرا فائر بھی کر دیا اس کی آخری چیخیں بڑی بھیانک تھیں۔

عمران نے دوسرے ہی لمحے میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں لیکن بھاگنے والے کو نہ دیکھ سکا۔

پھر ذرا ہی سی دیر میں پہلے کا سا سناٹا طاری ہو گیا۔

اب وہ دوبارہ رینگتا ہوا مکان کے عقبی حصے کی طرف واپس جا رہا تھا۔

کریسٹن سہمی ہوئی حالت میں ملی۔

"وہ سب کیا تھا....!" اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا ہو گا۔!"

"میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لے چکا ہوں۔!"

"میرے خدا میں کیا کروں.... سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان حالات سے گزرنا پڑے گا۔!"

"پرواہ مت کرو.... میں ابھی آیا....!"

"ایک بار پھر وہ پہلے ہی کی طرح عقبی راستے سے اسی طرف جا رہا تھا۔ کتے کی لاش کے قریب پہنچ کر وہ اس کی گردن ٹٹولنے لگا اور ایک آسودہ سی طویل سانس لی۔

اب وہ اس کے گلے سے پٹہ کھول رہا تھا۔

پھر بیس منٹ کے اندر ہی اندر وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

موٹر سائیکل جہاں چھوڑی گئی تھی وہیں ملی۔

سفر دوبارہ شروع ہو چکا تھا.... کریسٹن خاموش تھی.... سوچتے سوچتے اس کا ذہن تھک گیا تھا وہ ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے اس کا جسم ہلکا ہو کر فضا میں اڑا جا رہا ہو۔

سڑک سنسان تھی اور موٹر سائیکل تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔

صفدر حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان پانچوں لاشوں کو گھورے جا رہا تھا۔ ان میں اسے ہف روجر بھی نظر آیا۔ کیا یہ خود عمران کی حرکت ہے؟ اس کے ذہن میں ابھرا۔ نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ ذہن ہی نے جواب دیا۔

قتل ہونے والوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ یہ عمران کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔

عمران ہی نے صفدر کو فون پر ہدایت دی تھی کہ وہ اس عمارت کی نگرانی کرے۔ اگر محسوس کرے کہ عمارت خالی ہے تو کسی طرح اندر جا کر اس کی تصدیق کرے۔

تو اس طرح وہ عمارت کے اندر پہنچا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمارت سے باہر آ گیا.... عمران نے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کے لئے اس کو فون نمبر دیئے تھے۔

شہر واپس آ کر اس نے اسی نمبر پر عمران سے رابطہ قائم کیا اور اسے رپورٹ دی۔

"کیا خیال ہے تمہارا....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"کیا یہ آپ کا کارنامہ ہے؟"

"ہوش کی دوا کرو....!"

"مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے عام حالات میں۔!"

"خیر.... اب دوسرا کام ہے صبح دس بجے تک ہو جانا چاہئے۔!"

"فرمایئے....!"

"میونسپل کارپوریشن کے پالتو جانوروں کے شعبے سے معلوم کرو کہ ایک ہزار دو سو تیرہ (۱۲۱۳) نمبر کا لائسنس کس کتے کو دیا گیا تھا۔!"

"ذرا ٹھہریئے.... میں نوٹ کرلوں۔!"

"صبح ہونے والی تھی.... صفدر نے سوچا اب آرام کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر دس منٹ کے لئے بھی لیٹا تو دس گھنٹے سے پہلے آنکھ نہ کھلے گی۔

میونسپل کارپوریشن والے کام میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ پانچ روپے اس شعبے کے چپراسی کو دیئے تھے اور وہ "پیٹل پاس" کے نمبروں کے ذریعہ کتے کے مالک کا پتہ نکال لایا تھا۔

اور پھر جب صفدر اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا ایک آدمی اس کے قریب آکر لفٹ کا خواہاں ہوا۔

ضعیف آدمی تھا اس کی سانس پھول رہی تھی۔

"مم.... مجھے پریٹو روڈ تک جانا ہے.... کیا آپ اس طرف سے تو نہیں گذریں گے۔!"

"بیٹھ جائیے.... میں آپ کو پہنچادوں گا۔!"

"بہت.... بہت شکریہ....! خدا عمر دراز عطا کرے۔!" وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔ صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

پریٹو روڈ سے گزرتے وقت اس نے پوچھا تھا کہ گاڑی کہاں روکی جائے لیکن جواب نہیں ملا تھا۔

"کیا سو گئے جناب....!" اس نے پھر اونچی آواز میں اسے مخاطب کیا اور جواب نہ ملنے پر گاڑی فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کر دی۔

مڑ کر دیکھا تو وہ ہاتھ پیر ڈھیلے کئے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹکا ہوا تھا۔ منہ پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ سانس پہلے ہی کی طرح پھول رہی تھی۔ صفدر نے اس کو گھٹنا پکڑ کر ہلایا لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"کیا مصیبت ہے....؟" وہ بڑبڑایا اور گاڑی سے اتر آیا.... اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بہت قریب سے اسے آواز دینے لگا لیکن بے سود۔

"کیا بات ہے جناب....؟" ایک راہ گیر چلتے چلتے رک گیا۔

ان صاحب نے پریٹو روڈ کے لئے مجھ سے لفٹ لی تھی۔ پتہ نہیں سو رہے ہیں یا بے ہوش ہوگئے ہیں۔!" صفدر مڑ کر بولا۔

راہ گیر اور قریب آگیا تھا۔

"اوہ.... یہ تو قاضی صاحب ہیں....!" اس نے کہا

"آپ جانتے ہیں۔!"

"جی ہاں.... وہ اگلی گلی کے آگے والی گلی میں رہتے ہیں۔!"

"براہ کرم انہیں وہاں پہنچانے مین میری مدد کیجئے۔!" صفدر نے اس کے لئے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

کار دوبارہ چل پڑی۔

"ان پر کبھی کبھی بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔!" راہ گیر بولا۔

"تب تو ہمیں کسی ہسپتال کا رخ کرنا چاہئے۔!"

"ان کے گھر کے کسی آدمی کو بھی لے لیں۔!" راہ گیر بولا۔

"جی ہاں.... ٹھیک ہے۔!"

گاڑی اس کی بتائی ہوئی گلی میں مڑی اور کچھ دور چل کر رک گئی۔

راہ گیر اتر کر ایک عمارت میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد پھر پلٹ آیا۔

"گھر میں انکی بیگم صاحبہ تنہا ہیں۔ بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں انکا اصرار ہے کہ قاضی صاحب کو اندر پہنچادو۔ وہ گھر ہی پر ڈاکٹر کو بلوالیں گی۔ اب آپ انہیں اندر پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔!"

صفدر نے بُرا سا منہ بنایا اور پھر وہ دونوں بے ہوش بوڑھے کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ایک فلیٹ میں داخل ہوئے کمرے میں سامنے ہی بستر نظر آیا اور اسے لٹا کر جیسے ہی صفدر سیدھا کھڑا ہوا اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔

بہت ہی وزنی چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی۔ فوری طور پر وہ اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو گیا۔

عمران بحیثیت ایکس ٹو فون پر کیپٹن خاور کی کال ریسیو کر رہا تھا۔

"وہ بوڑھا جو میونسپل کارپوریشن سے اس کی گاڑی میں سوار ہوا تھا پریٹو روڈ پر پہنچ کر پچھلی سیٹ پر بے ہوش پایا گیا۔ ایک راہ گیر نے اس کی شناخت کی اور صفدر کو اس کے گھر تک لے گیا۔ پھر ان دونوں نے بوڑھے کو گاڑی سے نکالا اور ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہوئے۔ پچیس منٹ ہو چکے ہیں۔ لیکن صفدر ابھی تک عمارت سے باہر نہیں آیا۔ نعمانی کو اپنی جگہ

چھوڑ کر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ تک آیا ہوں۔!"

"ٹھیک ہے!" عمران بولا۔ "وہیں ٹھہرو..... عمران تمہاری جگہ لے گا۔ عمارت کا پتہ بتاؤ۔!"

پھر دوسری طرف سے خاور اسے عمارت کا محل وقوع بتاتا رہا اور کاغذ پر نوٹ کرتا گیا۔

"اچھی بات ہے۔!" ایکس ٹو غرایا۔ "تم گدھوں کے پیچھے اگر کوئی دوسرا گدھا بھی نہ لگا ہو تو تم سب بیک وقت غرق ہو جاؤ میں جانتا تھا کہ یہ ضرور ہوگا۔ اوور.....!" اس نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔

پچھلی رات سے اب تک نہیں سویا تھا۔ کریسٹن کو ایک محفوظ جگہ پہنچانے کے بعد اپنے فلیٹ میں واپس آ گیا تھا۔ اسکیچ بک اسی کے پاس تھی کریسٹن نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور نہ عمران ہی نے اس سے اس کی کہانی پوچھی تھی۔

وہ ابھی فون کے قریب سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔

اس نے ریسیور اٹھالیا..... دوسری طرف سے جولیانا فٹنر واٹر کی آواز آئی۔ "یس" وہ ایکس ٹو کے لہجے میں غرایا۔

"اس عمارت پر ٹولٹ کا بورڈ لگا ہوا ہے جناب.....! میں نے مالی سے اس کے لئے بات کی..... اس نے مجھے پوری عمارت دکھائی۔ کہیں کوئی لاش نہیں ملی۔!"

"تمہیں یقین ہے کہ تم ٹھیک جگہ پہنچی تھیں۔!"

"بالکل یقین ہے جناب.....!"

"اچھا.....!"

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر نشست کے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ یہاں والے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔

"کریسٹن کہاں ہے.....!"

"کون کریسٹن.....؟" عمران نے پوچھا۔

"وہی آرٹسٹ لڑکی.....!"

"اُوہ..... وہ..... گھاؤنچ ببرا کی خالق.....!"

"گھاؤنچ ببرا بکواس ہے۔ انسائیکلوپیڈیا میں اس نام کا کوئی پرندہ نہیں مل سکا۔!" فیاض غصیلے

لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے تو اب تم اردو کی کسی لغات میں بوں ڑر تلاش کرو.....!"

"کیا بکواس ہے.....؟"

"بوں ڑر پوربی زبان میں بگولے یا گرد باد کو کہتے ہیں۔ یقین کرو کہ بوں ڑر اور بگولہ بننے والے پڑوسی بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے پڑوسی کہ دونوں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہو۔!"

"جہنم میں جائے.....!" فیاض غرایا۔ "کریسٹن کو کہاں چھپایا ہے۔!"

"دل میں.....!"

"عمران.....!"

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں.....!" عمران خشک لہجے میں بولا اور سلسلہ منقطع کر کے جلدی جلدی لباس تبدیل کرنے لگا۔

دس منٹ کے اندر ہی اندر اس کی گاڑی پریٹو روڈ کی طرف جا رہی تھی۔

گلی کے موڑ سے پہلے اس نے گاڑی روک دی اور اتر کر اس کا بونٹ اٹھایا تھا۔ انجن پر کچھ دیر جھکے رہنے کے بعد پھر اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا لیکن گاڑی اسٹارٹ نہ ہوئی۔ اس نے مایوسی سے چاروں طرف دیکھا اور آنے جانے والوں سے گاڑی کو دھکا لگانے کی درخواست کرنے لگا۔

گاڑی کو دھکا دینے والوں میں سارجنٹ نعمانی بھی شامل تھا۔

عمران نے اسے گلی میں موڑ دیا..... کچھ دور پر صفدر کی گاڑی کھڑی دیکھ کر اطمینان کی سانس لیتا ہوا بلند آواز میں بولا۔ "بس"

گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے دھکا لگانے والوں کا بڑی لجاجت سے شکریہ ادا کیا۔

اور پھر بونٹ اٹھا کر دوبارہ انجن پر جھکا ہی تھا کہ نعمانی قریب آکر آہستہ سے بولا۔ "وہ اب بھی اندر ہی ہے۔!"

"ڈسٹری بیوٹر کے کتے تڑ مڑ گئے ہیں۔!" عمران سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"تو پھر میں اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکوں گا۔" نعمانی مسکرا کر بولا۔

"کچھ نہیں..... ڈسٹری بیوٹر میں بھی ایک کتا اور ایک کتیا ہونی چاہئے۔!"

"موڈ بہت خراب معلوم ہوتا ہے۔!"

"گھاؤنچ ببرا۔!"

"کیا؟ یہ کیا بلا ہے....!"

"کچھ نہیں.... مقدر کی خرابی کو کہتے ہیں۔ بعض اوقات کنوارے آدمی کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ جہاں جیسا موقع ہو۔ واللہ اعلم باصواب....!"

"کہاں کی ہانک رہے ہیں جناب....!"

عمران نے شعر پڑھا۔

عالم و فاضل کیوں کہلائے وہ جاہل بے پیر
ان آنکھوں میں پڑھ نہ سکے جو کاجل کی تحریر

"اللہ رحم کرے۔!" نعمانی نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"دوسرا شعر سنو۔

اس کے جلوے کو بہت ہے ہم کو چشم سرمگیں
ہم نہیں موسیٰ کہ جاکر کوہ پیمائی کریں

تیسرا شعر سنو۔

کتوں نے کس کا راہ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

"اچھا تو میں چلا....!"

"خاور کو بھی ساتھ لیتے جانا....!"

"تم کیا جانو....!"

"تمہارا چوہا کم از کم مجھے ساری تفصیلات سے آگاہ رکھتا ہے۔!"

"بس جاؤ.... میں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا۔!"

"سچ بتانا کبھی دیکھا ہے اُسے۔!"

"گھاؤنچ ببرا ہی کبھی نہیں دیکھا تھا اسے دیکھ کر کونسا سکھ پالیا ہے کہ کسی اور کی تمنا کر سکوں بس ٹاٹا....!"

"گھاؤنچ ببرا کیا ہے....!"

"میرے اور کیپٹن فیاض کے دماغ کا فتور..... چلتے پھرتے نظر آؤ۔!"

"ہو سکتا ہے تمہیں مدد کی ضرورت پیش آئے۔!"

"اپنی مدد آپ کرنے کی عادت ڈال رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ مددگار ہر وقت مہیا ہو سکے یا مدد کرنے کے سلسلے میں مخلص بھی ہو۔ میاں ہم تو بس اپنا ہی دم قدم دیکھتے ہیں۔ گدھے دست اہل کرم دیکھتے ہیں۔!"

"گدھے نہیں گدا....!"

"وہ بغیر دم کا ہوتا ہے اس لئے خارج از بحث ہے یا بحث از خارج ہے۔ جو کچھ بھی کہتے ہوں۔!"

دفعتاً نعمانی چونک کر بولا۔ "اوہو.... وہ پھر بے ہوش بوڑھے کو اٹھائے ہوئے لارہے ہیں۔ لیکن صفدر کہاں ہے.... میرے خدا.... یہ وہ بوڑھا تو نہیں معلوم ہوتا۔! وہ اتنا تندرست نہیں تھا۔!"

عمران اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پھر انجن پر جھک گیا۔

"اوہو.... وہ اسے صفدر ہی کی گاڑی میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن صفدر کہاں ہے۔!" نعمانی بڑبڑایا۔

"اُدھر مت دیکھو....!" عمران انجن پر جھکا ہوا آہستہ سے بولا۔

صفدر کی گاڑی ان کے قریب سے گزر گئی۔

"چلو بیٹھ جاؤ....!" عمران نے بونٹ گراتے ہوئے کہا۔

"نعمانی بڑی پھرتی سے اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "بائیں جانب مڑی ہے۔!"

عمران گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور پھر جیسے ہی گاڑی موڑ پر پہنچی خاور بھی پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"اے کیا دماغ چل گیا ہے تم لوگوں کا....!" عمران سر جھٹک کر بولا۔

"تیزی سے چلو....!" خاور ہانپتا ہوا بولا۔ "میں نے قریب سے دیکھا تھا انہوں نے بے ہوش صفدر پر بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا ہے۔!"

عمران نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا کچھ بولا نہیں۔ اس نے بحیثیت ایکس ٹو ان سے کہا تھا
مران ان کی جگہ لے گا۔ پھر بھی چمٹے ہوئے ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔

ے اطمینان سے آہستہ آہستہ جارہے ہیں وہ لوگ۔" نعمانی بولا۔

نہیں معلوم ہوتے۔!" پچھلی سیٹ سے خاور کی آواز آئی۔ "وہ بھی اطمینان کرنا چاہتے

ں کہ ان کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔!"

"اگر کھیل بگڑ گیا تو ذمہ داری تم دونوں پر ہو گی۔!" عمران بولا۔

"تم تو اشعار ہی سناتے چلو پیارے۔!" نعمانی نے ہنس کر کہا۔

"کچھ دیر بعد تم دونوں کا مرثیہ پڑھتا نہ نظر آؤں۔!"

"مرچیں چبا رکھی ہیں کیا۔۔۔۔!" خاور بولا۔

"تم لوگوں نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔!"

کچھ دیر بعد گاڑی ایک غیر ملکی مشن ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ "کیا چکر ہے" نعمانی بڑبڑایا۔

"چکر نہیں۔۔۔۔ چکرات کہو۔۔۔۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور اس کی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔

ہسپتال کی کمپاؤنڈ سے آگے جا کر اس نے گاڑی روکی۔

"اب کیا کرو گے۔۔۔۔!" خاور بولا۔

"گاڑی تم دونوں کے حوالے کر کے جدھر سینگ سمائیں گے بھاگ نکلوں گا۔!"

"ہم دونوں تو اندر جا رہے ہیں۔!"

"خدا کا شکر ہے۔۔۔۔ میں بری الذمہ۔۔۔۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر گئے۔ عمران انہیں پھاٹک میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اترا اور کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کی طرف چل پڑا اور ٹھیک اس وقت وہاں پہنچا جب صفدر کے سر کی ڈریسنگ کی جا رہی تھی اور اب وہ بوڑھے کے میک اپ میں نہیں تھا اب ہوش بھی نہیں تھا۔! ایک پہیوں والی کرسی پر بیٹھا اپنے سر پر پٹی بندھوا رہا تھا۔ کوٹ کے پچھلے حصے پر خون کے دھبے تھے۔

اس کے بعد اس کو ایک انجکشن دیا گیا اور آہنویلڈ چیئر دروازے کی طرف دھکیلی جانے لگی۔

اسے صفدر کی گاڑی تک لے جایا گیا تھا۔

دو آدمیوں نے اسے کرسی سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا۔۔۔۔ اب پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں تھیں۔ اسے پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا اور دو آدمی اس کی دونوں طرف بیٹھے تھے۔

تیسرے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔

صفدر کو ایک بار اس وقت ہوش آیا تھا جب اس کے سر کی ڈریسنگ کی جا رہی تھی لیکن یہ ہوش پورے طور پر شعور کی بیداری نہیں کہلایا جا سکتا تھا۔ ورنہ وہ کرسی سے اٹھ کر کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا۔ دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود کو ایک وسیع کمرے میں پایا تھا۔ جہاں چھت سے کئی روشن فانوس لٹک رہے تھے۔

وہ خود ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ کچھ عجیب سا تھا۔ چوڑے شانوں والا کوتاہ گردن آدمی ٹھوڑی اتنی بھاری تھی کہ سینے تک پہنچتی معلوم ہوتی تھی ناک اونچی اور نوکیلی تھی اور ناک کے نیچے پتلے پتلے بھنچے ہوئے ہونٹ ایک خم دار لکیر کی طرح نظر آ رہے تھے۔!

وہ چند لمحے صفدر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم کون ہو۔۔۔۔؟"

زبان انگریزی تھی اور لہجہ غیر ملکی۔ صفدر نے تحیر آمیز انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری لیکن کچھ بولا نہیں۔

"کیا تم بہرے ہو۔۔۔۔!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"چیخنے کی ضرورت نہیں۔!" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ میرا نام صفدر ہے اب تم بتاؤ کہ کون ہو اور میرے ساتھ کس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔! میں نے اس بوڑھے خبیث کو لفٹ دی تھی۔! وہ میری گاڑی میں بے ہوش ہو گیا۔ اسے اس کے گھر پہنچانا پڑا لیکن اس کے گھر والوں نے میرے احسان کا یہ بدلہ دیا۔!"

"تم کسی کتے کے مالک کا پتہ لگانے میونسپل کارپوریشن کے دفاتر میں گئے تھے۔!"

"ہاں گیا تو تھا پھر۔۔۔۔؟"

"کس نے بھیجا تھا۔۔۔۔؟"

"کیا بکواس ہے۔۔۔۔ تمہیں آخر اس سے کیا سروکار۔۔۔۔!"

"میری بات کا سیدھی طرح جواب دو ورنہ یہاں سے زندہ نہ جا سکو گے۔!"

"ارے تو کیا میں نے چوری کی ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے۔ میرے ایک غیر ملکی دوست نے مجھ سے

درخواست کی تھی کہ کتے کے مالک کا پتہ لگاؤں....؟"

"غیر ملکی دوست....!"

"ہاں....ایک زندہ دل فرانسیسی....!"

"کیا نام ہے....؟"

"وان ہیکزی....ہم دونوں ہر شام ٹپ ٹاپ میں ملتے ہیں۔!"

"اس کا پتہ بتاؤ....!"

"ہو سکتا ہے وہ اس وقت بھی وہیں ہو....!"

"رہتا کہاں ہے....؟"

"نہ اس نے آج تک بتایا اور نہ میں نے پوچھا۔!"

"یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ تم نے اس کتے کے مالک کے بارے میں بھی اس سے نہ پوچھا ہو۔!"

"پوچھے بغیر ہی اس نے بتادیا تھا....!"

"کیا بتادیا تھا....!"

"کتا آوارہ پھرتا ہوا وان ہیکزی کے ہاتھ لگا تھا اگر وہ اسے پولیس کے حوالے کردے تو پولیس بھی اس کے مالک تک پہنچا سکتی ہے۔ لیکن وان ہیکزی براہِ راست مالک سے ملنا چاہتا ہے۔ کتا بے حد پسند آیا ہے۔ اور وہ اسے خریدنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے مالک اس کا آفر قبول کرے۔!"

"تم نے دیکھا ہے وہ کتا....!"

"میں نے تو نہیں دیکھا....اس نے مجھ سے صرف تذکرہ کر کے پوچھا تھا کہ آخر مالک کا پتہ کیسے لگایا جائے۔ میں نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اگر کتے کے گلے میں "پیتل پاس" موجود ہو تو اس کے سیریل نمبر ہی سے پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی دشوار بات نہیں تھی۔ چپڑاسی کو پانچ روپے دیئے اور اس نمبر کے کتے کے مالک کا نام اور پتہ رجسٹر سے نکلوالایا۔"

کوتاہ گردن آدمی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اس طرح صفدر کی آنکھوں میں دیکھے جارہا تھا جیسے اس کے بیان کو تولنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر کچھ دیر بعد غرایا۔ "جب تک وان ہیکزی ہمارے ہاتھ نہ لگے تمہاری گلوخلاصی ناممکن ہے۔!"

"آخر کیوں....؟ جہنم میں جائے وان ہیکزی....وہ کوئی میرا رشتہ دار ہے کہ تم بطور یرغمال

مجھے روکے رکھو۔!"

"اس کا حلیہ بتاؤ....!"

"کیا یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے۔!" صفدر نے خوف زدگی کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"اگر تم نے نہ بتایا تو تمہاری حکومت تمہیں جیل میں سڑا دے گی۔ مجھے پورا پورا اختیار حاصل ہے ان معاملات میں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر میری حکومت نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔!"

"اوہ....تو کیا مجھ سے اس سلسلے میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے۔!"

"یقیناً....بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔!" وہ زانو پر ہاتھ مار کر بولا۔

"لیکن مجھے یہ کب معلوم تھا میں تو سمجھا تھا کہ وہ تو صرف کتا خریدنا چاہتا ہے یہاں اجنبی ہے۔ دفاتر سے اس کی واقفیت نہیں ہے لہٰذا میں نے۔!"

"خیر....خیر....اب تمہارا فرض ہے کہ میرا ہاتھ بٹاؤ....!"

"بالکل....بالکل میں تیار ہوں۔!"

"حلیہ بتاؤ اس کا....!"

"چھوٹی سی سنہری ڈاڑھی باریک ترشی ہوئی مونچھیں۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم والی عینک۔ رک رک کر گفتگو کرتا ہے اور گفتگو کے دوران میں مسلسل مسکراتا رہتا ہے۔ کتنی ہی پی جائے لیکن بہکتا نہیں....میں نے کئی بار آزمایا ہے۔ صرف آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اس نے پی رکھی ہے۔!"

"اگر یہ جھوٹ نکلا تو....!" وہ اسے گھور کر بولا۔

"میں ایک معزز شہری ہوں۔ ٹھہرو....میں تمہیں اپنا کارڈ دیتا ہوں....تم صبح نو بجے تک اور شام کو چار سے چھ تک مجھ سے میرے گھر پر مل سکتے ہو۔ چھ بجے کے بعد میں عموماً تفریح کیلئے نکل جاتا ہوں پھر دس بجے سے پہلے واپسی نہیں ہوتی۔ اکثر اس سے بھی زیادہ دیر تک باہر رہتا ہوں۔!"

صفدر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھادیا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "اچھی بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے لئے رات کے کھانے کا کیا انتظام ہے۔!"

"نہیں شکریہ....! میں گھر جاکر کھاؤں گا۔!"

"ایسا بھی کیا....!" وہ اٹھتا ہوا بولا اور کمرے سے نکل گیا۔

صفدر وہیں اسی پوزیشن میں آرام کرسی پر پڑا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس آدمی کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔!

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن پھر کسی نے بھی اس کی خبر نہ لی۔ اس نے سوچا اب اٹھنا ہی چاہیئے۔ اس شخص سے اتنی گفتگو کے بعد وہ کم از کم چل پھر سکتا ہی تھا۔

شائد اسکے سر سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا کیونکہ اٹھتے ہی اس نے خاصی نقاہت محسوس کی تھی۔

ہال سے گزر کر وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ یہ بھی خالی ہی تھا۔ اسی طرح پوری عمارت میں چکراتا پھرا لیکن کہیں کوئی نہ دکھائی دیا بالآخر وہ راہداری سے گزرتا ہوا صدر دروازے تک آپہنچا۔ دروازے کے ہینڈل سے ایک تڑا مڑا سا کاغذ چپٹا ہوا تھا۔

صفدر نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو کاغذ اس سے الگ ہو گیا۔

سیاہ روشنائی سے کاغذ پر تحریر تھا۔

"اب اپنے گھر جاؤ.... اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو دنیا کے کسی گوشے میں بھی نہیں بچ سکو گے۔ میرا ہاتھ ہر حال میں تمہاری گردن تک پہنچ جائے گا۔!"

صفدر نے دروازہ کھولا اور برآمدے میں نکل آیا۔ برآمدے سے گزر کر روش طے کی اور پھاٹک پر پہنچتے ہی اپنی گاڑی بھی دیکھ لی۔ سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔

عمارت کا برآمدہ روشن تھا۔ دفعتاً عمران کو وہاں صفدر نظر آیا۔ وہ تنہا تھا۔ پھر اس نے اسے باہر نکل کر گاڑی تک آتے دیکھا۔ وہ تنہا ہی گاڑی میں بیٹھا تھا اور گاڑی چل پڑی تھی۔

"گھاؤنچ ببرا....!" عمران کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

جہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی آس پاس کئی اور گاڑیاں بھی موجود تھیں۔ کچھ خالی تھیں اور کچھ میں ان کے ڈرائیور بھی موجود تھے۔

عمران کو کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کے بارے میں سوچا جا سکتا کہ وہ صفدر کے تعاقب میں گئی ہو گی۔

البتہ جب وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا بائیں جانب والی گلی سے ایک موٹر سائیکل نکلی اور

اسی سمت چلی گئی جدھر صفدر گیا تھا۔ پل بھر کے لئے سوار کے چہرے پر الکٹرک پول سے روشنی پڑی تھی اور عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ کیپٹن خاور تھا۔

عمران نے بھی گاڑی ادھر ہانک دی۔ لیکن اب وہ کچھ ایسی جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

گاڑی معمولی رفتار سے چلتی رہی اور وہ اپنے فلیٹ تک آپہنچا۔

سب سے پہلے ایکس ٹو والے فون کی طرف گیا۔ فون سے اٹیچڈ ٹیپ ریکارڈر پر کسی نئی کال کے ٹیپ ہونے کا اشارہ موجود تھا۔

ٹیپ چلا دیا اور صفدر کی آواز سنی۔ "آپ شائد موجود نہیں ہیں۔!"

اور پھر اس نے وہ سب کچھ کہہ سنائی جو اس پر گزری تھی۔

اس کے بعد آواز آئی۔ "میں اپنے گھر تک محدود ہو کر آپ کی ہدایت کا انتظار کروں گا۔!"

ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آف کر کے عمران کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

صفدر نے اپنی اس کال میں آدمی کا حلیہ بھی بتایا تھا۔ عمران نے ایکس ٹو کے فون پر صفدر سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے اپنا نجی فون استعمال کیا۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز سن کر بولا۔ "تمہیں کیا تکلیف ہے....؟"

"سر پھٹ گیا ہے....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کچھ بھی ہو ابھی مجھے ہدایت ملی ہے کہ تم سے فوراً ملوں۔ تمہارے پاس کوئی کہانی ہے۔!"

"آجائیے.... غم ہی غلط کریں گے۔!"

"غم اور غلط دونوں ہی غین سے شروع ہوتے ہیں۔ خدا خیر کرے۔!"

"ابھی آجائیے جلدی سے!" صفدر کی آواز کے بعد ہی سلسلہ منقطع ہونے کی بھی آواز آئی۔

پھر سلیمان اسے رات کے کھانے کیلئے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا اور وہ فلیٹ سے نکلا چلا آیا۔

صفدر کے چہرے سے خاصی نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔ عمران نے ایک بار پھر اس کی کہانی سنی اور ہنس کر بولا۔

"آئندہ کسی بوڑھے کو ہرگز لفٹ نہ دینا.... خیر کتے کے مالک کا پتہ بتاؤ....!"

"ایک مقامی یوریشین ڈیوڈ ولیز ہے.... سکس تھری ڈی.... خلجی ٹاؤن میں رہتا ہے۔!"

عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور نام اور پتہ تحریر کیا۔ پھر بولا۔ "کیا خیال ہے تمہارا

ہماری حکومت کا وہ ہمدرد کس ملک کا باشندہ ہو سکتا ہے....؟"

"مجھے تو کچھ شمالی یورپ کا سا لگا تھا.... ناروے یا سوئیڈن کا باشندہ....!"

"ہوں تو تم اسے اپنا پتہ دے آئے تھے۔!"

"وان ہیکزی والی کہانی کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا تھا لیکن اب وان ہیکزی کہاں سے پیدا کروں.... میرا خیال ہے کہ ٹپ ٹاپ میں اس حلیے کا کوئی آدمی نہ پا کر وہ ادھر ہی آئے گا۔!"

"اپنی نوٹ بک پر ایک پتہ تحریر کرو....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اگر اس کی طرف سے مزید پوچھ گچھ ہو تو آنکھیں بند کر کے یہی پتہ اس کے حوالے کر دینا....!"

"لیکن میں تو اس سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کی رہائش گاہ کا علم نہیں۔!"

"یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں کہ بنائی نہ جاسکے.... کہہ دینا اتفاق سے کبھی اس نے تمہیں کوئی خط لکھا تھا جس کا لفافہ تمہیں کسی کتاب میں رکھا ہوا مل گیا۔ لفافے پر وان ہیکزی کا پورا پتہ تحریر تھا۔!"

"ہاں.... آں.... یہ ممکن ہے....!" صفدر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ایکس ٹو تم پر بجا طور پر فخر کرتا ہے۔!" عمران کا لہجہ سنجیدگی سے بھرپور تھا۔

صفدر اسے مضحکانہ انداز میں دیکھتا ہوا بولا۔ "خیریت.... خیریت....!"

"اس کی پوری ٹیم میں تمہارا جواب نہیں.... ایک بڑی مشکل تم نے آسان کر دی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"وان ہیکزی کی کہانی....!"

پھر عمران نے اسے ایک پتہ تحریر کرایا۔ صفدر نوٹ بک کوٹ کی جیب میں رکھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس صفدر ہی بول رہا ہے۔!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "وہ اچھا.... اچھا.... نہیں ملا.... پرواہ مت کرو.... مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے ایک بار مجھے ایک خط لکھا تھا۔ لفافے پر اس کا پتہ تحریر تھا۔ میں اس لفافے کو تلاش کر رہا ہوں.... ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ اگر وہ مجھ سے ملا تو کہہ دوں گا کہ مصروفیت کے باعث میں اس کا کام نہیں کر سکا۔ نہیں شکریے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا فرض انجام دے رہا ہوں۔ پوری طرح تم سے تعاون کروں گا۔ گڈ بائی۔!"

صفدر نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور عمران کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"بہت اچھے جا رہے ہو....!" عمران بولا۔ "فوراً ہی اسے پتہ نہ بتا کر تم نے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد وہ تمہیں فون کرے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ لفافہ ملا یا نہیں۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد رکھنا کہ اس نے عمارت کی نگرانی بھی شروع کرا دی ہوگی۔!"

"میں سمجھتا ہوں....!"

"پتہ کل صبح سے پہلے ہرگز نہ بتانا....!"

"میں سمجھتا ہوں۔!"

کریسٹن نے دیوار سے لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھا۔ سوا دس بجے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کا کیا حشر ہوگا۔ وہ حیرت انگیز آدمی بھی پھر نظر نہ آیا۔

اس کی اسکیچ بک اسی کے پاس تھی.... پچھلی رات وہ اسے اس عمارت میں چھوڑ گیا تھا اور ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

عجیب آدمی ہے اس نے اس سے اسکیچ بک کی کہانی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی بھی دلچسپی ظاہر کرتا تو وہ بلا پس و پیش بیان کر دیتی۔

آج تک اس نے اس کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا لیکن وہ محسوس کر رہی تھی کہ کم از کم اس آدمی سے تو کچھ بھی نہیں چھپا سکے گی۔

ہف روجر نے اسے قتل کر دینے کی دھمکی تھی۔ شاید وہ ایسا کر بھی گزرتا لیکن کریسٹن نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اسے اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ بتائے گی۔!

عمران کہاں رہ گیا.... وہ بار بار سوچتی.... اسے پچھلی رات کے واقعات کئی بار یاد آئے۔ کتنا ڈراؤنا میک اپ اس نے کر رکھا تھا۔ اور کتنی آسانی سے ان پانچوں کو بے بس کر دینے کے بعد ان کا مضحکہ اڑاتا رہا تھا۔

پھر اسے وہ منظر یاد آیا جب ہف روجر نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ وہ تو سمجھی تھی کہ شاید کھیل ہی ہو گیا لیکن عمران کے حیرت انگیز پھرتیلے پن کے سامنے ہف روجر کی ایک نہ چلی اور بالآخر وہ ڈھیر ہو گیا۔

"عمران.... اوہ کہاں رہ گئے تھے تم....!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

اور ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھی۔ بھلا عمران کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

لیکن دروازہ کھلتے ہی ایک اجنبی بڑی پھرتی سے اندر داخل ہوا۔ اگر وہ ایک پل کے لئے بھی ہچکچایا ہوتا تو کرسٹن دروازہ بند کر چکی تھی لیکن اس نے تو اسے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

"تم کون ہو....؟" کرسٹن خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی غرائی۔ وہ کچھ نہ بولا۔ اس کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

بڑی دلکش شخصیت کا مالک تھا.... بال سنہرے تھے.... چھوٹی سی آرٹسٹک ڈاڑھی تھی.... باریک ترچھی ہوئی مونچھیں.... آنکھوں پر ریم لیس فریم والی عینک لباس سے نفاست پسندی ظاہر ہوتی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہوگی۔

"ماموزئیل.... وان ہیکز می....!" وہ کسی قدر جھک کر بولا۔

لہجہ فرانسیسیوں جیسا تھا.... وہ یورپ کی کئی زبانیں بول سکتی تھی اور فرانسیسی تو اچھی خاصی جانتی تھی۔

"تم اس طرح اندر کیوں گھس آئے۔!"

"مجھے یہیں آنا تھا ماموزئیل....!" اس نے بڑی شائستگی سے کہا۔

"کیوں....؟"

"میں نے وعدہ کیا تھا ماموزئیل.... آپ کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ چونک کر پیچھے ہٹی۔ کیونکہ یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور آواز سو فیصد عمران کی تھی۔

"چلو.... الجھنے کی ضرورت نہیں....!" وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"پہلے گرم گرم کافی پیوں گا پھر باتیں ہوں گی۔!"

"تم نے تو مجھے ڈرا دیا.... پچھلی رات جتنے بھیانک میک اپ میں تھے اس وقت اتنے ہی خوبصورت لگ رہے ہو۔!"

"خوبصورت....!" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہی.... بہت پیارے لگ رہے ہو....!"

"زندگی میں پہلی بار کسی عورت سے اس قسم کا جملہ سنا ہے سمجھ نہیں آتا کہ مجھے شرمانا چاہئے یا مغموم ہو جانا چاہئے۔!"

"چلو....!" وہ اس کی کمر میں ہاتھ دے کر دھکیلتی ہوئی بولی۔ "تمہاری باتیں سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بھی دلچسپ معلوم ہوتی ہیں۔!"

وہ ڈرائننگ روم میں آئے۔!

"ٹھہرو.... میں تمہارے لئے کافی بنالاؤں۔!" اس نے کہہ کر جانا چاہا۔

"میں بھی چل رہا ہوں.... باتیں بھی ہوتی رہیں گی۔!"

کچن خاصا وسیع تھا.... اور وہاں ایک میز اور چند کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔

کرسٹن اسٹو پر کافی کے لئے پانی رکھنے لگی اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نے کسی ایسے آدمی کا تذکرہ کیا تھا۔ جس نے تم سے فون پر سوئیڈش میں گفتگو کی تھی۔!"

"ہاں اور اس کے بعد ہف روجر ملا تھا....!"

"تمہارا خیال ہے کہ وہ حقیقتاً کوئی سوئیڈش ہی تھا۔!"

"مجھے یقین ہے....!"

"کیا تم کسی کوتاہ گردن اور چوڑے شانوں والے سوئیڈش سے واقف ہو۔!"

وہ اس کی طرف مڑی اور متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اس کی ناک اونچی.... اور نکیلی ہے۔ ٹھوڑی بھاری اور ہونٹ بہت پتلے ہیں۔ وحشیانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔!"

"اوہ.... یہ تو تم.... یہ تو تم.... بیرن فلچر بولڈ کا حلیہ بیان کر رہے ہو۔!"

"یہ کون ہے....؟"

"میرے شہر کا چیف آف پولیس.... اور تمہیں سن کر حیرت ہوگی کہ وہ بھی.... اوہ تو کیا وہ بھی یہاں موجود ہے۔!"

"سوال کرنے کی بجائے بات جاری رکھو....!"

"وہ بھی.... میری اسکیچ بک میں دلچسپی لیتا ہے۔!"

"اب بتا بھی ڈالو اسکیچ بک کے بارے میں.... یہ تو جان کو آگئی ہے۔!"

"پہلے تم بتاؤ۔۔۔۔ کیا بیرن فلچر بولڈ یہاں موجود ہے۔!"

"نہ ہوتا تو میں تم سے اس کے بارے میں کس طرح دریافت کرتا۔!"

کرسٹلن نے ایک طویل سانس لی اور کسی سوچ میں پڑ گئی۔ وہ بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "سچ مچ مصیبت بن گئی ہے یہ اسکیچ بک۔۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے لئے اتنا ہنگامہ ہو گا۔ لیکن ہنگامے کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔!"

"تم نے بتایا تھا کہ یہ تمہارے دادا کے وقت سے تمہارے خاندان میں چلی آرہی ہے۔!"

"اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔۔۔۔!"

"مجھے یقین ہے۔۔۔۔ لیکن اس ہنگامے کا تعلق دادا کے وقت سے تو نہ ہو گا۔!"

"قطعی نہیں۔۔۔۔ یہ زیادہ پرانی بات نہیں۔۔۔۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے کچھ دنوں کے بعد اس اسکیچ بک پر یہ نحوست نازل ہوئی تھی۔ میں چھوٹی سی تھی لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے اس واقعے کی تفصیل۔۔۔۔ اس وقت بھی آنکھوں میں پھر گئی ہے۔ بڑی طوفانی رات تھی۔ ایسی بارش میری یادداشت میں تو پھر کبھی نہیں ہوئی۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ لیکن ایسے طوفان میں نیند کہاں۔ بچے تک جاگ رہے تھے اور بڑوں کے سہمے ہوئے چہرے دیکھ کر دہلے جارہے تھے دفعتاً کسی نے باہر سے ہمارا دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ میرے باپ دروازے کی طرف لپکے۔ ہم سب کا یہی خیال تھا کہ کوئی راہ گیر پناہ چاہتا ہے۔ لیکن وہ میرے باپ کا کوئی جگری دوست ثابت ہوا۔ اس کی حالت تباہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا لباس تبدیل کرایا جا چکا تو میرے باپ نے بتایا کہ اسے بہت تیز بخار ہے۔ وہ ایک آرام دہ اور گرم کمرے میں لٹایا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے میرے باپ سے کہا تھا کہ وہ ایک اسکیچ کرنا چاہتا ہے۔ ہم لوگ سمجھے شائد ہذیان بک رہا ہے۔ لیکن پھر بھی میرے باپ وہی اسکیچ بک اٹھا لائے تھے اور جب وہ اس پر اسکیچ کر چکا تھا تو اسی کے کہنے پر میرے باپ نے ہم لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ ہم باہر نکلے تھے اور ہم نے دروازہ بولٹ کئے جانے کی آواز سنی تھی۔ پھر شاید آدھے گھنٹے کے بعد میرے باپ اس کمرے سے برآمد ہوئے تھے اور بے حد سنجیدہ نظر آرہے تھے۔ اوہ اب کافی پیو۔۔۔۔!"

وہ اسٹوو پر سے کیتلی اتارنے لگی۔

کافی کے دو کپ تیار کر کے وہ بھی ایک کرسی میز کے قریب کھینچ لائی۔

"کچھ کھانے کو بھی ہے۔۔۔۔!" عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔۔!"

"میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔!"

وہ ابلے ہوئے جھینگوں کا ایک ڈبہ اٹھا لائی۔۔۔۔ کچھ سلائیس بھی تھے۔

"چلو ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ہمارا گھر بھرا ہوا تھا۔۔۔۔!" وہ کافی کا ایک گھونٹ لے کر کہنے لگی۔ "لیکن میں اپنے باپ کی تنہا اولاد تھی۔!"

"تب پھر تین ہی آدمی تو ہوئے۔۔۔۔ تم اور تمہارے ماں باپ۔۔۔۔!" عمران بولا۔

"نہیں کچھ اور رشتے دار بھی ہمارے ساتھ رہتے تھے۔!"

"خیر بہر حال۔۔۔۔ دو دن بعد وہ آدمی مر گیا۔۔۔۔ اور اسی دن سے میرے باپ مجھے آرٹ کی تعلیم دینے لگے۔ یقین کرو میں سولہ سال کی عمر میں بہت اچھی مصور بن گئی تھی۔!"

"بھلا اس آدمی کے مر جانے اور تمہارے مصور بن جانے سے کیا تعلق۔۔۔۔!"

"وہی تو بتا رہی ہوں۔۔۔۔ کیا اس وقت اسکیچ بک تمہارے پاس موجود ہے۔!"

"وہ تو میں یہیں چھوڑ گیا تھا۔۔۔۔!"

"کہاں۔۔۔۔؟"

"یہیں کچن میں۔۔۔۔!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔۔۔۔!" وہ چڑ کر بولی۔

کاغذ کی بیکار تھیلیوں اور دوسری الابلا کے نیچے دبی ہوا اسکیچ بک ٹوکری سے گر پڑی۔

"عجیب آدمی ہو تم۔۔۔۔!"

"بہت زیادہ اہم چیزیں اسی طرح محفوظ رہتی ہیں کہ انہیں ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا جائے۔!" عمران نے کہا اور اسکیچ بک اٹھا کر اس کے حوالے کر دی۔

"خیر۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ یہ دیکھو۔۔۔۔ یہ اسکیچ اس پر کسی کے دستخط نہیں۔ یہ اسکیچ پاپا کے مرنے والے دوست نے بنایا تھا۔ آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعہ ایک پرندہ بنایا گیا تھا۔!"

"ہاں ہے تو۔۔۔۔ اور تم نے ہف روجر کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔!"

"اوہ تو تم نے پوری بات سنی تھی۔!"

"میں دروازے سے کان لگائے رہا تھا۔!"

"آخر تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو گئی ہے۔!"

"گھاؤنچ بیرا کی وجہ سے۔!" عمران نے کہا اور کھانسنے لگا۔ شاید روٹی کا کوئی ریزہ بلا قصد حلق سے اتر گیا تھا۔

"آخر وہ کیا چکر تھا....!"

"یقین کرو کہ کچھ بھی نہیں.... محض اسی کلوٹے کی حماقت....!"

"کیا تم نے اس پرندے کی تصویر نمائش میں دیکھی تھی۔!" اس نے اسکیچ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں.... میں نے دھیان نہیں دیا تھا....!"

"وہ اتنی واضح اور جاذب توجہ نہیں ہے اور اسی تصویر کے لئے میں نے اس نمائش میں شرکت کی ہے۔ میرے باپ نے مرتے وقت کہا تھا کہ اگر مشرق کے کسی بھی حصے میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش ہو تو اس میں ضرور حصہ لینا اور دوسری تصاویر کے ساتھ اس تصویر کی ہو بہو نقل اتار کر اس کے نمائش میں رکھے جانے پر بھی اصرار کرنا۔!"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے.... بھلا اس تصویر میں رکھا ہی کیا ہے۔ ڈھنگ کا پرندہ بھی تو نہیں معلوم ہوتا۔!"

"بہت ہی عجیب.... دیکھو.... وہی صفحہ کھولو.... یہ دیکھو.... یہ تین لکیریں میرے باپ نے کہا تھا کہ نمائش میں لگائی جانے والی تصویر میں صرف یہ تین لکیریں ضرور چھوڑ دی جائیں۔!"

"یعنی یہ بنائی ہی نہ جائیں....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"ہاں.... اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ اسی شام جب تم سے ملاقات ہوئی تھی کسی نے وہ تینوں لکیریں ٹھیک اسی جگہ بنا دیں جہاں انہیں ہونا چاہئے تھا۔!"

"یہ کس وقت کی بات ہے.... یعنی ہم سے ملنے سے کتنی دیر پہلے ایسا ہوا تھا۔!"

"یہ تو میں نہیں جانتی.... لیکن شام کو نمائش گاہ میں قدم رکھا تھا تب سے ان لکیروں کو دیکھتی رہی تھی اور جب تم دونوں مجھے اس انداز میں ملے تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ آدمی تم دونوں ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔!"

"کون آدمی....!" عمران آنکھیں پھیلا کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

"وہی جس نے تصویر مکمل کی۔!"

"بھلا کیا بات ہوئی....!"

"میرے باپ نے کہا تھا کہ جو تصویر مکمل کرے گا اسی سے تمہیں ایک بہت بڑی دولت کی خوش خبری ملے گی۔ تم بہت امیر ہو جاؤ گی۔!"

"سلیمان کہہ رہا تھا کہ رات کے کھانے پر صرف مسور کی دال ہو گی اسی لئے تو بھاگا بھاگا پھر رہا ہوں۔!" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا کہا....؟"

"کچھ نہیں.... یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کس طرح خوش خبری دوں۔ کہیں خوشی کے مارے میرا ہی ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔!"

"پھر تم نے بے تکی باتیں شروع کر دیں۔!"

"میں وہ آدمی نہیں ہوں....!"

"تو پھر....؟"

"میں کیا بتاؤں....؟ اچھا اب بیرن فلچر بولڈ کی بات کرو....!"

"وہ بھی میرے باپ کے پرانے دوستوں میں سے ہے۔ میرے باپ نے خاص طور پر منع کیا تھا کہ بیرن فلچر بولڈ کو اس اسکیچ یا اس تصویر کے بارے میں کبھی کچھ نہ بتاؤں۔!"

"اور وہ تم سے پوچھتا رہتا تھا....!"

"یقیناً.... وہ جب بھی ملتا میرے باپ کے اس مرحوم دوست کے بارے میں ضرور گفتگو کرتا۔ ظاہر ہے اس کی موت کوئی ڈھکی چھپی تو نہیں رہی تھی۔! اس کا جنازہ ہمارے ہی گھر سے گیا تھا۔!"

"کیا مرنے والا کوئی بہت بڑا آرٹسٹ تھا....!"

"یقین کرو.... اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی.... البتہ ایک افواہ سنی تھی۔!"

"کیسی افواہ....!"

"یہی کہ وہ اتحادی ملکوں میں سے کسی کا جاسوس تھا.... اور جنگ کے دوران میں جرمنی میں کام کرتا رہا تھا۔!"

"اوہ....!" عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور پھر بولا۔ "نام یاد ہے۔!"

"مائیکل فراڈے۔!"

"مائیکل فراڈے....!" عمران نے اس طرح دوہرایا جیسے ذہن پر زور دے کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں.... کیا بات ہے....؟"

"کچھ نہیں اب تم آرام کرو.... ویسے تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا اگر میں بھی یہیں رات بسر کروں۔!"

"نن.... نہیں.... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یقین کرو نہ تو میں تم سے خائف ہوں اور نہ تم سے متعلق کوئی ناگوار اثر اپنے ذہن پر پاتی ہوں۔!"

"شکریہ۔!"

وہ دونوں کچن سے پھر نشست کے کمرے میں واپس آگئے۔

"وہ آدمی کون تھا جو تمہارے کمرے میں مارا گیا۔!"

"میں اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتی جو مجھے پولیس والوں سے معلوم ہوا۔!"

عمران کی نظر ٹیلی فون پر پڑی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹول کے قریب آیا اور فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے وہ گھر پر موجود تھا۔

"ہوں تو تم ہو....!" وہ دوسری طرف سے غرایا۔ "پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مل لو.... ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔ اب رحمان صاحب کو بھی گھاؤنچ بیرا ہو گیا ہے۔!"

"بڑی اچھی خبر سنائی تم نے.... کہو تو جوزف کو بھی انہیں کے پاس بھجوادوں۔!"

"ذرا ایک منٹ ٹھہرو.... کوئی آواز دے رہا ہے۔!" دوسری طرف سے فیاض نے کہا اور عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جنبش دے کر فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے غالباً ثریا کی آواز آئی۔

عمران نے آواز بدل کر کہا۔ "کیا رحمان صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!"

"آپ کون ہیں....؟"

"گھاؤنچ بیرا....!"

"جی....!"

"براہ کرم ان سے کہہ دیں کہ ان کی کال ہے۔!"

"ہولڈ آن کیجئے۔!"

تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب کی آواز سنائی دی۔

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔!" عمران بولا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے فیاض سے معلوم ہوا کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔!"

"تم کہاں سے بول رہے ہو....!"

"ایک ٹیلی فون بوتھ سے۔!"

"خود کو فوراً پولیس کے حوالے کر دو....!"

"حکم کی تعمیل کروں گا.... لیکن کیا آپ میرے لئے اتنی معلومات حاصل کر سکیں گے کہ پرندوں کی تصاویر کی نمائش کی تجویز کہاں سے آئی تھی۔!"

"کیا مطلب....!"

"میں آپ کو تکلیف نہ دیتا لیکن فیاض تعاون کرنے پر آمادہ نہیں۔!"

"کیا بکواس کر رہے ہو....؟"

"معاملہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے.... سوچ لیجئے۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!"

"میرے تعاون کے بغیر کام نہیں چلے گا۔!"

"نمائش کا کرتا دھرتا وہی تھا جو کریسٹن کے کمرے میں مار ڈالا گیا۔!"

"یعنی وہ فرسٹ سیکریٹری بذات خود....!"

"ہاں.... ہاں.... جلدی سے بک چکو....!"

"بہت بہت شکریہ....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اس حرکت پر رحمان صاحب آپے سے باہر ہو رہے ہوں گے۔!

اس کے بعد اس نے جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کئے اور ایکس ٹو کی آواز میں بولا۔ "تمہیں

علم ہو گا کہ گرانڈ کے ایک کمرے میں ایک سفارت خانے کے سیکریٹری کی لاش ملی تھی۔!"

"مجھے علم ہے جناب....!"

"اس کا نام معلوم ہے تمہیں....؟"

"جی ہاں.... ولیم گیسپر فراڈے تھا....!"

"اس کے خاندان میں کسی مائیکل فراڈے کا پتہ لگانا ہے وہ کون تھا۔ زندہ ہے یا مر گیا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔!"

"کوشش کروں گی جناب....!"

عمران سلسلہ منقطع کر کے کیپٹن خاور کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

کریسٹن اسے بہت غور سے دیکھے جا رہی تھی اور وہ ایکس ٹو کی آواز میں کیپٹن خاور سے کہہ رہا تھا۔ "تمہیں معلوم کرنا ہے کہ پچھلے پندرہ دنوں میں بیرن فلچر بولڈ نام کا کوئی سوئیڈش یہاں آیا ہے یا نہیں۔ اس کا موجودہ پتہ چاہئے حلیہ بھی۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"صرف تین گھنٹے دیئے جا سکتے ہیں۔!"

"میں انتہائی کوشش کروں گا جناب....!"

عمران ریسیور رکھ کر کریسٹن کی طرف مڑا۔ وہ اسے تحیر زدہ آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم آخر ہو کون....؟"

"میں....؟ پتہ نہیں کیا کیا ہوں....!"

"نہیں....! میں نے ابھی محسوس کیا تھا کہ تم کئی طرح کی آوازوں اور لہجوں میں گفتگو کر سکتے ہو۔!"

"کیا یہ کوئی بُری بات ہے۔!"

"مائیکل فراڈے کا کیا ذکر تھا....!"

"کیا تم اس شخص کے نام سے واقف ہو جس کی لاش تمہارے کمرے میں ملی تھی۔!"

"نہیں....!"

"اس کا نام تھا ولیم گیسپر فراڈے۔!"

"کیا مطلب....!"

"اور یہ نمائش اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔!"

"نہیں....!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی۔

"ہاں.... اور اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مائیکل فراڈے سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی۔!"

"جو نہ سمجھ سکو اس کا بھی تذکرہ ضرور کرو شائد میں سمجھا سکوں۔!"

"جہنم میں جائے سب کچھ....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "کاش میں نے اسکیچ بک سے وہ صفحہ پھاڑ کر آتش دان کی نذر کر دیا ہوتا۔!"

"اس سلسلے میں کچھ اور یاد آ رہا ہو تو مجھے بتاؤ....!"

"کچھ نہیں مجھے نیند آ رہی ہے۔!"

"گڈ نائٹ....!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تم کہاں سوؤ گے۔!"

"یہاں دو بیڈ روم ہیں.... تم فکر نہ کرو۔!"

صفدر بے خبر سو رہا تھا لیکن اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ وہ بے وجہ نہیں جاگا۔ پھر بڑی پھرتی سے اس نے بستر چھوڑ دیا تھا۔

لیکن وہ بیڈ روم سے باہر نہ نکل سکا۔ کیونکہ اسے دروازے پر ایک آدمی کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ اس کی طرف تھا۔

وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ اس کی فیلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی سے نیچے جھکا ہوا تھا اور گہری نیلی روشنی بھی اس میں سے خارج ہوئی تھی۔

"جہاں ہو وہیں ٹھہرو....!" وہ آدمی غرایا۔

"کیوں....؟"

"غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کرو....!"

اب صفدر سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اسے آواز دے کر جگایا گیا ہو۔!

دوسرے کمروں سے لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ تم کیا چاہتے ہو۔!" صفدر نے کچھ دیر بعد کہا۔

"وان ہیکزی کا وہ خط جس پر اس کا پتہ تحریر تھا۔!"

"مجھے ابھی تک نہیں مل سکا۔!"

"مطمئن رہو.... اس وقت بھی اس کی تلاش جاری ہے۔!"

"اوہ....!"

تو یہ بات ہے صفدر نے سوچا.... لفافہ تلاش کیا جا رہا ہے.... وہ کچھ نہ بولا۔

"تم خاموش ہو گئے....!" ریوالور والے نے اسے چھیڑا۔

"خوش ہو رہا ہوں کہ تلاش کرنے کی زحمت سے بچ گیا۔ یہی بات تھی تو اس کی ضرورت نہیں تھی۔!" صفدر نے ریوالور کی طرف اشارہ کیا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے رکھو....!"

"تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے شاید.... جب میں کہہ چکا تھا کہ پوری طرح تعاون کروں گا تو پھر یہ سب کیوں....!"

"بہتر ہے خاموش ہی رہو....!"

دفعتاً کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کھل جانے پر دو آدمی اندر آئے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر تیز روشنی والا سوئچ آن کر دیا۔

اور پھر وہ دونوں ہی کمرے کا سامان الٹنے پلٹنے لگے۔ صفدر خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔

ذرا ہی سی دیر میں پورا کمرہ تہس نہس ہو کر رہ گیا۔

لیکن اس دوران میں صفدر نے اندازہ کر لیا تھا کہ ان تین آدمیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔

جب اس تلاش کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ریوالور والے نے کہا۔ "اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔!"

"کیوں....؟"

"میں اس بحث میں نہیں پڑتا۔" اس نے ریوالور سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"کہاں چلنا ہو گا....؟"

"وقت ضائع نہ کرو....!" وہ غرایا۔

"کیا میں لباس تبدیل کر سکتا ہوں۔!"

"نہیں....!" اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔

"اچھی بات ہے۔!" صفدر مردہ سی آواز میں بولا اور پھر دروازے کی طرف بڑھتا نظر آیا۔

وہ تینوں ہی سمجھے تھے کہ وہ دروازے سے گزر جائے گا لیکن وہ اچانک ریوالور والے پر ٹوٹ پڑا۔

بقیہ دو پر اس غیر متوقع تبدیلی سے اضطراری کیفیات کا حملہ ہوا اور وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے صفدر سے چمٹ گئے۔ پھر ان میں سے ایک کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور دوسرے کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی تھی۔

ریوالور والے کا ہاتھ اب خالی نظر آیا۔ پہلے ہی ہلے میں صفدر نے اس کے ہاتھ سے ریوالور نکال دیا تھا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور بجتی ہی رہی۔

صفدر نے اپنے نیچے دبے ہوئے آدمی کو چھوڑ کر ریوالور کے لئے چھلانگ لگائی اور اس بار وہ خود ان دونوں آدمیوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جنہیں کچھ دیر پہلے جھٹک چکا تھا۔

تیسرا اس سے ریوالور چھیننے کی کوشش کرنے لگا.... فون کی گھنٹی بجتی رہی۔

پھر صفدر نے وہاں چوتھے آدمی کی جھلک دیکھی وہ بہت آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

سیدھا صفدر کی طرف چلا آیا اور اس کے اس ہاتھ پر پیر رکھ دیا جس میں ریوالور دبا ہوا تھا۔

ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کلائی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔

بالآخر ریوالور اس کے ہاتھ سے ہی نکل گیا.... اس نے اس کا پیر اپنی کلائی پر سے ہٹتے دیکھا دوسرے آدمی نے ریوالور سنبھال لیا تھا اور کلائی پر سے پیر ہٹانے والا فون کی طرف جا رہا تھا۔

"اوہ....!" صفدر کے منہ سے بے اختیار نکلا.... اب وہ اس آنے والے کا پوری طرح جائزہ لے سکتا تھا۔ یہ تو وہی کوتاہ گردن اور چوڑے شانے والا آدمی تھا جس سے اس نے وان ہیکزی والا جھوٹ بولا تھا۔

ریوالور والے نے صفدر کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اٹھا تھا اور تینوں نے اسے نرغے میں لے لیا تھا۔

کوتاہ گردن آدمی نے فون کا ریسیور اٹھایا اور بولا۔ "ہلو.... میں میں ڈاکٹر سڈلر بول رہا ہوں.... تمہارا مریض سے کیا تعلق ہے۔ ہاں.... ہاں اس نے فون کر کے مجھے بلایا تھا۔ میں

یہاں پہنچا تو وہ مجھے بے ہوش ملا۔ کیا تم اسے بہت قریب سے جانتے ہو۔ ہاں ہاں صفدر سعید...
پھاٹک کی نیم پلیٹ پر یہی نام ہے۔ کیا.... کیا نام بتایا۔ وان ہیکزی.... ؟ تم کوئی بھی ہو خدا کے
لئے چلے آؤ.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ مین تو پولیس کو فون کرنے والا تھا
پلیز ہری اپ.... وہ یہاں بالکل تنہا پڑا ہے۔!" وہ ریسیور رکھ کر صفدر کی طرف مڑا اس کے
ہونٹوں پر بڑی سفاک سی مسکراہٹ تھی۔

"اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو بے ہوش بن کر بستر پر لیٹ جاؤ۔!" اس نے صفدر سے کہا
صفدر کے سر کے زخم کے ٹانکے شائد کھل گئے تھے کیونکہ بینڈیج سے خون رسنے لگا تھا۔

"فف.... فون پر کون تھا....!"

"شکار خود ہی جال کی طرف آرہا ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"وان ہیکزی....!"

"صفدر نے طویل سانس لی.... اور زبردستی مسکرایا۔

"چلو.... میری جان تو چھوٹے گی....!" اس نے کہا اور بستر کی طرف مڑ گیا۔

"ٹھہرو....!" وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ صفدر رک گیا۔ پھر اس نے تینوں میں سے ایک
سے کہا۔ "بستر کی اچھی طرح تلاشی لے لو۔!"

وہ آگے بڑھا اور جیسے ہی تکیہ اٹھایا صفدر کے ریوالور پر نظر پڑی۔

"خوب....!" کوتاہ گردن صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور بستر پر گر پڑا۔ شائد اسے احساس ہی نہیں
تھا کہ اس کے سر کا زخم دوبارہ رسنے لگا ہے۔

پھر کوتاہ گردن نے اپنے ساتھیوں سے کسی ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو صفدر کے
لئے نئی تھی۔! وہ تینوں کمرے سے چلے گئے۔

"اپنی آنکھیں بند کر لو....!" کوتاہ گردن صفدر کو گھورتا ہوا بولا۔

"میں تم سے پوری طرح تعاون کروں گا۔!" صفدر نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

دس پندرہ منٹ تک وہ یونہی پڑا رہا۔ پھر قدموں کی آوازیں سنیں لیکن کم از کم یہ مر

قدموں کی چاپ تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔

جیسے ہی یہ چاپ اس کمرے میں داخل ہوئی صفدر نے آنکھیں کھول دیں۔

اوہو.... کچھ جانا پہچانا سا چہرہ.... ارے یہ تو سوئیڈش آرٹسٹ کرسٹن ہے۔ ایکس ٹو نے
اسی کے بارے میں تو معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ کوتاہ گردن کہاں ہے....؟

وہ بستر کے قریب آئی صفدر نے اٹھنا چاہا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"لیٹے رہو.... لیٹے رہو.... ارے تمہاری بینڈیج خون سے تر ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر کہاں ہے؟"

"ڈ.... ڈاکٹر.... لیکن تم کون ہو....؟"

"تمہارے دوست وان ہیکزی کی ایک ملنے والی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم تنہا اور بیمار ہو۔!"

"وہ خود کیوں نہیں آیا....!" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ میں نہیں جانتی.... میں تو تمہاری تیمارداری کے لئے آئی ہوں.... کیا یہاں کوئی
فرسٹ ایڈ بکس بھی موجود ہے۔ میں تمہاری بینڈیج بدل دوں۔!"

"زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے ہوں گے۔ سر میں چوٹ تھی۔!" صفدر بولا۔ "فرسٹ ایڈ بکس
اس الماری میں ہے۔!"

جیسے ہی وہ الماری کی طرف بڑھی وہی آدمی اندر داخل ہوا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔
کرسٹن بوکھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"وان ہیکزی کہاں ہے....؟" اس نے اس سے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کک.... کیا مطلب....؟" وہ صفدر کی طرف مڑی۔

"اگر تم وان ہیکزی کی دوست ہو تو ابھی معلوم ہو جائے گا۔!" صفدر کراہا۔ "تم لوگ میرے
ملک کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہو.... کیوں....؟"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی.... تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"ابھی معلوم ہو جائے گا.... ابھی معلوم ہو جائے گا۔!" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ پھر
ریوالور والے سے کہا۔ "ذرا اس بھیانک آدمی کو تو بلا لینا دیکھ کر ہی دم نکل جائے گا۔!"

"تم خاموش رہو....!" ریوالور والا غرایا۔

"جہنم میں جاؤ تم سب.... خواہ مخواہ میری ٹانگ پھنسی ہے۔!" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"وان ہیکڑی اس وقت کہاں ملے گا۔!" ریوالور والے نے پھر کریسٹن کو مخاطب کیا۔

"میں نہیں جانتی.... کچھ دیر پہلے اس نے فون پر مجھ سے درخواست کی تھی کہ اس کے ایک بیمار دوست کی خیر گیری کے لئے جاؤں.... اور یہیں کا پتہ بتایا تھا۔!"

"کیا تمہیں علم ہے کہ پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔!"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"تم نے ہوٹل کیوں چھوڑا....؟"

"کسی نے میرے ساتھ فراڈ کیا تھا.... ایک ہمدرد نے جان بچائی لیکن تم کون ہو....؟"

"اسکیچ بک کہاں ہے....؟"

"اوہ....!" وہ دانت پیس کر بولی۔ "تو تم انہیں لوگوں میں سے ہو....!"

اس نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اتنے میں دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

"اس کے ہاتھ پیر باندھ دو....!"

"وہ دونوں اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

"وان ہیکڑی حاضر ہے دوستو....!"

صفدر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

عمران آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس طرح کہ اس کی پشت دروازے کی طرف نہ ہونے پائے۔

"وہیں ٹھہرو.... اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!" ریوالور والے نے دھمکی دی۔

"وہ کس خوشی میں میرے دوست....!"

"میں فائر کر دوں گا۔!"

"فائر کی آواز یقینی طور پر باہر جائے گی.... اور تم وہ نہ کر سکو گے جو کرنا چاہتے ہو۔!"

دفعتاً ایک آدمی پھر کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن اس کا پورا چہرہ سیاہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔

صفدر نے سوچا کیا فرق پڑا نقاب سے گردن کی کوتاہی کہاں چھپ سکی۔

عمران اس کی طرف مڑا۔

"وان ہیکڑی تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔!" نقاب پوش نے کہا۔

"تسلیم....! لیکن سکیچ بک ماموزیل کریسٹن کے پاس نہیں ہے۔!"

"ان دونوں کو باندھ لو....!" نقاب پوش نے ان دونوں سے کہا جو خالی ہاتھ کھڑے تھے۔

"شائستگی موسیو شائستگی۔!" عمران نرم لہجے میں کہتا ہوا پیچھے ہٹا۔ وہ دونوں اس پر جھپٹے تھے۔

اور پھر صفدر بھی نہ دیکھ پایا کہ کس طرح ایک اچھل کر ریوالور والے پر جا پڑا تھا.... اور دوسرا نقاب پوش پر۔ نقاب پوش لڑکھڑایا تھا اور اسے دوسری طرف جھٹک کر کسی خون خوار بھیڑیئے کی طرح غرانے لگا تھا۔

صفدر کی نظر ریوالور پر تھی جو اس آدمی کے ہاتھ سے نکل کر الماری کے نیچے پہنچ گیا تھا۔

لیکن کمرے کا ماحول کچھ ایسا سنسنی خیز ہو رہا تھا کہ شائد ریوالور کا کسی کو ہوش ہی نہیں تھا۔

وہ تینوں تو اب وان ہیکڑی اور نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بڑی عجیب سی پوزیشن تھی ان دونوں کی۔ نقاب پوش کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا اور دونوں ہی اس طرح جھکے کھڑے تھے جیسے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے مناسب پہلو تاڑ رہے ہوں۔

کریسٹن ہذیانی انداز میں چیخے جا رہی تھی۔ "ہوشیار.... ہوشیار....!" یہ بیرن ہے زندگی بھر کلہاڑوں اور خنجروں سے کھیلتا رہا ہے۔ "ہوشیار ہوشیار....!"

اسکی آواز کانپ رہی تھی چیخنے کا انداز ایسا تھا جیسے کسی شدید تکلیف کے زیر اثر روئے دے رہی ہو۔

"اچھا.... اچھا.... کتیا....!" نقاب پوش عمران سے توجہ ہٹائے بغیر بولا اور عمران نے سیدھے کھڑے ہو کر بے تحاشا ہنسنا شروع کر دیا۔

اتنی لاپروائی سے ہنس رہا تھا جیسے نقاب پوش کے ہاتھ میں خنجر کے بجائے فاؤنٹین پن ہو اور خود اس کے ہاتھ تو پہلے ہی سے خالی تھے۔ اتنے میں صفدر کو موقع مل گیا کہ وہ چپ چاپ بستر سے اٹھ کر الماری کے نیچے پڑے ہوئے ریوالور پر قبضہ کر لیتا۔

وہ الماری سے پشت لگا کر دہاڑا۔ "اپنے ہاتھ اٹھاؤ.... تم سب....!"

نقاب پوش بھی سیدھا کھڑا ہو گیا اب وہ اپنے اس آدمی کو گھورے جا رہا تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"یہ کیا ہوا....؟" اس نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا اور نقاب پوش نے صفدر سے کہا۔ "ریوالور خالی ہے.... میں نے آج تک کسی کو

گولی سے نہیں مارا....!"

اور پھر وہ عمران پر جھپٹ پڑا.... صفدر نے اس کے پیر کا نشانہ لے کر فائر کیا.... اور اس کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ ریوالور سچ مچ خالی تھا۔

عمران نے اسے جھکائی دی اور وہاں سے چھلانگ لگا کر صفدر کے بستر پر آیا.... بقیہ لوگ بڑی افراتفری کے عالم میں دیواروں سے جا لگے تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے دو بیل لڑتے ہوئے کمرے میں گھس آئے ہوں اور ہاں بیٹھے ہوئے لوگ ان کے رگڑوں سے بچے رہنے کے لئے گوشہ عافیت تلاش کر رہے ہوں۔ عمران بستر سے چھلانگ لگا کر میز پر پہنچا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر مسکراتا ہوا بولا۔

"موسیو فلچر بولڈ.... خنجر پھینک کر مارنے کی نہیں ہوگی۔!"

"میں گلا گھونٹ کر ماروں گا تجھے۔!"

"تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے.... تمہارے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہئے۔"

"خنجر.... ہونہہ....!" اس نے خنجر فرش پر ڈالتے ہوئے غوطہ لگایا اور ایسی حیرت انگیز پھرتی سے میز الٹ دی کہ عمران کو سنبھلنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ کریسٹن کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔

وہ عمران پر آپڑا تھا.... اور کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس کی گردن گرفت میں آجائے۔

"ارے.... ارے.... تم کیسے دوست ہو....!" کریسٹن صفدر کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

اس کشمکش کے دوران میں عمران کی چھوٹی سی نقلی فرنچ کٹ ڈاڑھی ٹھوڑی سے الگ ہوگئی۔

"کون ہو تم.... بتاؤ....!" وہ عمران کو دبوچے ہوئے غرایا۔

"گھاؤنچ ببرا....!" عمران نے کہا اور پھر زور لگایا ہے تو نہ صرف اس کی گرفت سے نکل گیا بلکہ اس خنجر کو بھی اپنے ساتھ سمیٹتا لیتا چلا گیا جسے کچھ دیر پہلے فلچر بولڈ نے فرش پر پھینکا تھا۔

"تم کون ہو....؟" وہ پھر دہاڑا۔

"اب ذرا ہوش میں رہ کر گفتگو کرنا.... خنجر میرے ہاتھ میں ہے اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں کسی بات پر تاؤ نہیں آتا.... یعنی میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ خنجر پھینک کر تمہارا گلا گھونٹنے کی کوشش کروں گا۔!"

"میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں.... بس یہ بتا دو کہ تم کون ہو....!"

"تم لوگوں کی وجہ سے پولیس میرے پیچھے بھی ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"گھاؤنچ ببرا....!"

"کھل کر بات کرو....!"

"کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کریسٹن کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے جب اس نے اپنے کمرے میں فرسٹ سیکریٹری فراڈے کی لاش دریافت کی تھی۔!"

"اوہ تو تم عمران ہو....!"

"میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے بارے میں ضرور چھان بین کی ہوگی۔!"

"میرے دوست میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں....!" فلچر بورڈ جھک کر آگے بڑھا۔ بڑھا تو اسی انداز میں تھا جیسے مصافحہ کرنا چاہتا ہو لیکن عمران اگر ذرا سا بھی چوکتا تو اس نے خنجر پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔

وہ پھرتی سے نہ صرف بائیں جانب ہٹا تھا بلکہ خنجر کی نوک سے اس کے بازو پر ہلکا سا چرکا بھی لگایا تھا۔

اب تو فلچر بولڈ پاگل ہوگیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمران کو پیس کر رکھ دے گا۔

اور عمران اسے پورے کمرے میں دوڑاتا پھر رہا تھا۔ ایک بار اس کے تینوں آدمیوں میں سے ایک نے اس کی کمر تھامنے کی کوشش کی لیکن عمران کی لات اسے منہ کے بل فرش پر لے آئی تھی۔

اسی دوران میں عمران نے جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا ایک پستول نکال کر صفدر کی طرف اچھال دیا۔ صفدر نے اسے ہاتھوں ہی پر روکا اور ان تینوں کو کور کرتا ہوا بولا۔ "اپنی جگہ سے ہلنا بھی نہیں۔!"

"سچ کہتا ہوں گلا ہی گھونٹ کر ماروں گا۔!" فلچر بولڈ ہانپتا ہوا غرایا۔

"اگر تھوڑی دیر بعد اس کے قابل رہے تو۔!" عمران نے اس کی گرفت سے بچنے کے لئے بائیں جانب جست لگاتے ہوئے کہا۔

"مار ڈالوں گا....!" وہ جھپٹ جھپٹ کر حملے کرنے لگا۔

کریسٹن صفدر سے کہہ رہی تھی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ یہ کھیل ختم ہونا چاہئے۔!"

"میرا دوست بھی کم خطرناک آدمی نہیں ہے۔!"

"احمق ہے....!" کریسٹن جھنجھلا کر بولی۔ "کئی بار ایسا ہوا ہے کہ وہ اسے گرا سکتا تھا۔!"

"اب یہ اس کی تفریح ہے.... کوئی کیا کر سکتا ہے۔!"

دفعتاً فلچر بولڈ دیوار سے لگ کر ہانپتا ہوا بولا۔ "تم آخر چاہتے کیا ہو۔!"

"نقاب ہٹا دو.... اپنے چہرے سے۔!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

فلچر بولڈ نے نقاب اتار پھینکی۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا....!" کریسٹن بول پڑی اور فلچر بولڈ نے اسے گھور کر دیکھا۔

چند لمحے اسی طرح گھورتا رہا پھر بولا۔ "سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔!"

"تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل دینے والے۔!"

"بکواس مت کرو.... اگر میں نے دخل اندازی نہ کی ہوتی تو وہ اسکیچ بک صاف نکال لے جاتا۔!"

"تو تم نے دخل اندازی کی تھی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ہاں.... میری وجہ سے بچ گئی اسکیچ بک....!"

"میں سمجھ گیا.... تم ہف روجر کو ملا کر فراڈے کے حالات سے باخبر رہے ہو گے۔!"

"ہاں.... میں نے یہی کیا تھا....؟"

"اور فراڈے کا خاتمہ بھی تمہارے ہی ہاتھوں ہوا ہو گا۔!"

"ہاں.... یقیناً....!"

"اب یہ بتاؤ کہ ہف روجر کہاں گیا....؟"

"میں کیا جانوں....؟"

"عمران....! یہ اپنی سانسوں پر قابو پانے کے لئے وقت گزاری کر رہا ہے۔!" کریسٹن چیخ کر بولی۔ "اس بار تم اس کے حملے سے نہ بچ سکو گے۔!"

اور صفدر نے دیکھا کہ کریسٹن کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی فلچر بولڈ نے ریوالور نکال لیا تھا۔ یہ خود اس کا ریوالور تھا کچھ دیر پہلے اس کے تکئے کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔ اسے اپنی اس غفلت پر افسوس ہو رہا تھا کاش کچھ دیر پہلے اسے خیال آیا ہوتا۔!

لیکن اس نے بھی اس کے ہاتھ پر فائر کر دینے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ

نشانہ ٹھیک نہ رہا ہو۔

پھر اسے دوسرا فائر کرنے کی مہلت نہ ملی کیونکہ صفدر کا نشانہ خطا ہوتے دیکھ کر عمران نے فلچر بولڈ پر چھلانگ لگائی تھی۔

اور یہ حرکت قطعی طور پر احمقانہ تھی۔ ہو سکتا ہے کہ خود فلچر بولڈ ہی نروس ہو گیا ہو۔ ورنہ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اپنے تک عمران کے پہنچنے سے پہلے ہی کئی گولیاں اس کے سینے میں پیوست کر دیتا۔

ریوالور پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا.... اس بار کریسٹن نے دوڑ کر ریوالور پر قبضہ کر لیا تھا۔ نہ صرف قبضہ کیا تھا بلکہ دو فائر فلچر بولڈ کی ٹانگوں پر جھونک مارے تھے۔

فلچر بولڈ عمران کی گرفت میں لڑکھڑایا.... اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا....؟" عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ابھی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑیں گے۔!"

"پہلے بھی تو ایک فائر ہوا تھا....!" کریسٹن بولی۔

"احمق وہ اعشاریہ دو پانچ کا پستول تھا.... آواز عمارت سے باہر نہ گئی ہو گی۔ صفدر تم صدر دروازے پر جاؤ.... میں یہاں دیکھوں گا۔!"

صفدر اسے پستول تھماتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

فلچر بولڈ فرش پر دوزانو بیٹھا.... کریسٹن کو خوں خوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا.... اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں تھے۔

دفعتاً عمران نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "مائیکل فراڈے اور اس فراڈے میں کیا تعلق تھا۔!"

"کبھی نہ بتاؤں گا.... اب تو میرے ساتھ یہ راز بھی موت کی آغوش میں جائے گا۔!" فلچر بولڈ کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا میرے محبوب....!" عمران نے خالص رومینٹک انداز میں کہا اور احمقوں کی طرح کریسٹن کی شکل دیکھنے لگا۔

"یا پھر اس کی ایک صورت اور بھی ہو سکتی ہے۔!" وہ کراہے بغیر بولتا رہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم پولیس کے لئے بھی کام کرتے ہو اور مجرموں کے لئے بھی۔ اگر مجھ سے تعاون کرو تو فائدے میں

رہو گے۔ یہ لڑکی تو پاگل ہو گئی ہے۔ اگر اس نے وہیں مجھے بتادیا ہوتا کہ مائیکل مرنے سے پہلے کوئی اسکیچ بنا گیا ہے تو اس کی نوبت ہی نہ آنے پاتی.... میں اس کے حصے کا ضرور خیال رکھتا۔!"

"کیسا حصہ.... کیا مطلب....؟" کریسٹن چونک کر بولی۔

"بھولی نہ بنو....!" وہ غرایا۔ "کیا تم جانتی نہیں تھیں کیا فراڈے نے تمہیں خط نہیں لکھا تھا۔!"

"نہیں.... یہ جھوٹ ہے.... اس کی لاش ہی دیکھی ہے میں نے اور پولیس والوں سے اس کا نام معلوم ہوا تھا۔!"

"خیر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ تم سچ کہہ رہی ہو یا جھوٹ.... میری مدد کے بغیر وہ اسکیچ بک بیکار ہے۔!"

"سنو.... پیارے....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اسکیچ بک میرے پاس ہے لیکن جب تک میں اس کی کہانی اور اہمیت سے واقف نہ ہو جاؤں تمہیں اس کی ہوا بھی نہ لگنے دوں گا۔!"

"میں بہت زیادہ دیر تک اس پوزیشن میں نہیں رہ سکتا۔ خون ضائع ہو رہا ہے۔ پہلے اس کا انتظام کرو۔ اس کے بعد میں کچھ بتاؤں گا۔!"

پھر سب خاموش ہو گئے تھے.... کچھ دیر بعد صفدر واپس آیا.... اس نے بتایا چاروں طرف سناٹے کا راج ہے۔ کسی نے بھی فائروں کی طرف توجہ نہیں دی۔

"انہیں مہمان خانہ نمبر پانچ پہنچانا ہے۔ وہاں اس زخمی کی دیکھ بھال بھی ہو سکے گی۔ تم ان تینوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔!" عمران نے صفدر سے کہا۔

مہمان خانہ نمبر پانچ.... بظاہر ایک دیہی ہسپتال تھا لیکن حقیقتاً ایکس ٹو کے کارندے یہاں مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔ ڈاکٹر ملٹری کی سیکرٹ سروس کا آدمی تھا۔ دن بھر آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ وہاں معالجے کے لئے آتے رہتے اور عمارت کے دوسرے حصوں میں ایکس ٹو کے کام بھی جاری رہتے۔

ڈاکٹر نے فلچر بولڈ کا آپریشن کر کے گولیاں نکال لی تھیں اور اب وہ وہیں ایک کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ کریسٹن اور صفدر بھی یہیں تھے۔ فلچر کے تینوں ساتھیوں کو ایکس ٹو کے ان کوارٹرز میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں قیدی رکھے جاتے تھے۔

دو دن فلچر بولڈ وہاں آرام کرتا رہا پھر ایک رات عمران وہاں پہنچا اور معاملہ کی بات شروع ہوئی۔ کریسٹن بھی وہاں موجود تھی۔

"تم کیا سمجھتی ہو.... مائیکل فراڈے کون تھا....؟" فلچر بولڈ نے کریسٹن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا.... لیکن اس کے چہرے سے نقاہت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔

"وہ ایک آرٹسٹ تھا.... اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔!"

"ہونہہ....!" وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا چند لمحے سر ہلاتا رہا پھر بولا۔ "وہ تمہارے باپ کا اور میرا مشترکہ دوست تھا۔ لیکن تمہارا باپ اسے صرف ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے جانتا تھا۔!"

"اور تم....؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ صرف میں جانتا تھا کہ وہ اتحادیوں کا جاسوس تھا اور دوسری جنگ عظیم کے دوران میں برلن میں کام کرتا رہا تھا۔!"

"یہ بات تو مشہور تھی ہی.... صرف تم کیا جانتے تھے۔!" کریسٹن بولی۔

"لیکن یہ تو میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ صرف اپنے مفاد کے لئے کام کرنے لگا تھا۔ اس نے بہت بڑی دولت سمیٹی تھی اور اسے کہیں چھپا دیا تھا۔!"

"اونہہ.... مجھے اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔!" کریسٹن نے لاپرواہی سے کہا۔

"پھر کیوں دوڑی آئی تھیں....!"

"میرے باپ کی وصیت مجھے یہاں لائی تھی....! انہوں نے کہا تھا جب بھی کسی مشرقی ملک میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش ہو اس میں ضرور حصہ لینا اور دوسری تصاویر کے ساتھ مائیکل کے بنائے ہوئے اسکیچ کی نقل ضرور رکھنا۔!"

"ہوں تو پھر....؟"

"انہیں کی ہدایت کے مطابق تصویر میں مجھے کچھ لکیریں چھوڑ دینی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ جو شخص بھی ان لکیروں کا اضافہ اس نقل میں کر سکے گا میرے لئے خوش نصیبی کا پیام بر ثابت ہوگا۔!"

"ہوں....!" وہ پر معنی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"لکیریں تو بلاشبہ کسی نے بنائیں.... لیکن میں نہیں جانتی کہ میرے لئے خوش نصیبی کا وہ پیامبر کون تھا۔!"

"وہ گیسپر فراڈے تھا.... چور.... اور بالآخر وہ میرے ہاتھوں مارا گیا جانتی ہو.... وہ تمہاری اسکیچ بک چرا لے جانے میں کامیاب ہو جاتا اگر میں نے اس پر نظر نہ رکھی ہوتی۔!"

"اوہ.... تو وہ فرسٹ سیکریٹری....!"

"ہاں.... وہ مائیکل فراڈے کا بیٹا تھا.... اب یہ بات پوری طرح سمجھ میں آئی کہ مائیکل فراڈے نے تم سب کو دھوکہ دیا تھا۔!"

"اب تم مجھ سے بات کرو....!" عمران نے اسے اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔

"ہاں.... آں.... تم غالباً مجھ سے یہی پوچھنا چاہو گے کہ کون سی بات پوری طرح میری سمجھ میں آئی ہے۔!"

"سمجھ دار آدمی ہو....!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"اچھا تو سنو....! میرے علاوہ اور کوئی اس سے واقف نہیں تھا کہ ایک بڑا خزانہ مائیکل کے ہاتھ لگا ہے۔ **کیونکہ میں اس خزانے کے حصول میں اس کا معاون تھا۔ لیکن اس نے مجھے اس کی** ہوا نہ لگنے دی کہ اس نے اسے دوبارہ کہاں چھپایا ہے۔ وہ خزانہ دراصل ایک مالدار یہودی کا تھا جسے نازیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا وہ مجھے تسلیاں دیتا رہا کہ جب حالات موافق ہوں گے خزانہ حاصل کر کے ہم دو برابر حصوں میں بانٹ لیں گے۔!"

وہ خاموش ہو کر کریسٹن کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اسے ہی مخاطب کر کے بولا۔ "جانتی ہو اس رات وہ کہاں سے تمہارے گھر پہنچا تھا۔ نہیں شاید یاد نہ ہو۔ تم بہت چھوٹی تھیں۔ کتنی بھیانک اور طوفانی رات تھی۔!"

"مجھے یاد ہے....!" کریسٹن بولی۔

"کئی دن سے میرے یہاں مقیم تھا اور اس رات چوروں کی طرح نکل بھاگا۔ دن میں اس نے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھا تھا.... اسی گیسپر فراڈے کو جس کی لاش تمہیں اپنے کمرے میں ملی تھی۔!"

"وہ چوروں کی طرح نکل بھاگا تھا....؟" عمران نے پوچھا۔

"بیمار تو تھا ہی میں اس پر زور دے رہا تھا کہ وہ مجھے اس خزانے کا پتہ بتا دے اگر وہ مر بھی گیا تو میں بڑی ایمان داری سے آدھا خزانہ اس کے بیٹے تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔!"

"کیا تم نے وہ خط دیکھا تھا جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا۔!"

"نہیں.... میں اس کی طرف سے بے اطمینانی میں مبتلا نہ تھا ورنہ اسے حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرتا۔ اس نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے دن مجھ کو سب کچھ بتا دے گا۔ لیکن رات ہی کو نکل بھاگا اور پھر اس وقت تک مجھے اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا جب تک کہ جنازے کی نوبت نہیں آ گئی تھی۔"

کچھ دیر کے لئے کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ پھر فلچر بولڈ ہی بولا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اس نے کریسٹن کے باپ کو بھی دھوکہ دیا ہو گا۔ اس نے بظاہر ایک پرندے کا اسکیچ کیا تھا لیکن اس میں اس خزانے سے متعلق تفصیل اور اس کا پورا پتہ پوشیدہ ہو گا۔ ورنہ تم خود سوچو اگر اس کے بیٹے نے کریسٹن کی بنائی ہوئی نامکمل تصویر چند لکیروں کا اضافہ کر کے مکمل کی تھی تو پھر اسکیچ بک چرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تمہارا خیال ہے کہ اس اسکیچ بک میں اس کے کئے ہوئے اسکیچ کے علاوہ کوئی پوشیدہ تحریر بھی ہو سکتی ہے۔!"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں.... مائیکل فراڈے پوشیدہ تحریر کا ماہر تھا۔ ہزار طرح کی تحریریں خود اس کی ایجاد تھیں۔ اس نے میرے گھر سے اپنے بیٹے کو جو خط پوسٹ کرایا تھا اس میں کچھ اشارے اسے لکھ بھیجے ہوں گے ایسے اشارے کہ جنھیں میں بھی نہ سمجھ سکوں اور بقیہ کام کی تکمیل اس نے کریسٹن کے گھر بیٹھ کر کی ہو گی۔ وہ بہت زیادہ بیمار تھا زندگی سے ناامید ہو گیا تھا۔!"

"تو تمہاری دانست میں اس نے جو خط تمہارے گھر سے لکھا تھا اس میں محض یہ اطلاع تھی کہ وہ کوئی یادداشت کریسٹن کے گھر چھوڑے گا اسے چاہئے کہ وہ کسی بھی مشرقی ملک میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش منعقد کرائے اور بتائے ہوئے طریقوں سے اسکیچ بک اڑائے۔!"

"ہاں میرا یہی خیال ہے....؟" فلچر بولڈ برا سا منہ بنا کر بولا۔ "وہ بے حد سور تھا اچھا خاصا مصور بھی تھا اور کیمیادانی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ نظر نہ آنے والی تحریریں بھی اس کے لئے ناممکن نہیں تھیں۔!"

"اسکیچ بک کچھ عرصہ تمہارے پاس بھی تو رہی ہے....! کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کرنے کی کوشش کی۔!" عمران نے پوچھا۔

"تلاش کی تھی....! نہیں مل سکی اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ خفیہ تحریر اس کے کسی نہ

سی حصے میں ضرور پائی جائے گی۔!"

عمران تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "اچھی بات ہے تم آرام کرو..... جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو دونوں مل کر خزانہ تلاش کریں گے۔!"

"میری اسکیچ بک واپس کر دو.....!" دفعتاً کریسٹن نے اس سے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میرے ایک دوست کے بچے نے اس پر پیشاب کر دیا تھا۔ دھونے کی کوشش کی گئی تو بالکل صاف ہو گئی۔!"

"تم جھوٹے ہو..... لاؤ میری اسکیچ بک.....!" وہ اس کے کوٹ کا کالر پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چیخی۔!

* * *

ثریا کی سالگرہ کا جشن برپا تھا..... مہمان جوق در جوق تحائف لے کر آ رہے تھے۔ اس کے سامنے والی میز پر تحائف کے ڈھیر لگتے رہے۔

دفعتاً عمران ہال میں داخل ہوا۔ ہیت کذائی وہی تھی جس پر رحمان صاحب کو سب سے زیادہ تاؤ آتا تھا۔ یعنی زرد قمیص نیلی پتلون اور سرخ ٹائی۔ پیروں میں بے داغ سفید جوتے تھے۔!

اور چہرے پر حماقتوں کا عالم تو پوچھنا ہی کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اتنے بڑے مجمع کو دیکھ کر بوکھلا گیا ہو۔

سیدھا رحمان صاحب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔!

وہ چونکے تھے اور اسے ایسے ناخوشگوار انداز میں دیکھا تھا جیسے ابھی اٹھیں گے اور فون کر کے پولیس کو طلب کر لیں گے۔

عمران نے بڑے ادب سے جھک کر اپنا تحفہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

"کیا ہے.....؟" رحمان صاحب نے جھلا کر پوچھا۔

"تت..... تحفہ.....!" عمران ہکلایا۔

"تو مجھے کیوں دے رہا ہے۔!"

"کنفیوشس نے کہا ہے کہ میں نے آج تک کوئی ایسا احمق نہیں دیکھا جو درخت کی جڑ میں پانی دینے کی بجائے اس کے پتوں پر چھڑکاؤ کرتا ہو۔!"

"کیا بکواس ہے.....؟"

"ثریا کو تحفہ دینے سے کیا فائدہ۔!"

"کیا ہے اس میں.....؟"

"گھاؤنچ بیرا.....!"

"دھکے دلوا کر نکلوا دوں گا۔!"

"تو میں اپنے ساتھ اس مجرم کو بھی واپس لے جاؤں گا جس نے ولیم گیسپر فراڈے کو قتل کیا تھا اور جس نے ہف روجر کو بھی ٹھکانے لگایا۔!"

"کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا.....!"

"چار نامعلوم آدمیوں سمیت.....!"

"کیا لاشیں ملی ہیں.....؟"

"قاتل نے لاشیں غائب کرا دی ہیں۔!"

"کون ہے قاتل.....؟"

"شاید آپ یقین نہ کریں کیونکہ وہ سرکاری مہمان ہے۔!"

"صاف صاف کہو..... نہیں ٹھہرو..... یہاں نہیں..... میرے ساتھ آؤ۔!"

وہ اسے ایک دور افتادہ کمرے میں لائے۔

"اب بتاؤ.....!"

"ایک سوئیڈش چیف آف پولیس..... بیرن فلچر بولڈ.....!"

"نہیں.....!"

"یقین کیجئے..... اس کے اعترافات میں نے ٹیپ کرا لئے ہیں۔!"

اور پھر اس نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرا دی۔

"میرے خدا.....!" رحمان صاحب سر تھام کر بیٹھ گئے۔

عمران نے کاغذ میں لپٹا ہوا تحفہ نکالا۔

"اور یہ رہا گھاؤنچ بیرا.....!" اس نے فریم کی ہوئی تصویر ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "اس تصویر کی اڑان ملاحظہ کیجئے..... جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر یہاں غروب ہوئی ہے۔!"

"اگر یہ سچ ہے کہ بیرن فلچر بولڈ ان حرکتوں کا ذمہ دار ہے تو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی وہ سچ مچ سرکاری مہمان ہے۔!"

"آپ جانیں.... میں نے اپنا کام پورا کر دیا۔!"

"وہ کہاں ہے....!"

"بس اسے قیدی ہی سمجھئے.... جہاں بھی ہے وہاں سے نکل نہیں سکتا۔!"

"اور وہ اسکیچ بک....؟"

"میرے پاس ہے.... وہ بھی پیش کروں گا۔!"

"کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کرلی ہے۔!"

"جی ہاں.... اور اس تحریر کی کنجی اسی اسکیچ میں موجود ہے۔!" کچھ لکیریں اس طرح کھینچی گئی ہیں اس میں کہ انہیں ترتیب دینے سے دو لفظ بنتے ہیں۔ "گہرا دھواں" بس میں نے اس صفحے کو گہرا دھواں دکھادیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد صفحے کے سادہ حصوں پر حروف ابھرنے لگے۔ ملاحظہ فرمایئے۔!"

"عمران نے ہینڈ بیگ سے اسکیچ بک نکال کر وہی صفحہ کھولا۔

رحمان صاحب اسے بغور دیکھتے اور سر ہلاتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد بولے۔ "فوری طور پر اسے میرے محکمے کی حوالات کے سپرد کردو اور اس لڑکی کو بھی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ گیبر نے نمائش والی تصویر مکمل کیوں کی۔ لڑکی کے کمروں میں جاکر چپ چاپ اسکیچ بک تلاش کرلیتا۔!"

"میری دانست میں یہ حرکت لڑکی کو نمائش ہی میں روکے رکھنے کے لئے کی گئی تھی.... تاکہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اطمینان سے اس کے سامان کی تلاشی لے سکے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی اس تصویر کو اس شام کو مکمل پاکر وہیں تو اس آدمی کا انتظام کرتی جو اس کے لئے خوش بختی کا پیام لانے والا تھا۔ لیکن ہیہات....! وہ شب تاریک کا بچہ بیچ میں آکودا اور سارا معاملہ گھاؤنچ برا ہو کر رہ گیا۔!"

"بکومت.... اب یہ نام میرے سامنے نہ دہرانا۔!"

"لیکن تصویر تو آپ ہی کو رکھنی پڑے گی.... اگر میں اپنے گھر لے گیا تو مجھے ساری زندگی اس اندھے کی لاٹھی بنا رہنا پڑے گا۔!"

کرسٹن غصے سے سرخ ہو رہی تھی اور عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے پہلے بھی پٹ چکا ہو اور مستقبل قریب میں بھی پٹ جانے کے امکانات ہوں۔

"میں اپنی اسکیچ بک لیے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گی.... سمجھے۔!" وہ کچھ دیر بعد گرجی۔

"کس طرح سمجھاؤں تمہیں کہ خزانے تک تمہارے ہاتھ نہ پہنچ سکیں گے.... کیونکہ وہ مشرقی جرمنی میں دفن ہے کسی بھی غیر کمیونسٹ ملک کی دال وہاں نہیں گلے گی۔!"

"جہنم میں گیا خزانہ.... وہ اسکیچ بک ہی میرے لئے بہت قیمتی ہے.... ہزاروں پونڈ اس کے دام پہلے بھی لگ چکے ہیں۔!"

"یہ میرا وعدہ ہے کہ کچھ دنوں کے بعد اسکیچ بک تمہارے پاس پہنچ جائے گی.... لیکن اس میں وہ صفحہ نہیں ہوگا جس پر مائیکل فراڈے کی خفیہ تحریر ہے۔!"

کرسٹن خاموش ہوگئی پھر آہستہ آہستہ وہ نارمل ہوتی گئی۔

"مجھے افسوس ہے....!" وہ کچھ دیر بعد آہستہ سے بولی۔

"کس بات پر....؟"

"میں خواہ مخواہ گرم ہوگئی تم بھی تو مجبور ہو.... یہ تمہارے ملک کے وقار کا سوال ہے۔ پھر بھی میں تمہاری ممنون ہوں کہ تم نے میرے لئے آسانیاں فراہم کیں.... میں زندگی کے کسی بھی حصے میں تمہیں نہ بھلا سکوں گی۔!"

"کنفیوشس نے بھی یہی کہا تھا....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا کہا تھا کنفیوشس نے....؟" کرسٹن مضحکہ اڑانے والے انداز میں مسکرا کر بولی۔

"یہی کہ عورت ارادی طور پر جھوٹ نہیں بولتی بلکہ یہ اس کی فطرت ہے۔ جس طرح میں غیرارادی طور پر اپنے کان کھجاتا ہوں اسی طرح وہ جھوٹ بولتی چلی جاتی ہے۔ نہ میں کان کھجا کر شرماتا ہوں اور نہ وہ اپنے کسی جھوٹ پر نادم ہوتی ہے۔ رہے نام اللہ کا.... اچھا ٹاٹا....!"

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 54

گیارہ نومبر

(مکمل ناول)

پیشرس

"گیارہ نومبر" حاضر ہے! اس نام سے متعلق مجھے کئی خطوط بھی موصول ہوئے ہیں اور لوگوں سے زبانی بحثیں بھی ہوئی ہیں۔!

ایک صاحبہ نے کہا نام سے قطعی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کوئی جاسوسی ناول ہے۔ میں نے کہا ناموں سے کچھ نہیں ہوتا مثلاً آپ کے "نصف بہتر" عاقل و فہیم کہلاتے، لیکن صورت سے بالکل چغد معلوم ہوتے ہیں اور آپ سینکڑوں بار مجھ سے ہی ان کی بد عقلی کا رونا رو چکی ہیں! اس پر وہ بھڑک اٹھیں۔ میں نے عرض کیا لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ جتنا وہ کماتے ہیں اس کے پچھتر فیصد کی آپ کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتے اور احباب میں آپ کی فضول خرچیوں کا رونا روتے پھرتے ہیں۔!

بہر حال آپ کہانی پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ یہی نام مناسب تھا یا نہیں۔!

اب آیئے بے چارے مصنف کی طرف کہ اُسے بہت دنوں کے بعد پھر وہی پرانا مرض لاحق ہوگیا ہے، لیکن اس بار بنگلہ بھاشا میں ہوا ہے یعنی مشرقی پاکستان کے دو پبلشروں نے میرے کچھ ناولوں کا بنگلہ ترجمہ چھاپا ہے اور اس پر میرے نام کی بجائے "مراد پاشا" اور "آلک باری" رسید کردیا ہے۔ یعنی اردو میں تو صرف چوریاں ہی ہوتی تھیں، لیکن بنگلہ میں تو ڈاکہ پڑا ہے مجھ پر!

آلک باری صاحب نے عمران سیریز کے "بھیانک آدمی" کو ذبح
کیا ہے اور مراد پاشا نے شعلوں کے پورے سیٹ پر دھاوا بول دیا ہے!
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہی غریب کیوں ایسوں کے
ہتھے چڑھتا ہے۔ (اسے صنفِ تجاہلِ عارف کہتے ہیں)

ان پبلشروں کے خلاف قانونی کارروائی کی جارہی ہے اور
انشاءاللہ انہیں کراچی ہی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔

سنا ہے کہ کراچی میں کوئی گجراتی اخبار عمران سیریز کا کوئی ناول
نہ صرف چھاپ رہا ہے بلکہ کرداروں کی ایسی قلمی تصاویر بھی وہ اخبار
میں چھاپ رہا ہے جنہیں دیکھ کر بعض "عمران پسند" آپے سے باہر
ہوگئے ہیں! قلمی تصاویر وہ اخبار چھاپ رہا ہے اور سلواتیں مجھے سننی
پڑرہی ہیں۔ یہ دوسرا مرض ہے جو مجھے ہی لاحق ہوا ہے۔

اب آپ مشورہ دیجئے کہ عدالتی کارروائی مناسب رہے گی یا
گنڈے تعویذ کروں۔!

خرچ دونوں میں ہوتا ہے، لہٰذا آپ خرچ کی پرواہ نہ کریں۔

مجھے اپنے مشوروں سے مالامال فرمائیں۔

ورنہ آپ جانتے ہیں کہ میرے کرداروں پر ناول لکھنے والوں
کی تعداد تو اب گنڈے تعویذ کی دسترس سے بھی نکل کر ٹائیفون اور
ڈی ڈی ٹی کی حدود میں داخل ہوگئی ہے۔

والسلام

۱۶ر جنوری ۱۹۶۹

دوسروں کا خیال تھا کہ اُس نے آم کی گٹھلی شرارتاً اس جگہ پھینکی تھی۔ لیکن عمران بڑی بڑی
قسمیں کھا رہا تھا انہیں یقین دلا رہا تھا کہ ان کا خیال غلط ہے۔

"دراصل یہ آم....!" اس نے بڑی عقیدت مندانہ انداز میں کہا۔ "مجھے ایک پیر صاحب
نے تحفتاً بھجوایا تھا.... میں سوچ رہا تھا کہ گٹھلی کہیں دفن کردوں....! اس لئے سڑک پار کررہا
تھا کہ وہ ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔ جب سے سائیکولوجیکل ریسرچ کا کارخانہ کھلا ہے.....طبیعت
تصوف کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے۔!"

"کچھ بھی ہو....! لیکن اس بیچاری کے چوٹ آئی ہے۔!" صفدر بولا۔

"ایسے متبرک آم کی گٹھلی پر پیر پڑے گا تو چوٹ تو آنی ہی ہوئی۔! پیر صاحب کا تحفہ تھا۔!"

"گٹھلی سڑک پار کرنے کے بعد گری تھی۔!" نعمانی نے کہا۔

"اللہ کی مرضی....!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"وہ خصوصیت سے سامنے والے مکان کی نچلی سیڑھی پر گرائی گئی تھی....!" تنویر عمران کی
آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

"مشیت ایزدی....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اور وہ بیچاری بیہوش ہوگئی تھی گرتے ہی....!" نعمانی بولا۔

"مر بھی جائے تو اللہ کی مرضی میں کسے دخل....!" عمران کراہا۔

"تم عنقریب پاگل ہونے والے ہو....!" تنویر نے آنکھیں نکالیں۔

"پرانی خبر ہے.... غالباً ایک سال پہلے کی....!" عمران بولا۔

اتنے میں چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کے آثار تھے۔

چوہان نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔!"

"صاب مر گیا....!"

"کون مر گیا....!"

"وئی....! میم صاحب جو اوور زینوں سے گرا تھا۔!"

"نہیں....!"

"ہاں صاحب.... اُسے اُودر ہسپتال لے جاتا تھا راستے میں مر گیا۔!"

"کیسے معلوم ہوا....؟"

"اس کا نوکر بتایا....!"

"تو تمہیں کیا پریشانی ہے.... جاؤ اپنا کام کرو....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہ چپ چاپ باہر نکل گیا۔

اب وہ سب خاموشی سے عمران کو گھورے جا رہے تھے۔

دفعتاً عمران نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آؤ چلیں۔!"

صفدر تو بے چون و چرا اٹھ گیا تھا لیکن تنویر نے اس کی راہ روک لی۔

"کیا مطلب....؟" عمران اسے نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔

"تمہیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔!" تنویر نے دانت پیسے۔

"رشتے داری تھی تمہاری۔!"

"یہ تو پھانسی کے تختے ہی پر معلوم ہوگا۔!"

"بھائی آنریری مجسٹریٹ ہوگئے ہیں کیا....؟" عمران نے صفدر سے پوچھا۔

"سامنے سے ہٹ جاؤ....!" صفدر نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تم ایک مجرم کو فرار ہونے میں مدد دے رہے ہو۔!"

عمران نے ان سب کو باری باری سے بغور دیکھا اور بولا۔ "شائد میری عدم موجودگی یہاں چرس نوشی ہونے لگی ہے۔"

چوہان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"ایک بات بتاتے جاؤ....!" اس نے کہا۔ "بات سامنے کی ہے.... اگر اس کے متعلق ہم ے بھی پوچھ گچھ ہوئی تو۔!"

"آم کی گٹھلی زیر بحث نہ آنے پائے۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"وہ تو ضرور آئے گی۔!" تنویر مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"تو پھر اپنا حشر بھی دیکھ لینا....!" اس نے اُسے دھکا دے کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اور فدر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر نکل گیا۔

صفدر کی گاڑی قریب ہی کھڑی تھی۔

"مجھے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب لے چلو....!" اس نے اس سے کہا۔

صفدر خاموشی سے اسٹیئرنگ سنبھال کر بیٹھ گیا.... دوسری طرف کا دروازہ کھول کر عمران ی اس کے قریب آ بیٹھا۔

گاڑی چل پڑی اور صفدر بولا۔ "بعض اوقات....!"

"میں بالکل دیوانہ معلوم ہوتا ہوں۔!" عمران نے جملہ پورا کر دیا۔

"آخر یہ سب کیا تھا....؟"

"ابھی تو کچھ بھی نہیں تھا....!"

"لیکن....!" صفدر کچھ کہتے کہتے رک گیا.... اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"میرے خیال سے کوئی اور ذکر چھیڑو....!" عمران نے بڑے خلوص سے مشورہ دیا۔

"یعنی وہ مر گئی.... اور آپ....!"

"جی ہاں.... میں اس کا سوگ منانے کو زندہ بیٹھا ہوں.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ راتنے خدا ترس کیوں ہوگئے ہیں.... آہا سمجھا.... سائیکولوجیکل ریسرچ کے کارخانے میں ے ہوئے ہیں نا...... **اللہ رحم کرے دوسرے ممالک کے نفسیات کے طالب علم ورڈز ورتھ بنتے** ،ولیم جیمز بنتے ہیں یونگ بنتے ہیں ایڈلر بنتے ہیں لیکن ہیہات یہاں کے ماہر نفسیات لوگوں کی میتوں کا تجزیہ کرنے بیٹھتے ہیں اور انہیں ولی اللہ ثابت کر دینے کے بعد سوچتے رہ جاتے ہیں کہ ود کیا چیز ہیں۔ ملک کے سارے بڑے افسروں کو ان سے رجوع لانا چاہئے۔!"

"رجوع کرنا....!" صفدر نے تصحیح کی۔

"رجوع لانا صحیح ہے.... اب تم زبان پر بحث کرو گے.... تمہاری پچھلی نوکری پر واپ
بھجوادوں گا.... یاد رکھنا میں نے بھی تھوڑی سی نفسیات پڑھی ہے۔!"

"اچھا یہی بتا دیجئے کہ یہ سائیکولوجیکل ریسرچ کا ادارہ کیوں قائم کیا گیا ہے....؟"

"یہ اپنے چیف ایکس ٹو سے پوچھو....!"

"میرا خیال ہے کہ دانش منزل کے بعد یہی ہیڈ کوارٹر بنے گا۔ عمارت میں توسیع ہو رہی ہے۔!"

"بس مجھے اب اللہ اللہ کرنے دو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر درویشانہ شان سے بولا۔ صفدر
کچھ نہ بولا۔ لیکن الجھن بدستور قائم رہی۔

پچھلے ماہ انہیں ایکس ٹو کی طرف سے "تنظیم نو" کا حکم ملا تھا.... اور اسی کے مطابق سیکر
سروس کے ممبروں نے ایک مجوزہ عمارت پر "ادارہ تحقیقات نفسی" کا بورڈ لگا دیا تھا۔

مختلف شعبوں کے منتظمین کی حیثیت سے وہ اس عمارت میں بیٹھنے لگے تھے۔ وہیں اوپر
منزل پر ان کے لئے رہائشی فلیٹ بھی موجود تھے۔

لیکن صفدر کو اس سے الگ رکھا گیا تھا.... وہ جہاں پر تھا وہیں مقیم رہا۔ کبھی کبھی عمران
اُسے ساتھ لے کر اس طرف بھی آنکلتا تھا۔

آج بھی یہی ہوا تھا.... عمارت کے سامنے سڑک کے پار دوسری عمارت تھی شائد
عمارت کی طرف وہ لوگ توجہ بھی نہ دیتے.... لیکن وہ لڑکی جو اس عمارت کی اوپری منزل
رہتی تھی بڑی پرکشش تھی۔!

وہ سبھی اس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے.... ٹھیک پانچ بجے شام کو وہ زینوں پر دکھا
دیتی.... کہیں باہر جاتی تھی.... لیکن واپسی کا علم کسی کو نہ ہوتا.... جب سے وہ اس عمارت
آئے تھے انہوں نے لڑکی کے معمول میں کوئی فرق نہیں دیکھا تھا۔

وہ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی تھی.... اس عمارت کے فلیٹوں میں کئی غیر
گھرانے آباد تھے۔

جولیانا فٹنر واٹر نے اس لڑکی کی قومیت کا اندازہ لگایا تھا اس کا خیال تھا کہ وہ اطالوی ہے۔
لیکن عمران نے کہا تھا کہ ہر خوبصورت لڑکی بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کو کسی
قوم کے لئے مخصوص کر دینا غیر سائنٹیفک حرکت ہے۔!

پھر اس نے شائد اُسے کسی قسم کے سائنٹیفک نکتہ نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا کیونکہ اس کے
بعد اسے دیکھنے کے لئے اس کے ہاتھوں میں ہمیشہ دوربین ہوتی۔

اور پھر یہ واقعہ پیش آیا۔

صفدر کی الجھن بڑھتی رہی.... اور وہ بالآخر ٹپ ٹاپ کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے صفدر گاڑی کو
پارکنگ شیڈ کی طرف لیتا چلا گیا۔

"گڈ" عمران گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ "اب تم دیکھو گے کہ پیر صاحب کا آم کتنا کراماتی تھا۔!"

"عمران صاحب.... وہ مر گئی....!" صفدر جھنجھلا کر بولا۔

"اب پھر کتنی دیر بعد یہی اطلاع دو گے۔!"

"مناسب یہی ہے کہ میں خاموش رہوں....!" صفدر کے لہجے کی تلخی کچھ اور بڑھ گئی۔

"سمجھدار بچہ وہی ہے جو ڈیڈی کی نظریں پہچان سکے۔!"

وہ ہال میں آئے اور عمران ایک خالی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ صفدر نے اس میز پر ریزرویشن
کارڈ پڑا دیکھا تھا.... لہٰذا بیٹھنے سے قبل اس نے کہا۔ "کیا اب یہاں ذلیل کرا دینے کا ارادہ ہے۔!"

"اگر تم کھلانے پلانے کو ذلیل کرانا سمجھتے ہو تو میں باز آیا...!" عمران کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"میں یہ عرض کر رہا تھا....!" صفدر نے ریزرویشن کارڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اچھا.... اچھا.... میں سمجھا.... فکر نہ کرو بیٹھ جاؤ....!"

"اگر اٹھا دیئے گئے تو....!"

"ہم تو غلطی سے بیٹھ رہے ہیں....!" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں....!"

"غلطیاں کر کے "اوہ معاف کیجئے گا" کہنے میں ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتا ہوں....
آج تم بھی ٹرائی کرو....!"

"میں تو نہیں بیٹھوں گا۔!"

"گریبان پکڑ کر بٹھا دوں گا۔!"

اتنے میں ایک ویٹر تیز قدموں سے ان کی طرف آیا اور سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔

"وعلیکم السلام....!" کہہ کر عمران نے پرتپاک انداز میں اس سے مصافحہ کیا اور اس کے

متعلقین کی خیریت دریافت کرنے کے بعد موسم کے احوال پر اتر آیا۔

صفدر کو اس دوران میں اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ وہاں سے اٹھائے نہیں جائیں گے لہٰذا وہ بھی بیٹھ گیا۔

ویٹر سے گفتگو کر کے عمران نے صفدر سے پوچھا۔ "کیا نہ کھاؤ گے اور کیا نہ پیو گے۔!"

"میں صرف کافی پیوں گا۔!"

"کیوں بھئی کافی کس بھاؤ بک رہی ہے۔!" عمران نے ویٹر کی طرف مڑ کر پوچھا۔

ویٹر دانت نکالے ہوئے رخصت ہو گیا۔!

"بخدا بعض اوقات آپ حد سے گذر جاتے ہیں.... پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ میز خود آپ نے ریزرو کرائی تھی....!" صفدر بولا۔

"اتنی پرانی اطلاع آج کیونکر دیتا.... چھ ماہ سے صرف میرے لئے مخصوص ہے۔!"

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں....!"

"ذلیل کرانے....!"

"کیا مطلب؟"

"کھلانے پلانے.... اس کے بعد بائیسکوپ بھی دکھاؤں گا۔!"

"اچھی بات ہے.... میں تن بہ تقدیر ہوں....!"

"جیتے رہو.... ایسی ہی اسپرٹ رکھنی چاہئے۔!"

صفدر خاموش ہو گیا.... عجیب سی وحشت اس کے ذہن پر طاری تھی۔ بار بار اُسے وہ لڑکی یاد آرہی تھی۔

لیکن گر کر بیہوش ہو جانا اور چیز ہے اور مر جانا.... بسا اوقات لوگ محض دہشت کی وجہ سے بیہوش ہو جاتے ہیں.... اور پھر وہ تو آخری نچلی سیڑھی سے گری تھی۔!

صفدر نے اپنی پیشانی پر ہتھیلی رگڑتے ہوئے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا وہ اس طرح مگن بیٹھا تھا جیسے یہاں کے ماحول میں بیوی بچوں کے وجود کو بھلا دینا چاہتا ہو۔

"سنئے....!" صفدر نے اُسے مخاطب کیا۔

"ضرور سنوں گا.... لیکن اس طرح بیویاں شوہروں کو مخاطب کیا کرتی ہیں۔!"

"خدا کے لئے سنجیدہ ہو جایئے۔!"

"چلو.... کہو.... کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"ہم لوگوں کے علاوہ بھی آس پاس والوں نے آپ کو وہاں آم کی گٹھلی گراتے دیکھا ہو گا۔!"

"تو پھر....؟"

"آپ یقیناً زحمت میں پڑ جائیں گے.... اور تنویر بھی تو وہیں موجود تھا۔!"

"ارے.... تنویر....!" عمران ہنس کر رہ گیا.... پھر بولا۔ "اس کی مثال تو اُس فلمی گیت کی سی ہے۔ تمہی ہو محبوب میرے میں کیوں نہ تمہیں بور کروں۔!"

"آپ جانئے....!" صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ وہ پھر جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔

لیکن اس جھنجھلاہٹ کے باوجود بھی اس نے محسوس کیا کہ عمران کی توجہ اسکی طرف نہیں ہے۔!

اتنے میں ویٹر کافی لایا لیکن عمران کی توجہ قریب والی میز سے نہ ہٹ سکی۔

وہ کوئی غیر ملکی آدمی تھا.... مشرق بعید کے کسی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ آنکھوں اور ناک کی مخصوص بناوٹ کی بناء پر جاپانی یا تھائی ہو سکتا تھا۔

صفدر کافی بنانے لگا.... پھر جب اس نے ایک پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اُسے ایسے انداز میں دیکھنے لگا جیسے اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔!

"کافی....!" صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اس آدمی کا نام یوکاوا ہے....!" عمران نے کہا۔

"میں کافی پیش کر رہا ہوں.... اسے جہنم میں جھونکئے....!"

"ہوں.... اچھا....!" عمران نے کافی کی پیالی اٹھا کر ایک چسکی لی۔

ویسے صفدر کو بھی اب اُس آدمی کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا پڑا تھا.... بھلا عمران اس میں یونہی خواہ مخواہ کیوں دلچسپی لینے لگا۔

وہ آدمی اپنی میز پر تنہا تھا اور بار بار صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"یوکاوا....!" صفدر نے دل ہی دل میں دہرایا اور کافی پینے لگا۔

"پچھلے سال میں نے گیارہ نومبر کو گیارہ اونٹ شکار کئے تھے۔!" دفعتاً عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ زبان انگریزی استعمال کی تھی۔ بظاہر مخاطب صفدر تھا لیکن صفدر اچھی طرح سمجھتا تھا کہ یہ بکواس کسی اور کے لئے تھی۔

صفدر نے یوکاوا کو چونکتے دیکھا۔ پھر وہ عمران کیطرف اسی طرح متوجہ ہوا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ حیرت سے اُس کے ہونٹ کھل گئے تھے۔ پھر اچانک وہ اپنی میز سے اٹھ کران کے پاس آبیٹھا۔ اب اس کے ہونٹوں پر لطیف سی مسکراہٹ تھی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان دونوں کے لئے گہرے جذبات رکھتا ہو۔

"یہ ملک بڑا خوبصورت ہے۔!" اس نے کہا۔

عمران نے مسکرا کر سر کو جنبش دی.... کچھ بولا نہیں.... صفدر نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر اس بن بلائے مہمان کے لئے بھی کافی طلب کی۔

یوکاوا کے ہاتھ میں رول کیا ہوا ایک اخبار تھا جسے اس نے میز پر رکھ دیا اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"اوہ شائد میرا پرس برساتی کی جیب میں رہ گیا جسے میں کلوک روم میں چھوڑ آیا ہوں....!" اس نے کہا اور اٹھ گیا۔

صفدر نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے تھے پھر بند کر لئے اور.... اور.... اُسے تیزی سے صدر دروازے کی طرف جاتے دیکھتا رہا تھا۔ عمران بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

"عجیب ہونق آدمی معلوم ہوتا ہے....!" صفدر بالآخر بولا۔

"لیکن اب وہ واپس نہیں آئے گا....!" عمران نے سر کو مایوسانہ جنبش دی۔

"کیوں....؟ آخر بات کیا ہے۔!"

"کسی اور کے دھوکے میں اس میز پر آبیٹھا تھا۔!"

"آخر کیوں....؟"

"گیارہ نومبر تھی اس کی وجہ.... گیارہ اونٹوں والی بات محض تفنن طبع کے لئے کہی گئی تھ ویسے یہ اور بات ہے کہ تفنن طبع کے معنی بھی مجھے نہ معلوم ہوں۔!" عمران نے کہا اور وہ رول ہوا اخبار اٹھا لیا جسے یوکاوا چھوڑ گیا تھا۔!

ویٹر دوبارہ طلب کی ہوئی کافی لے آیا۔

"اب میں اس کا کیا کروں....!" صفدر نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کس کا....؟" عمران نے اخبار سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔ اس نے اُسے میز پر پھیلا لیا تھا۔!

"یہ کافی میں نے اسی کے لئے منگوائی تھی۔!"

"اس لئے اس کے دام بھی خود ہی بھگتو گے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد عمران بڑبڑایا.... "غلطی ہو گئی۔!"

"کیا مطلب....؟"

"پیغام تو موجود ہے.... لیکن پتہ نہیں کس کے لئے ہے۔!"

"پتہ نہیں آپ کہاں کی ہانک رہے ہیں۔!"

"یہ دیکھو....! اخبار میں جگہ جگہ بعض الفاظ کے نیچے لکیریں کھینچی گئی ہیں! اگر ان الفاظ کو بالترتیب یکجا کر دو تو یہ پیغام بنے گا کہ "لڑکی زینوں سے گر کر بے ہوش ہو گئی اور ہسپتال پہنچتے پہنچتے اس نے دم توڑ دیا۔!"

"خدا کی پناہ.... تو ابھی تک اسی لڑکی کا چکر چل رہا ہے۔!"

"اور دیکھو کب تک چلتا ہے۔!"

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے عمران کو گھورتا رہا۔

"لیکن ایک بات ہے....!" عمران کچھ دیر بعد بولا۔ "جسے یہ پیغام دینا تھا اُسے شائد وہ بھی نہیں جانتا تھا ورنہ میرے حوالے کیوں کر جاتا۔!"

"سوچتے اور کڑھتے رہئے۔!"

"ہائیں.... کیا مطلب....!" عمران نے اُسے بغور دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

"جی....!"

"کیا تم آج کل بیگمات میں زیادہ اٹھ بیٹھ رہے ہو....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"یہ کڑھنا وڑھنا بولنے لگے ہو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ شائد کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا.... لیکن صفدر نے محسوس کیا جیسے وہ پھر کسی طرف متوجہ ہو گیا ہو۔!

"لو بھئی شائد.... مسٹر یوکاوا کو اسی کا انتظار تھا۔!"

اشارے کی سمت نظر اٹھی تو آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی۔ بڑی خوبصورت لڑکی تھی.... کاؤنٹر کے قریب رک کر میزوں کا جائزہ لینے لگی تھی۔

پھر کاؤنٹر کلرک سے کچھ پوچھا بھی تھا۔

"کیا خیال ہے....!" عمران بولا۔ "مجھے تو یہ بھی جاپانی ہی لگے گی اگر کسی طرح اس کی ناک چپٹی کر دی جائے۔!"

"یہ مغربی یورپ کے کسی ملک کی معلوم ہوتی ہے۔!" صفدر نے کہا۔

اب وہ لڑکی کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی.... اور اس کا رخ میزوں کی طرف تھا۔

"عمران نے اخبار کے دو ورق الگ الگ رول کئے اور انہیں برابر سے میز پر کھڑا کرتا ہوا بولا۔ "دیکھو.. اب اس گیارہ کا کمال وہ تیر کی طرح اس طرف آئیگی... کافی تیار رکھو اس کیلئے۔!

عمران کا یہ خیال بھی درست ثابت ہوا.... وہ سچ مچ ان کی میز کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔

جیسے ہی وہ قریب پہنچی عمران نے اخبار کے ورقوں کو پھر ایک ہی رول کی شکل دے کر میز پر ڈال دیا۔

اتنی دیر میں وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ چکی تھی.... کوئی کچھ نہ بولا۔ صفدر نے اس کے لئے کافی بنائی اور کچھ کہے بغیر اس کی طرف بڑھا دی جو خاموشی ہی سے قبول کر لی گئی۔!

عمران نے صفدر کو خاموش رہنے کا اشارہ پہلے ہی کیا تھا۔!

"میں بہت پریشان ہوں....!" لڑکی کافی کی پیالی ختم کر کے بولی۔ "تم دونوں میں سے وہ کون ہے؟"

صفدر تو خاموش ہی رہا البتہ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم ہو....!" لڑکی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اور عمران نے مغموم انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اوہ.... اگر یہ سچ ہے تو مجھے خوش ہونا چاہئے۔!" لڑکی بولی اور عمران نے احمقانہ انداز میں دانت نکال دیئے۔

اس کے بعد لڑکی نے اخبار اٹھا لیا اور اب عمران اس کی طرف سے بالکل لاپرواہ نظر آ رہا تھا۔

"تم نے مجھے بلایا ہے....! میں آ گئی۔!" لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا....!"

"کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔!"

"مل گیا یا نہیں....؟"

"تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو.... کہیں مجھ سے غلطی تو نہیں ہوئی۔!"

"کیسی غلطی....؟"

"تم نے کل مجھ سے فون پر کہا تھا کہ مجھ سے یہیں ملو گے اور تمہارے ہاتھ میں اخبار کے دو رول ہوں گے۔!"

"ہاں کہا تو تھا....!"

"پھر اتنی بے مروتی سے کیوں پیش آ رہے ہو....!"

عمران کچھ نہ بولا۔

صفدر کا دماغ پھر چکرانے لگا تھا.... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!

"تم نے مجھے لکھا تھا کہ تم بہت خوبصورت ہو....! لیکن اگر بڑھاپے میں کوئی ساتھ دے سکتا ہے تو وہ صرف میں ہوں۔!"

"یقیناً میں نے لکھا تھا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"پھر سرد مہری کا کیا مطلب....؟"

"تمہارے بڑھاپے کا انتظار کر رہا ہوں۔!" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

صفدر نے ہنسی روکنے کے سلسلے میں دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"کہاں قیام ہے تمہارا....!" عمران نے پوچھا۔

"ایڈلفی.... میں.... روم نمبر بیاسی....!"

"اچھا تو میں وہیں چل کر تم سے گفتگو کروں گا۔!"

وہ دونوں اٹھے اور عمران نے صفدر سے کہا تھا۔ "ایک ضروری کام ہے امید ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گے.... کل شام پھر یہیں ملاقات ہوگی۔!" وہ دونوں چلے گئے صفدر نے جلدی جلدی بل ادا کیا اور باہر نکل آیا۔

اس کی اپنی گاڑی پارکنگ شڈ ہی میں موجود تھی۔!

اس نے ان دونوں کو پھاٹک سے نکل کر ایک ٹیکسی رکواتے دیکھا۔

اُسے ان کا تعاقب کرنا تھا.... کیونکہ معذرت کرتے وقت عمران نے ایک مخصوص اشارہ کیا تھا۔

ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت عمران نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔!

لڑکی اسکے برابر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "میں پھر سوچ رہی ہوں کہ کہیں مجھے دھوکہ تو نہیں ہوا۔!"

"بعض لوگ زندگی بھر یہی سوچتے رہ جاتے ہیں۔"

ایڈلفی کے لئے ٹیکسی چل پڑی.... لڑکی نے خود ہی ڈرائیور کو ہدایت دی تھی۔!

"یہ بھی ممکن ہے....!" لڑکی کچھ دیر بعد بولی۔ "میرے خطوط کسی اور کے ہاتھ لگے ہوں اور وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہو۔!"

"ہاں یہ تو ہے....!"

"تم مجھے الجھن میں نہ ڈالو....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "تمہارا رویہ غیر فطری ہے۔!"

"کچھ اور وضاحت کرو....!"

"تمہارے انداز میں گرمجوشی نہیں۔!"

"ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہوں۔!"

"اگر اس قدر ٹھنڈے ہو تو میں خود کو احمق سمجھنے پر مجبور ہوں۔!"

"جو لوگ خود کو احمق سمجھتے ہیں دنیا کے برگزیدہ ترین لوگ ہیں۔ سیدھے جنت میں جائیں گے۔!"

"میں پوچھتی ہوں تم نے ایسے خطوط کیوں لکھے تھے۔!"

"خطوط لکھنا تو میری ہابی ہے۔ کچھ نہیں تو ریڈیو ہی والوں کو بور کرتا رہتا ہوں۔ کہ فلاں گانا ایک بار پھر سنوا دیجئے میں اور میری دادی جان مشتاق ہیں۔!"

"جمال تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"جمال الدین صدیقی کہو.... پورے نام کے بغیر میں متوجہ نہیں ہوتا۔!"

"میرے خدا میں کیا کرنے جا رہی ہوں....؟"

"اگر جواب مل سکے تو ضرور پوچھو خدا سے۔!"

"اچھا بتاؤ میں کون ہوں....؟" لڑکی نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

عمران اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے بول پڑا۔ "ہم ایڈلفی پہنچ گئے۔!"

ٹیکسی ایڈلفی کے کمپاؤنڈ میں پہنچ کر رک گئی۔ لیکن لڑکی بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔!

"کیا اترنے کا ارادہ نہیں ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"اوں.... ہاں....!" وہ چونک پڑی....! چند لمحے عمران کو دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اچھی بات ہے اگر تم وہ نہیں تو کم از کم مجھے اس کے سلسلے میں کوئی معقول مشورہ دے ہی سکو گے۔ یہاں میں اجنبی ہوں۔ تم پہلے مقامی آدمی ہو جس سے اتنی دیر تک گفتگو رہی ہو۔!"

"مشوروں کا ماہر ہوں.... فکر نہ کرو....!"

"ڈرائیور ان کے لئے دروازہ کھولے کھڑا تھا.... لڑکی اتر گئی....! اور دوسری طرف سے عمران خود ہی دروازہ کھول کر نیچے اُترا۔

پھر وہ کمرہ نمبر بیاسی کے سامنے ہی رکے تھے۔! لڑکی نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور پہلے خود اندر داخل ہوئی....! کمرہ خالی تھا۔ عمران نے اس کی تقلید کی۔

"بیٹھ جاؤ....!" لڑکی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"تم بہت خوبصورت ہو۔!" عمران نے بیٹھنے سے پہلے احمقانہ انداز میں کہا۔

لڑکی کچھ نہ بولی.... دفعتاً بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور یوکاوا ہاتھ میں ریوالور لئے ہوئے دکھائی دیا۔ ریوالور کا رخ عمران کی ہی طرف تھا۔

"اس معاملے میں کوئی مشورہ دینے سے پہلے مجھے ڈکشنری کنسلٹ کرنی پڑے گی۔!" عمران نے لڑکی سے کہا۔

لڑکی خاموش رہی۔

"تم کون ہو....؟" یوکاوا عمران کو خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا پھنکارا۔

"ان سے پوچھو....!" عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"بکواس نہیں....! یہ ریوالور بے آواز ہے۔!"

"اچھا..!" عمران کا لہجہ حیرت اور مسرت سے لبریز تھا۔ "میں نے آج تک ایسا ریوالور نہیں دیکھا تھا۔!"

"وقت نہ ضائع کرو.... میری بات کا جواب دو....!"

"میں....؟ میں ہوں....!"

"کیا مجھے تشدد پر آمادہ ہونا پڑے گا۔!"

"بھائی.... یہ خود ہی مجھے یہاں لائی ہیں.... ورنہ میں تو بالکل بے ضرر آدمی ہوں۔!"

"تم نے کلب میں گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا....!"

"گیارہ نومبر....؟ کیا مطلب.... کیسا حوالہ.... اوہ.... میرے خدا.... تم ہی تھے نا

کچھ دیر کے لئے میری میز پر آئے تھے اور پھر اٹھ گئے تھے۔ میں سوچتا ہی رہ گیا تھا....!"

"تم نے گیارہ نومبر کے متعلق کوئی بات کہی تھی۔!"

"مجھے تو یاد نہیں۔!"

"میں سچ کہتا ہوں گولی مار دوں گا۔!"

"سنو میری بات.... میری جیب میں صرف سوا چار روپے ہیں۔! تم یونہی لے لو خواہ مخ

بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ کسی اتنی خوبصورت لڑکی سے سا

پڑنے والا ہے تو آج ہی ساری رقومات بینکوں سے نکلوا لیتا۔!"

"تم یوں نہ مانو گے.... لڑکی....!"

"یس باس....!" لڑکی بولی۔

"دروازہ مقفل کر دو....!"

"اچھا باس....!"

لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ مقفل کرنے کی کوشش کی پھر مڑ کر مایوسانہ لہجے میں بو

"کنجی گھومتی ہی نہیں.... شائد باہر سے کنجی لگی ہوئی ہے۔!"

"پروا نہیں..!" یوکاوا گردن جھٹک کر بولا۔ "تم غسل خانے میں چلی جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں۔

"غسل خانے میں کیوں باس....؟ کیا میں ڈرتی ہوں.... میں بھی دیکھوں گی۔!"

"ارے تو کیا تم ہاتھا پائی کرو گے۔!" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تمہیں ماروں گا۔!"

"آخر کیوں....؟"

"تاکہ تم سچی بات اُگل دو....!"

"کیسی سچی بات.... میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں.... بزرگوں نے ٹھیک ہی نصیحت

تھی کہ کسی لڑکی کو اس کے گھر تک ہرگز نہ پہنچاؤ۔!"

"زبان بند رکھو....! اب آواز نکلی تو گلا گھونٹ دوں گا۔!" یوکاوا نے ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اب وہ آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پھر اچانک اس نے عمران پر چھلانگ لگائی اور دھم سے منہ کے بل فرش پر جا رہا کیونکہ عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔!

پھر وہاں سے جست لگائی تو لڑکی کے قریب پہنچا اور ڈرے ڈرے انداز میں اس کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ب.... بچاؤ.... مجھے۔!" وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

اس نے اس کے شانے بھی پکڑ لئے تھے.... اور پھر تو اسے ڈھال بنا کر رکھ دیا۔ یوکاوا اس پر دوبارہ حملہ کرنے کی گھات میں تھا.... اور عمران لڑکی سمیت پینترے بدل رہا تھا۔

لڑکی نے بہت کوشش کی تھی کہ اس کی ڈھال نہ بنے لیکن اس کے شانے عمران کی گرفت سے نہیں نکل سکے تھے۔

"دیکھو.... مسٹر.... اگر اب تم نے حملہ کیا تو میں اس لڑکی کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔!"

عمران نے یوکاوا کو وارننگ دی۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور یوکاوا اس طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر وہ بڑی پھرتی سے ریوالور دوبارہ نکالتا ہوا ایسی جگہ پہنچ گیا کہ اگر دروازہ کھلتا تو وہ اس کی اوٹ میں ہوتا۔

وہیں سے اس نے لڑکی کو اشارہ کیا.... اور وہ اونچی آواز میں بولی۔ "آجاؤ۔!"

عمران نے اب بھی اس کے شانے نہیں چھوڑے تھے۔!

"یہ کیا کر رہے ہو.... پتہ نہیں کون ہو....!" اس نے عمران سے کہا تھا۔

"زیادہ سے زیادہ جیل چلا جاؤں گا.... اور کیا....!"

دروازہ کھلا.... سامنے صفدر کھڑا تھا.... اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

عمران اسے آنکھ مار کر مسکرایا اور بولا۔ "آجاؤ.... آجاؤ.... بھلا تمہیں چین کہاں.... اس لڑکی کے ساتھ آیا تھا.... بھلا تم کیوں نہ تعاقب کرتے.. چلے آؤ یہاں کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔!"

جیسے ہی صفدر نے کمرے میں قدم رکھا دروازہ بند ہو گیا۔

اس نے داخل ہوتے ہی محسوس کیا تھا کہ حالات غیر معمولی ہیں لیکن جتنی دیر میں وہ سنبھلتا

یوکاوا ریوالور تانے ہوئے سامنے آچکا تھا۔

عمران نے قہقہہ لگایا اور چڑھانے والے انداز میں صفدر سے بولا۔ "پھنس گئے نا آخر ب
بار.... کتنی بار منع کیا ہے کہ میری ٹوہ میں نہ رہا کرو.... لیکن بھلا تمہیں چین کہاں۔ کوئی لڑ
دیکھی میرے ساتھ اور پیچھے لگ گئے۔!"

صفدر احمقانہ انداز میں کبھی یوکاوا کی طرف دیکھتا اور کبھی عمران کی طرف۔

عمران نے اب لڑکی کے شانے چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی تھی۔

لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔!

"سنو مسٹر....!" عمران نے یوکاوا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے دوست کو گو
مار دو اور میں اس لڑکی کا گلا گھونٹے ڈالتا ہوں۔!"

"میں تم دونوں ہی کو گولی مار دوں گا.... ورنہ لڑکی کا گلا چھوڑ دو....!" یوکاوا غرایا۔!

"دیکھو....!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ لڑکی خود ہی میرے دوست کو اپنے سا
لائی ہے۔!"

"اب کیا ہو سکتا ہے....!" عمران چہکارا.... "یہ ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا....
میں لڑکی کا گلا نہیں چھوڑوں گا۔!"

"تم اگر انسانیت سے پیش آؤ تو معاملات رفع دفع ہو سکتے ہیں۔!" صفدر نے یوکاوا سے ک
"میرے دوست کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔! تم کسی عدالت میں بھی اس کے خلاف چ
جوئی کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔!"

"کیسے معاملات....؟"

"جو کچھ بھی ہوں....!"

"تم نہیں جانتے۔!"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ میرا دوست ذہنی فتور میں مبتلا ہے۔!"

"اچھی بات ہے....!" عمران بگڑ کر بولا۔ "اس کے بعد میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ تم
پاگل کہہ رہے ہو۔!"

"ریوالور جیب میں رکھ لو....!" صفدر نے یوکاوا کو پھر مشورہ دیا۔ "اور لڑکی سے پوچھو ک

اس کو یہاں کیوں لائی تھی.... اوہ میرے خدا.... تم تو وہی ہو.... تم بھی تو کچھ دیر ہماری میز پر
بیٹھے تھے۔ آخر یہ سب کیا ہے۔!"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے دوست نے گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا۔!"

"اوہ.... یہ تو ایسی اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔!" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہی
تو بتا رہا تھا کہ ذہنی فتور میں مبتلا ہیں۔!"

"شٹ اپ....!" عمران دہاڑا.... "تم کیوں میرے پیچھے رہتے ہو....! اچھا ہے تمہیں گولی
مار دی جائے۔ یہ ریوالور کا بھوت ہے.... بے آواز.... خاموشی سے مر جاؤ گے۔!"

"سن رہے ہو!" صفدر نے یوکاوا سے کہا۔ "کیا یہ کسی صحیح الدماغ آدمی کی گفتگو ہو سکتی ہے۔!"

دفعتاً لڑکی کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں نکلنے لگیں اور صفدر چیخا۔

"وہ پاگل ہے اسے مار ڈالے گا۔!"

یوکاوا گڑبڑا گیا اور ٹھیک اسی وقت صفدر نے اُس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔!
ریوالور دور جا پڑا لیکن ساتھ ہی صفدر بھی کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گرا۔ یوکاوا نے جوڈو کا
ایک داؤ استعمال کیا تھا.... پھر وہ بڑی پھرتی سے عمران کی طرف جھپٹا.... عمران نے پہلے ہی لڑکی
کو چھوڑ دیا تھا۔

دونوں لپٹ پڑے.... اس پر بھی یوکاوا نے بڑی پھرتی سے جوڈو کا ایک داؤ آزمانا چاہا....
لیکن ناکام رہا کیونکہ عمران نے بھی بجلی کی طرح اس کا توڑ کر لیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے ڈھب پر
لا کر دھوبی پاٹ مارا اور پھر جیسے ہی وہ گرا عمران نے اپنا دایاں گھٹنا اس کی گردن پر رکھ دیا۔

"نہیں....!" یوکاوا پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "مم.... مجھے چھوڑ دو.... میں تمہیں
ہزاروں.... روپے دوں گا۔!"

صفدر نے اتنی دیر میں ریوالور پر قبضہ کر کے لڑکی کو اسی جگہ کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

پھر عمران نے یوکاوا کے بال مٹھی میں جکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد جو دھکا دیا
ہے تو وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔

"اور اب تمہارے بولنے کی باری ہے۔!" عمران اپنے ہاتھ جھاڑتا ہوا بولا۔

یوکاوا دیوار سے لگا کھڑا ہانپ رہا تھا۔

"شروع ہو جاؤ.... میرے پاس وقت نہیں ہے۔!" عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کون ہو....!"

"آخر میں ہی کیوں.... اس شہر میں تقریباً تیس لاکھ آدمی رہتے ہیں۔!"

"تم اس لڑکی کا تعاقب کیوں کرتے تھے۔!"

"کس لڑکی کا....؟"

"وہ جو زینوں سے گر کر مر گئی....!"

"ہائیں.... وہ لڑکی جو زینوں سے گری تھی.... کیا مر گئی۔!"

"ہاں مر گئی....!"

"بڑا افسوس ہوا.... وہ مجھے اچھی لگتی تھی.... اس لئے تعاقب کرتا تھا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ اخبار میں خطوط کشیدہ الفاظ والا پیغام کس کے لئے تھا۔!"

"کسی کے لئے بھی نہیں....! میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہاری حقیقت کیا ہے۔ پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ پیغام غلطی سے تمہارے ہاتھوں میں پہنچ گیا یہ لڑکی تم سے اخبار حاصل کرنے جاتی ہے۔! مقصد صرف یہ تھا کہ تمہیں گھیر کر یہاں تک لایا جائے۔!"

"سو میں آ گیا....!"

"تم کون ہو....؟"

"یہ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ گے۔!"

"میں اسے چاہتا تھا.... کبھی وہ میری سیکریٹری تھی۔ مجھے چھوڑ کر یہاں چلی آئی.... اور میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ چھپ چھپ کر دیکھتا رہا کہ آخر اس میں یہ اچانک تبدیلی کیوں آئی.... اس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔!"

"گیارہ نومبر پر کیوں بھڑک کے تھے۔!"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا.... یہ ایک مقدس راز ہے۔ اس نے مجھ سے بے وفائی کی تھی۔ لیکن میں تو ان یادوں کو اپنے سینے سے لگائے رہوں گا۔!"

"اور آپ کی تعریف....؟" عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ.... یہ بھی.... میری سیکریٹری ہے۔!"

"چلو معاف کیا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کچھ دیر خاموشی رہی.... پھر یوکاوا بولا۔ "ہمیں دوستانہ فضا میں بات کرنی چاہئے۔!"

"اب کیا بات کریں....!"

"میں سمجھا تھا کہ اسی نے تمہیں گیارہ نومبر کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔!"

"تمہارے بیان کے مطابق وہ مر گئی ورنہ اسی سے پوچھتا۔ میں تو اُسے دور ہی سے دیکھتا رہا تھا کبھی گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔!"

"وہ بہت اچھی تھی.... یک بیک اُسے نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔!"

"اب اسے سنبھالنا کہیں اسے بھی کچھ نہ ہو جائے۔" عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔!

"یہ صرف سیکریٹری ہے۔!" یوکاوا نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اچھا تو اب ہم لوگ چلیں....!" عمران نے یوکاوا سے ایسے انداز میں کہا جیسے کچھ دیر پہلے اس کے ساتھ چائے نوشی کا لطف لیتا رہا ہو۔!

"ٹھہرو....!" لڑکی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔!"

"کیا مطلب....؟" عمران نے دیدے نچائے۔

"تم بہت دلیر آدمی ہو۔!"

"لزی....!" یوکاوا کے لہجے میں درد تھا۔

لیکن اُس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

عمران نے صفدر کے ہاتھ سے ریوالور لے کر یوکاوا کو واپس کر دیا! صفدر نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران نے اپنی بائیں آنکھ دبائی اور وہ خاموش رہ گیا۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی.... یہ مذاق نہیں۔!" لزی نے پھر کہا۔

عمران نے صفدر کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"کیا چکر تھا.... آپ آخر کیا کرتے پھر رہے ہیں۔!" صفدر نے راہداری میں پہنچ کر کہا۔

"خاموشی سے چلتے رہو....!" عمران آہستہ سے بولا۔

انہوں نے زینہ طے کیا اور عمارت سے باہر آ گئے۔ صفدر کی گاڑی سامنے ہی موجود تھی۔

"ارے وہ آ رہی ہے۔!" صفدر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتا ہوا بولا۔

"فکر نہ کرو..!" عمران نے کہا اور اپنے لئے دروازہ کھولنے میں اتنی دیر لگائی کہ لزی بھی پہنچ گئی۔ اس نے کچھ کہے بغیر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور اندر بیٹھ گئی تھی۔

"بڑی ڈھیٹ لوگ ہیں....!" عمران نے اردو میں کہا۔

صفدر نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی چل پڑی۔

"تمہیں اس پر حیرت ہوگی۔!" لزی نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اب مجھے کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی۔!" عمران نے جواب دیا۔ "صرف اپنی پیدائش کے موقع پر حیرت ہوئی تھی.... اس کے بعد سے آج تک کوئی ایسا واقعہ نظر سے نہیں گذرا جس پر حیرت ہوتی۔!"

"تو پھر تم مجھے دھوکے باز سمجھ رہے ہو گے۔!"

"ارے میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا...!"

"وہ تمہیں پسند تھی...!"

"کون....؟"

"روزی....!"

"کون.... روزی....!"

"وہی جس کا تم تعاقب کرتے رہے تھے۔!"

"کیا وہ سچ مچ مر گئی۔!"

"ہاں.... یوکاوا نے یہی بتایا تھا مجھے۔! تم بتاؤ کیا وہ تمہیں پسند تھی۔!"

"پسند وسند خاک نہیں تھی.... مجھے آج تک کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آئی۔ میں تو بس یہ دیکھنے کے لئے ہر لڑکی کا پیچھا کرتا ہوں کہ شائد اس میں کوئی خاص بات ہو.... لیکن آج تک تو ایسی کوئی ملی نہیں۔!"

"کیا خاص بات دیکھنا چاہتے ہو....!"

"یہ نہیں بتاؤں گا.... ورنہ لڑکیاں ایکٹنگ کرتی پھریں گی۔!"

"اوہو تو کیا تم اتنی ہی اہمیت رکھتے ہو کہ لڑکیاں تمہیں رجھانے کے لئے ایکٹنگ کرتی پھریں۔"

"سوال یہ ہے کہ تم کیوں میرے پیچھے دوڑی آئی ہو۔!"

"پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو....!"

"اب کچھ نہ کہوں گا چاہے سر پر ہی کیوں نہ سوار ہو جاؤ۔!"

کچھ دیر پھر خاموشی رہی.... دفعتاً صفدر نے پوچھا۔ "اب آپ کہاں جائیں گے۔!"

"بس اب تم مجھے لے چل کر سمندر میں پھینک دو.... دیکھتا ہوں یہ کیسے میرے پیچھے آتی ہے۔!" عمران نے اردو کا جواب انگریزی میں دیا اور وہ تڑ سے بول اٹھی۔ "چھلانگ لگادوں گی سمندر میں.... یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لو....!"

"اچھا... اچھا... دیکھوں گا....!"

صفدر نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتا ہے۔!

"اپنے گھر کے علاوہ اور ہر جگہ جانے کو تیار ہوں.... خیر جہاں کہوں مجھے اتار کر راہ لینا۔"

"موڈل ٹاؤن کی ایک سڑک پر اس نے صفدر سے گاڑی روکنے کو کہا۔

لزی اس وقت تک نہیں اُتری تھی جب تک عمران نہیں اترا تھا۔

صفدر انہیں وہیں چھوڑ کر رفو چکر ہو گیا۔

"کیا ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔!" کچھ دیر بعد لزی نے کہا۔

"یہی سوچ رہا تھا کہ کس درخت پر بسیرا لیں....!"

"کیا مطلب....؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہیں کہاں لے جاؤں۔!"

"گھر نہیں ہے۔!"

"ہے تو لیکن وہاں تل رکھنے کی جگہ نہیں....! دو بیویاں اور گیارہ بچے ہیں۔!"

"دو بیویاں....؟"

"ہاں اب صرف دو ہی رہ گئی ہیں۔!"

"کیا پہلے اور بھی تھیں....؟"

"پوری ستائیس.... نوابزادہ ہوں....!"

"میں تو کسی ایسے آدمی کو ہرگز نہیں چاہ سکتی.... بڑی غلطی ہوئی مجھ سے۔!"

"جس طرح تمہیں میری دلیری پسند آئی ہے.... اسی طرح دوسری عورتوں کو بھی میری

کوئی نہ کوئی بات پسند تھی.... اور اب تو صرف دو ہی رہ گئی ہیں وہ کہتی ہیں چونکہ تم بالکل چغد ہو اس لئے ہم کسی قیمت پر بھی تمہیں نہیں چھوڑ سکتے۔!"

"میں اب یوکاوا کے پاس نہیں جاسکتی۔!" لزی نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔!"

"اگر یہ بات ہے تو آؤ میرے ساتھ.... میں تمہیں پناہ دوں گا۔!"

"لل.... لیکن تم تو.... دو بیویاں رکھتے ہو۔!"

"ارے تو کیا ہوا.... انہیں گردن میں لٹکائے تو نہیں پھرتا....!"

"نہیں....!" وہ ہنس پڑی....!" تم شادی شدہ نہیں معلوم ہوتے۔!"

عمران کچھ نہ بولا.... وہ ایک سمت چل پڑا تھا۔ بالآخر ایک عمارت کے سامنے رکا۔

"یہ عمارت خالی معلوم ہوتی ہے۔!" اُس نے مڑ کر آہستہ سے لزی کو مخاطب کیا.... "کوئی کھڑکی روشن نہیں ہے۔!"

"تو پھر....!"

"آؤ....!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ دروازہ مقفل تھا۔!

عمران لزی کی طرف دیکھ کر ہنستا ہوا بولا۔

"دیکھا.... میں نہ کہتا تھا....!"

"تم کیا کہہ رہے ہو.... میں نہیں سمجھ سکی۔!"

"بس قفل توڑ کر اندر.... جب تک جی چاہے گا قیام کریں گے۔!"

"اب معلوم ہوا کہ دلیر ہی نہیں ڈاکو بھی ہو.... کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنسا دینا۔!"

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مصیبتوں میں پڑ کر کتنی صفائی سے نکل آتا ہوں۔!"

وہ خاموش رہی.... عمران اس کی طرف پشت کر کے قفل پر جھک پڑا اور لزی اس وقت آگے بڑھی تھی جب دروازہ کھلا تھا۔

"کیا سچ مچ تم کسی دوسرے کے مکان میں داخل ہو رہے ہو۔!" اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا

"یہاں سب کچھ اپنا ہے۔! میں نواب زادہ ہوں۔!"

صفدر سونے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"یہ خبر صحیح تھی کہ وہ لڑکی مر گئی۔!"

"لیکن مری کیسے.... موت کا سبب....!" صفدر نے پوچھا۔

"دل پھٹ گیا.... فوری طور پر لاش کا پوسٹ مارٹم ہوا تھا۔!"

"بہت زیادہ بلندی سے تو نہیں گری تھی۔!"

"یہ بتاؤ کہ عمران تمہیں کہاں لے گیا تھا....!"

جواب میں صفدر نے پوری کہانی سنادی۔

"تم نے انہیں کہاں چھوڑا تھا....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"موڈل ٹاؤن کی ایک سڑک پر....!"

دوسری طرف سے فوراً ہی کچھ نہ کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔

"کیا تم اس سڑک کی نشان دہی کر سکو گے۔!"

"مجھے افسوس ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اس سلسلے میں مزید گفتگو نہیں کر سکتا....!" صفدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے عمران کو ٹھوکر کھاتے تو دیکھا تھا لیکن پچھتاتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا اسے کیا پڑی تھی کہ خواہ مخواہ اپنی تشویش میں دوسروں کو بھی شریک کرتا۔ اسے یقیناً عمران کے بارے میں تشویش تھی لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ وہ جولیا کو اس جگہ کا صحیح پتہ بتا دیتا جہاں ان دونوں کو اتارا تھا۔

ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کی اپنی کوئی نجی دلچسپی رہی ہو.... لیکن اس لڑکی کی موت.... کیا آم کی وہ گٹھلی ہی اس کا سبب بنی تھی....؟

وہ بستر پر لیٹا سوچتا رہا.... نیند کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ خیالات کا ایک لامتناہی سلسلہ ذہن کو پراگندہ کرتا رہا۔

دفعتاً پھر فون کی گھنٹی بجی اور اس نے لیٹے ہی لیٹے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو.....!"

"ایکس ٹو.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس سر.....!"

"معلوم کرو کہ یوکاوا اب بھی ایڈلفی ہی میں مقیم ہے یا کمرہ چھوڑ دیا۔!"

"بہت بہتر جناب.....!" صفدر نے طویل سانس لی۔

"میں ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ رنگ کروں گا۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ "تو عمران کی نجی دلچسپی نہیں تھی۔!" وہ بڑبڑایا اور تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا۔

بیس منٹ کے اندر ہی اندر وہ ایڈلفی پہنچ گیا تھا۔ اس نے نہ صرف کاؤنٹر پر کمرہ نمبر بیاسی کے متعلق معلومات حاصل کیں بلکہ کمرے کی طرف بھی گیا۔ کمرہ مقفل ملا۔

پھر وہ ایک گھنٹہ پورا ہونے سے قبل ہی گھر واپس آ گیا.... ایکس ٹو کو رپورٹ دینی تھی۔

فون کی گھنٹی وقت کے تعین کے مطابق ہی بجی.... اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"کیا رہا.....؟" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"کمرہ الزبتھ فاؤلر کے نام پر ہے.... اُس کے ساتھ کوئی مرد نہیں رہتا.... البتہ اکثر لوگ اُس سے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یوکاوا نام کے کسی آدمی سے وہاں کا کوئی ملازم واقف نہیں ہے۔ اس کے ملنے جلنے والوں میں کسی جاپانی کا سراغ نہیں ملتا۔!"

"اچھی بات ہے.. اب آرام کرو... عمران کے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔!"

"کیا آپ کو سارے حالات کا علم ہو چکا ہے جناب.....!"

"ہاں میں جانتا ہوں.....!"

"وہ.....اس لڑکی.....کی موت.....!"

"غیر ضروری باتیں نہیں.....!" سخت لہجے میں جواب ملا اور ساتھ ہی سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔

"مجھے کیا!....؟" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا اور ریسیور رکھ دیا۔ لیکن فوراً ہی گھنٹی بجی۔

"ہیلو.....!" کہتے ہی جولیا کی آواز پھر سنائی دی۔

"اس فلیٹ کی تلاشی لی جا رہی ہے جس میں لڑکی رہتی تھی۔!"

"تو پھر میں کیا کروں.....؟" صفدر جھلا کر بولا۔

"عمران دشواری میں پڑ جائے گا۔!"

"صرف اسی صورت میں جب تم میں سے کوئی پولیس کی توجہ اس کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرے۔!"

"تنویر کے علاوہ اور کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔!"

"اس سے کہہ دو تمہیں ایکس ٹو کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ تنویر کو آگاہ کر دیا جائے۔!"

"لیکن مجھے تو ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی۔!"

"تو پھر براہِ راست تنویر ہی کو مل چکی ہو گی.... بہر حال میں نے تمہیں بتا دیا کہ وہ عمران کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔!"

"اگر کسی اور نے اُسے وہاں آم کی گٹھلی گراتے دیکھا ہو تو.....!"

"میرا خیال ہے کہ تم آرام کرو.....!" صفدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ مسلسل کان چاٹے جا رہی تھی.... آخر کار عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب بس کرو.... پوری ستائیس عدد معلوم ہو رہی ہو.....!"

"تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو.....! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم غیر قانونی طور پر اس مکان میں داخل ہوئے ہو۔ اگر مالک مکان واپس آ گیا تو کیا ہو گا۔!"

"دیکھا جائے گا.... یہاں نواب زادہ کو کوئی کچھ نہیں کہتا.... چاہے جو کچھ کرتے پھریں۔!"

"اوہ.. مجھے پھر روزی یاد آ گئی!" لڑکی نے چونک کر کہا۔ "کیا تم کبھی اسکے گھر بھی گئے تھے۔!"

"گھر ہی تو نہیں معلوم تھا مجھے.....! ورنہ وہ اس طرح چپ چاپ نہ مر جاتی۔!"

"تم تو کہتے ہو کہ اس کا تعاقب کرتے رہے تھے۔!"

"بہت چالاک تھی.... اُسے شائد معلوم تھا کہ میں اس کا تعاقب کرتا ہوں لہٰذا کہیں نہ کہیں ڈاج دے کر غائب ہو جاتی تھی.... اچھا تم یہی بتا دو کہ وہ کیسے مری۔!"

"سیڑھیوں سے اتر رہی تھی پیر پھسلا نیچے چلی آئی اور مر گئی! یوکاوا نے مجھے یہی بتایا تھا!"

"جاپانی مجھے اچھے نہیں لگتے....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "پتہ نہیں تم یورپین لڑ
انہیں کیوں پسند کرتی ہو....!"

"پسند کا سوال ہی نہیں.... ملازمت جہاں بھی مل جائے۔!"

"اچھا میں تمہیں کسی یورپین ہی کی ملازمت دلوا دوں گا۔!"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گی سمجھے۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"بقیہ پچیس کسی وقت بھی واپس آسکتی ہیں۔!"

"میں نہیں ڈرتی کسی سے مجھے اٹھائیسویں سمجھو....!"

"تمہیں نیند کب آئے گی۔!"

"کھانا کھائے بغیر نہیں سوتی.... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!"

"یہ تو بُری سنائی.... اٹھائیسویں کی گنجائش نہیں بجٹ میں....!"

"میرے پرس میں خاصی بڑی رقم موجود ہے۔!"

"اگر یہ بات ہے تو ایک سو اٹھائیس بھی بُری نہیں۔!"

"چلو کہیں چلیں....!"

"رات کے دس بج رہے ہیں....! یہاں ٹیکسی بھی آسانی سے نہیں ملتی۔!"

"پیدل ہی چلیں گے۔!"

"چلو....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ "تمہارا باس یوکاوا کہاں رہتا ہے....؟"

"اسے جہنم میں جھونکو....! اس کا تذکرہ اب مت کرنا....!"

"اچھا گیارہ نومبر ہی کا چکر سمجھا دو....!"

"وہ.... وہ شائد شادی کرنا چاہتا تھا.... روزی نے اس کے لئے گیارہ نومبر طے کی
لیکن وہ ایک ہفتہ قبل اپنے وعدے سے پھر گئی۔ یہاں چلی آئی یوکاوا بھی پیچھے پیچھے آیا لیکن
آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ وہ اپنے وعدے سے کیوں منحرف ہو گئی تھی۔! تم نے شائد
کلب میں گیارہ نومبر کا حوالہ دیا تھا۔ بس وہ بھڑک اٹھا سمجھا کہ شائد تم ہی ان دونوں کے
آ گئے تھے۔!"

"غلط سمجھا تھا.... اس نے تو کبھی مجھ سے بات بھی نہیں کی۔!"

"اسے بھی جھونکو جہنم میں.... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!"

"کئی میل پیدل چلنا پڑے گا۔!" عمران بولا۔

"پرواہ نہیں....!"

ایک بار پھر وہ سڑک پر نکل آئے۔ دن بھر کی تپش کے بعد رات کسی قدر خوشگوار ہو گئی تھی۔
ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور مطلع صاف تھا۔

وہ چلتے رہے....! عمران خاموش تھا.... اور لزی بھی خلاف توقع زبان روکے ہوئی تھی۔

ایک جگہ انہیں بالآخر ایک خالی ٹیکسی مل ہی گئی۔

"یہ رات ساحل پر کیوں نہ گذاری جائے۔!" لزی نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں....!" عمران سپاٹ لہجے میں بولا۔

اور پھر وہ ساحلی تفریح گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

"ایڈلفی میں تمہارا سامان ہو گا....!" عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں نئے سرے سے زندگی شروع کرنا چاہتی ہوں.... پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتی۔!"

"اگر سب اسی طرح نئے سرے سے زندگی شروع کرنے لگے تو ہوٹل والے کنگال ہو جائیں!"

"کیا مطلب....؟"

"پیچھے مڑ کر نہیں دیکھیں گے تو اُن کے واجبات کون ادا کرے گا۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو....!"

"ایسی ہی عورت کی تلاش تھی مجھے جو ہر طرف سے بے فکر کر دے۔!"

"مگر تم....!"

"مگر میں....؟" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو....!"

"میں تو فرشتہ ہوں.... آدمی کہہ کر میری توہین نہ کرو....!"

"واقعی تم فرشتہ ہی ہو....!" وہ جلے کٹے لہجے میں بولی۔

"ساحل پر پہنچ کر وہ سی سائیڈ ہیون کی طرف روانہ ہو گئے....! یہاں شہر کے منچلے شب

بیداری کیا کرتے۔

انہوں نے بھی ایک میز سنبھال لی.... اور عمران ویٹر کو بلا کر آرڈر لکھوانے لگا۔

اتنے میں نہ جانے کدھر سے یوکاوا نازل ہو گیا اور کھڑے ہی کھڑے لزی سے غصیلے لہجے میں بولا۔ "ایک بار پھر تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔!"

"آج جون کی اٹھارہ تاریخ ہے۔!" لزی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "میں چاہتی ہوں کہ یہ تاریخ بھی تمہارے لئے یادگار دن بن جائے.... آج ہی تو وہ بھی مری ہے۔!"

"تشریف رکھئے جناب....!" عمران اٹھتا ہوا بڑے ادب سے بولا۔

"میں زندگی بھر تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ ورنہ اسے سمجھاؤ۔!" یوکاوا نے اس کی بائیں جانب والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھاؤں....!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں.... ہاں.... تم....!"

"ارے انہوں نے تو خود مجھے سمجھا سمجھا کر ادھ مرا کر دیا۔ اب مجھ میں رکھا ہی کیا ہے تمہارا حکم بجالاؤں۔!"

"نہیں مذاق میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔!"

"مسٹر میں سنجیدہ ہوں... اور ڈرتا ہوں کہ کہیں اب مجھ پر رنجیدگی کا بھی دورہ نہ پڑ جائے۔

"تم خاموش بیٹھو....!" لزی نے اس طرح کہا جیسے کوئی ماں اپنے بیوقوف بچے کو بہت زیادہ بکواس کرنے سے روکتی ہے۔!

اور عمران نے بھی اسی طرح سختی سے ہونٹ بھینچ لئے جیسے بڑا سعادت مند ہو۔

"تم اب تک اسی کے لئے تو جیتے رہے ہو۔!" لزی نے یوکاوا سے کہا۔ "اب وہ مر گئی تو میرے لئے کیوں بے چین ہو۔!"

"اس کی بات اب نہ کرو....!" یوکاوا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کچھ بھی ہو.... میری واپسی ممکن نہیں....!"

"میں بہت خطرناک ہو جاؤں گا لزی....!" یوکاوا نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم نے جس آدمی کو شکست دی تھی پہلے میں اس کی سیکریٹری تھی۔ اس کی شکست کے بعد:

تمہارے پاس آگئی تھی اب تم نے اس سے شکست کھائی ہے لہٰذا مجھے اس کے پاس ہونا چاہئے۔!"

"اگر یہی بات ہے تو میں مسٹر یوکاوا سے شکست کھانے کو تیار ہوں۔!" عمران بول پڑا۔

"میں نے کہا تھا کہ تم خاموش رہو....!" وہ اس طرف دیکھ کر غرائی۔

"میں نے اس سے شکست نہیں کھائی۔!" یوکاوا آنکھیں نکال کر بولا۔ "جب مجھے محسوس ہوا کہ اس کے سلسلے میں مجھے غلط فہمی ہوئی تھی تو میں نے معاملہ رفع کرنے کی کوشش کی۔ تم اسے شکست نہیں کہہ سکتیں۔!"

"مسٹر یوکاوا....! میری واپسی ناممکن ہے۔!"

اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لا کر میز پر لگانے لگا۔

"آپ کیا کھائیں گے مسٹر یوکاوا۔!" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"کچھ نہیں....! شکریہ....!" وہ غرایا۔

"مجھ سے کیوں خفا ہو گئے.... میں بالکل بے قصور ہوں۔!"

"پتہ نہیں تم کون ہو.... اور کہاں سے آ کودے۔!"

"میرا نام علی عمران ہے اور کودنا پھاندنا میری ہوبی.... لیکن یہ رنگ ٹرافی زبردستی گلے پڑی ہے۔! مجھے خدا معاف کرے۔!"

"اچھا تو میں اسے زبردستی لے جاؤں گا۔!"

"یہ ناممکن ہے مسٹر یوکاوا.... لفظ زبردستی میرا موڈ خراب کر دیتا ہے۔ لہٰذا اب تو وہی ہو گا جو یہ رنگ ٹرافی چاہے گی.... میں نے اسے نہیں جیتا بلکہ اس نے مجھے جیت لیا ہے۔!"

"کیا مطلب؟"

"اب یہ اگر مجھے چھوڑنا بھی چاہے تو ایسا نہیں کر سکتی۔!"

"تم کیا کرو گے....؟" یوکاوا نے پھر نتھنے پھلائے۔

"چھوڑنے کی کوشش کر کے دیکھ لے.... پتہ چل جائے گا۔!"

"تم دھمکی دے رہے ہو....!"

"دھمکی دینا میرے نزدیک کمینہ پن ہے.... میں اظہار حقیقت کر رہا تھا۔!"

"تو اب تم اسے نہیں چھوڑو گے۔!"

"نہیں مسٹر یوکاوا....!" عمران سر ہلا کر مغموم لہجے میں بولا۔ "یہ میری زندگی کی پہلی لڑکی ہے۔!"

"لیکن تم تو اپنی دوسری بیویوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔!" لڑکی نے کہا۔

"محض امتحان تھا تمہارا.... میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لگاؤ کتنا مضبوط ہے۔!"

"تم کسی اندھے کنوئیں میں گرنے والی ہو.... سمجھیں....!" یوکاوا نے لڑکی کو ہوئے کہا۔

عمران اور لڑکی نے کھانا شروع کر دیا تھا کوئی کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے سر اٹھا کر کہا۔ "مسٹر یوکاوا کیا تم کافی پینا پسند کرو گے۔!"

"نہیں....!" وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو پھر چلتے پھرتے نظر آؤ....!"

"اچھی بات ہے....!" یوکاوا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا"

"ٹاٹا....!" عمران نے کہا اور پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔

لڑکی کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔ اس نے کہا۔ "تم نے بہت اچھا کیا مجھے غصہ آرہا تھا کہ خواہ مخواہ گفتگو کو طول دے رہے ہو۔ ارے گریبان پکڑ کر اٹھا دینا تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ کھانے کے بعد کافی طلب کی گئی۔ عمران کے چہرے پر فکر مند پائے جاتے تھے۔

"تم خاموش کیوں ہو.... کیا سوچ رہے ہو....!" لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں.... میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ تمہیں سچی بات بتا دوں۔!"

وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

عمران کی آنکھیں اب بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور وہ خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "وہ مجھے اچھی لگتی تھی۔ اس لئے جہاں کہیں بھی دکھا تعاقب شروع کر دیتا۔ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ اس میں دلچسپی لینے والے دو ہیں وہ بھی اس کا تعاقب کرتے تھے۔ صورت سے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے سوچا کہیں یہ لڑکی کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں لہٰذا باقاعدہ طور پر میں لڑکی کی نگرانی کر۔

"میں کہتی ہوں جہنم میں جھونکو اس لڑکی کو.... اب تم میرے علاوہ اور کسی لڑکی کے بارے نہیں سوچو گے۔!"

"بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

ویٹر کو بل کی رقم ادا کر دینے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھے رہے۔!

"کیا سچ مچ رات یہیں گذرے گی....!" لڑکی بولی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں....!"

"سچ بتاؤ.... کیا وہ مکان تمہارا نہیں تھا....؟"

"ہرگز نہیں.... لیکن مجھے علم میں تھا کہ وہ عرصہ سے خالی ہے۔!"

"تو کیا تم نقب زن ہو۔ چور ہو....!"

"جو چاہو سمجھ لو.... نواب زادوں کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔!"

"پولیس تو رہتی ہوگی تمہارے پیچھے۔!"

"کبھی آگے رہتی ہے اور کبھی پیچھے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب خود بھی نہیں معلوم....!"

"اب شائد تمہیں نیند آرہی ہے دماغ قابو میں نہیں۔" وہ چڑھانے کے سے انداز میں ہنسی۔

"نیند.... نیند.... نیند.... چلو اٹھو.... میں کہیں تمہارے سونے کا انتظام کروں۔!" عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔!

صفدر بے خبر سو رہا تھا.... گھنٹی کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ کوئی مسلسل کال بل کا بٹن دبائے جا رہا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ عمران ہی ہو سکتا تھا کیونکہ رہ رہ کر بٹن دبانے کا یہ مخصوص انداز اسی کا تھا۔

اس نے بڑی جلدی میں سلیپنگ گاؤن پہنا اور صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس کا خیال درست تھا.... دروازہ کھلتے ہی عمران مسمی صورت بنائے دکھائی دیا۔

"فرمائیے....!" صفدر دانت پر دانت جما کر بولا۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں گنگنایا۔!"شکریہ !اے یار تیرا شکریہ!"

"تو اندر تشریف لائیے نا....!"صفدر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

اندر آکر عمران بیٹھ گیا۔!ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ صفدر سے کچھ سننا چاہتا ہو۔!

ادھر صفدر کی جھنجھلاہٹ اس کی خاموشی سے اور بڑھ رہی تھی۔

"ڈھائی بجے ہیں....!"صفدر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اچھا...!"عمران نے حیرت سے کہا اور پھر اپنی گھڑی دیکھ کر بولا۔"ٹھیک چل رہی ہے"

"اوہو.... تو کیا گھڑی ملانے آئے تھے۔!"

"نہیں... شکوہ کرنے.. کیا ضرورت تھی بیچ میں کود پڑنے کی۔ مجھے مرجانے ہی دیا ہو

"آخر ہوا کیا....؟"

"کلوروفارم سنگھا کر نکل بھاگا ہوں۔پانچ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دماغ چاٹنے جا رہی تھ

"آخر وہ ہے کون....؟"

"اے یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو....!"عمران آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"بس ختم کیجئے....!درد سے سر پھٹا جارہا ہے۔!"

"یہاں بھیج دوں....!"عمران نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

صفدر بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔اُن سے تکلیف کا اظہار ہو

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے....!"عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اور وہ لڑکی جو مر گئی۔!"

"وہ بھی میرے لئے اجنبی تھی۔!دراصل مجھ سے پہلے دو آدمی اور بھی اُس کا تعاقب
تھے۔! تمہارے چیف نے ایک دن شائد ان دونوں کی گفتگو سن پائی۔ ان میں سے ایک کہہ
کہ لڑکی کو کس طرح گرنا چاہئے۔ شائد وہ لوگ پہلے سے بھی اسے گرانے کی تدبیر کر چکے
لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر ان سبھوں کی نگرانی میرے مقدر میں آئی۔ اسی د
میں اس جاپانی یوکاوا پر بھی نظر پڑی کیونکہ ان دونوں آدمیوں کو اسی سے ہدایات ملتی تھیں۔!

"میں اس لڑکی کی موت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔!"

"ہوں....!"عمران نے طویل سانس لی چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔"تمہارے چی

ہدایت پر میں نے اسے گرانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یقین کرو....اگر یہ معلوم ہوتا کہ گرتے
ہی مرجائے گی تو۔!"

"میرا خیال ہے کہ چیف بھی اس کی موت کا خواہاں نہیں تھا۔!"صفدر جلدی سے بولا۔

"کچھ پتہ نہیں....اس کے آگے بلیک آؤٹ ہے۔!"

"اور اب یہ لڑکی آپ کے گلے پڑی ہے۔!"صفدر مسکرایا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔!"

"یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔!"

"فی الحال....اتنا پلے پڑا ہے کہ وہ اس لڑکی کو کیوں گرانا چاہتے تھے۔!"

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس کو مار ڈالنے ہی کے لئے گرانا چاہتے تھے۔!"

"میرا یہی خیال ہے۔!"

"یوکاوا کون ہے....؟"

"انجینئر....ایک فیکٹری میں مشین لگوا رہا ہے....اسی کمپنی کی طرف سے آیا ہے جس
سے مشینیں خریدی گئی ہیں۔!"

"تو پھر اب آپ کیا کریں گے۔!"

"میاں میں خود کچھ نہیں کرتا....رپورٹ دے دی ہے۔ تمہارے چیف کو لل.... لیکن یہ
لڑکی کس کی خدمت میں پیش کی جائے۔!"

"آپ اُسے کہاں سلا آئے ہیں۔!"

"یونٹ نمبر چھ میں....!"

"میری رائے ہے کہ اب آپ اُدھر پلٹ کر ہی نہ جائیے۔!"

"کوسنے دے گی۔!"

"کیا فرق پڑتا ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ٹھنڈی سانس لی اور اُٹھ کر کھڑکی کے قریب گیا
باہر اندھیرے میں کچھ دیکھتا رہا پھر پلٹ آیا۔

"میں دراصل اس وقت ان کو تمہارا گھر دکھانا چاہتا تھا۔!"اس نے صفدر کی آنکھوں میں

دیکھتے ہوئے کہا۔

"کن کی بات کر رہے ہو.....!"

"جب سے لڑکی سر پڑی ہے..... برابر تعاقب ہو رہا ہے۔!"

دفعتاً کسی نے بہت زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"یہ کون احمق ہے۔!" عمران دیدے نچا کر بولا۔ "اندھا ہے کیا..... کال بل کا سوئچ نہیں دکھائی دیتا۔!"

صفدر اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا اور تیزی سے چلتا ہوا صدر دروازے تک پہنچا... دروازہ پیٹنے کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

"کون ہے.....؟" صفدر نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"دروازہ کھولو.....!" باہر سے جھلائی ہوئی نسوانی آواز آئی۔

صفدر نے طویل سانس لی اور دروازہ کھولنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ عمران کے سر پڑنے والی لڑکی ہی ہوگی۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی نئی صورت دکھائی دی۔ اس نے شوخ رنگ کی لپ اسٹک لگا رکھی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور کسی قدر نشے میں بھی معلوم ہوتی تھی۔

"کہاں ہے وہ.....؟" اجنبی عورت چیخی۔ "اسے باہر نکالو... اور تم... اور تم سب سور ہو۔!"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہی ہیں۔!"

"تم ہٹو سامنے سے..... میں خود ہی اسے کھینچتی ہوئی لے جاؤں گی۔!"

"میں نہیں جانتا آپ کون ہیں.....!" صفدر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ اسے کسی قدر غصہ بھی آ گیا تھا۔ غصے کی بات بھی تھی وہ اس طرح شور مچا رہی تھی کہ پڑوسیوں کی نیند بھی اچٹ جاتی۔

"میں پوچھ رہی ہوں..... عمران کہاں ہے۔!" وہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے چیخی۔

اور پھر صفدر کو عمران بھی دکھائی دیا۔ چپ چاپ سر جھکائے کھڑا تھا۔

عورت اس کی طرف جھپٹی اور اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہنے لگی۔ "میری زندگی برباد کر کے اب چھپتے پھر رہے ہو.....! میں تمہارا خون کر دوں گی۔!"

"ارے باپ رے.....!"

"چلو میرے ساتھ.....!" اس نے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"اسے... تم بھی ساتھ چلو..!" عمران صفدر کی طرف دیکھ کر گھگھیایا "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔!"

"پوری فوج لے چلو..... لیکن میں آج فیصلہ کر کے رہوں گی۔!"

دفعتاً صفدر ان کی راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔ "جب تک یہ معاملہ میری سمجھ میں نہ آ جائے آپ لوگ باہر قدم نہیں نکال سکتے۔!"

عورت نے عمران کا گریبان چھوڑ دیا اور صفدر کو خوں خوار نظروں سے گھورنے لگی۔

"دیکھو تم نہ ڈر جانا.....!" عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"اسے مجھ سے شادی کرنی ہی پڑے گی۔!" دفعتاً عورت حلق پھاڑ کر چیخی۔

اتنے میں عمران نے صفدر کو اشارہ کیا کہ وہ خود نکل بھاگنا چاہتا ہے۔!"

"آپ مجھے پوری بات تو بتائیے!" صفدر نرم لہجے میں بولا۔ "شائد میں آپکی کوئی مدد کر سکوں۔!"

اچانک عمران نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور دوڑتا چلا گیا۔ اس کے بعد تو صفدر نے عورت کا راستہ روک ہی لیا تھا۔ وہ چیختی رہی۔

"آپ صبر سے کام لیں محترمہ.....!" صفدر بولا۔ "مجھے ساری بات بتائیے..... میں یقیناً آپ کی مدد کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔!"

"مجھے جانے دو.....!"

"جھگڑے کی وجہ معلوم کئے بغیر یہ ناممکن ہے۔!" صفدر کے لہجے میں نرمی بدستور قائم رہی۔

"اچھی بات ہے.....!" دفعتاً عورت بھی ڈھیلی پڑ گئی۔

"میرے ساتھ تشریف لائیے۔!"

صفدر ادب و احترام کا مظاہرہ کرتا ہوا اس کو ڈرائنگ روم میں لایا۔!

دونوں بیٹھ گئے.... اور عورت نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "مجھے کافی پلاؤ.....!"

"فی الحال تو میں اس قسم کی کوئی خدمت نہ کر سکوں گا کیونکہ باہر کھاتا پیتا ہوں۔ میرے پاس کوئی ملازم بھی نہیں۔!"

"غیر شادی شدہ ہو.....!"

"جی ہاں.....!"

"شادی کیوں نہیں کر لیتے۔!"

"ابھی مالی حالت اتنی مستحکم نہیں ہوئی۔!"

"کسی مال دار عورت سے کرلو.....!"

"آج تک کوئی ملی ہی نہیں۔!"

"میں تمہیں اچھے حلقوں میں متعارف کراسکتی ہوں۔!"

"دراصل مجھے دلچسپی ہی نہیں..... لیکن یہ کس قسم کی باتیں چھڑ گئیں۔ میں تو آپ کی کہا سننا چاہتا ہوں۔!"

"میری کہانی یہ ہے کہ تم بالکل گدھے ہو.....!" وہ ہنس پڑی۔

اور صفدر بے ساختہ چونک پڑا کیونکہ یہ ہنسی تو جولیانا فٹنر واٹر کی تھی۔

"تم.....!"

"ہاں میں..... اب مجھے اپنی اس صلاحیت پر مغرور ہو جانا چاہیئے۔ تم بھی نہ پہچان سکے۔!"

"کمال کا میک اپ ہے۔!"

"اب پلواؤ دو کافی۔!"

"ہاں..... ہاں..... ضرور..... لیکن یہ سب کیا تھا.....!"

"مجھے ایکس ٹو کی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ تمہارے گھر پہنچ کر عمران کے سلسلے میں ا قسم کا جھگڑا اٹھادوں۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا.....!" صفدر اپنی گدی سہلاتا ہوا بولا۔

"تم مجھے صرف اس لڑکی کے بارے میں بتادو جو زینے سے گر کر مر گئی۔!"

"میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ ہمارے چیف ہی کے حکم پر ہوا تھا۔ عمران کا بیان ہے۔!"

"یعنی ایکس ٹو کی ہدایت پر وہ زینے سے گرائی گئی تھی۔!"

"ہاں۔!"

"جہنم میں ڈالو..... میں بہت تھک گئی ہوں۔! مجھے فوراً کافی چاہیئے۔!"

"صفدر اٹھا اور کچن میں آکر کافی کے لئے پانی رکھنے لگا۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا جیسے فون کی بج رہی ہو۔ تیزی سے خواب گاہ میں پہنچا۔ ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز سنی۔

"یس سر.....!"

"کیا جولیا چلی گئی.....؟"

"نہیں جناب..... ابھی یہیں ہے۔!"

"اس سے کہو کہ جس طرح چیختی چلاتی وہاں پہنچی تھی اسی انداز میں فوراً رخصت ہو جائے۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ ڈرائینگ روم میں جولیا کافی کی منتظر تھی۔

"مجھے افسوس ہے فٹنر واٹر تم کافی نہ پی سکو گی۔!" صفدر نے اس سے کہا۔

"کیوں.....؟"

اس نے اسے ایکس ٹو کی کال کے بارے میں بتایا اور وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "یہ شخص غالباً ہر وقت جاگتا رہتا ہے۔!"

"بے خوابی کا مریض معلوم ہوتا ہے۔!" صفدر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"وہ تو ہم سب ہو جائیں گے کسی دن۔!" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور اٹھ گئی۔

اس کے بعد وہ پہلے ہی کے سے انداز میں شور مچاتی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی تھی۔

یوکاوا کی گاڑی ایک طویل و عریض عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پورچ میں جا رکی۔

گاڑی سے اتر کر وہ عمارت کے صدر دروازے سے گذرتا ہوا ایک کمرے میں پہنچا اور فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "اٹ از یوکاوا سر.....!"

"یس.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی یہی بتاتی ہے کہ اس کا دل پھٹ گیا تھا۔!"

"کاش تم میں سے کوئی اسے گرتے دیکھ سکا ہوتا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں گرتے وقت کی صحیح پوزیشن معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!"

"پوزیشن جناب.....؟ میں نہیں سمجھا.....!"

"وہ کسی پہلو پر گری تھی یا پیٹ کے بل.....؟"

"اس کا پتہ لگنا دشوار ہے جناب....!"

"خیر اب دوسرے کیس پر بخوبی نظر رکھنا۔!"

"بہت بہتر ہے جناب....!"

"ہاں.... اس کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔!"

"جناب وہ مجھے صرف ایک اوباش آدمی معلوم ہوتا ہے۔! پچھلی رات وہ اپنے دوست کے گھر گیا تھا۔ وہاں ایک عورت بھی آ پہنچی وہ دراصل اسی کی تلاش میں تھی اور غصے سے پاگل نظر آ رہی تھی۔!"

"تو پھر ہمیں اس سے کیا۔!" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"مطلب یہ کہ وہ اس سے شادی کرنے پر مصر تھی اور وہ نکل بھاگا تھا میں دراصل اس واقعے سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اُسے لڑکیوں کے چکر میں رہنے کی عادت ہے۔!"

"پھر اس نے گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا....؟"

"لڑکی نے رپورٹ دی ہے کہ وہ ہمارے دو آدمیوں کو روزی کے بارے میں گفتگو کرتے سن ہی کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کی زبان سے گیارہ نومبر کے متعلق بھی کچھ سن پایا ہو۔!"

"کچھ بھی ہو....! میں کسی قسم کا ہنگامہ نہیں چاہتا۔ مجھے سکون سے اپنا کام کرنا ہے۔!"

"آپ مطمئن رہیں جناب..!" یوکاوا بولا۔ "سارے کام آپکی مرضی کے مطابق ہوں گے۔!"

"بس محتاط رہو....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ایک بار پھر اس کی گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی کچھ دیر بعد ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب رکا۔ اس میں داخل ہو کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ہیلو.... کون ہے.... اچھا دیکھو.... میں سکس تھرٹین کے پاس ملوں گا۔! ٹھیک دس منٹ بعد۔ تمہیں وہاں موجود رہنا چاہئے۔!"

کال ڈسکنکٹ کر کے وہ پھر گاڑی میں آ بیٹھا اور شہر کے اس علاقے میں جہاں سکستھ اسٹریٹ اور تھرٹینتھ اسٹریٹ کا سنگم تھا پہنچ کر ایک جگہ گاڑی پارک کر دی۔

بار بار گھڑی دیکھے جا رہا تھا۔ پھر ایک نیلے رنگ کی اسپورٹ کار بھی اسی کے قریب آ رکی اس

سے اسی کا ایک ہموطن اتر کر آگے بڑھا۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی۔!" اس نے یوکاوا سے پوچھا۔

"نہیں ٹھیک ہے....! اور غالباً ہم وہیں پہنچے ہیں جہاں پہنچنا چاہئے تھا۔!"

"عمارت تو یہی ہے۔!" وہ سامنے والی عمارت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "لیکن یقین کے ساتھ فلیٹ کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔!"

"پھر کیا صورت ہو گی....!" یوکاوا نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"ٹھیک پانچ منٹ بعد میں ایک مخصوص اشارہ کروں گا۔!" دوسرے آدمی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد اگر اشارے کا جواب ملا تو اس کی موجودگی ظاہر ہو جائے گی ورنہ پھر دوسرے احکامات کا منتظر رہنا پڑے گا۔!"

یوکاوا نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اتنی دیر میں ہم ایک سگریٹ ختم کر سکتے ہیں۔!"

دوسرے آدمی نے سگریٹ لے کر سلگایا اور گھڑی پر نظر جمائے رہا۔

"ٹھیک پانچ منٹ بعد اس نے انگڑائی لیتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے کراس بنایا اور سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی سے بڑے بالوں والے چھوٹے سے سفید کتے نے سڑک پر چھلانگ لگائی اور اپنے منہ میں دبے ہوئے کاغذ کے ایک ٹکڑے کو ان کے قریب گراتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔

یوکاوا نے جھک کر وہ کارڈ اٹھا لیا تھا دوسرا آدمی بھی اس کے قریب آ گیا۔ کارڈ پر تحریر تھا۔

"گیارہ نومبر....!"

"میرا کام ختم ہو گیا.... اب تم جانو....!" دوسرے آدمی نے کہا اور اپنی اسپورٹ کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یوکاوا کارڈ لئے کھڑا رہا۔ جب اسپورٹ کار اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک فلیٹ کے بند دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا سامنے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا نظر آیا۔

یوکاوا نے وہی کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا جو سڑک پر کتے کے منہ سے گرا تھا۔!

"اندر آجاؤ....!" اجنبی نے کہا۔ یہ کسی مغربی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔!

یوکاوا کمرے میں داخل ہوا.. اجنبی نے ایک کرسی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ!"

پھر وہ اُسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ یوکاوا نے دوسرا سگریٹ سلگایا اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

تقریباً پانچ یا چھ منٹ بعد اجنبی پھر واپس آیا.... اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ غالباً کہیں اور جانے کی تیاری تھی۔

"چلو....!" اس نے یوکاوا سے کہا اور یوکاوا چپ چاپ اٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد یوکاوا اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور اجنبی اس کے برابر بیٹھا ہوا اُسے راستوں کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔

شہر کی مختلف سڑکوں سے گذرتے ہوئے وہ موڈل کالونی میں داخل ہوئے۔

عمران اس وقت میک اپ میں تھا۔ صبح ہی سے یوکاوا کے تعاقب میں رہا تھا۔ اب اس نے اُس کو اس سفید فام آدمی کے ساتھ موڈل کالونی کی ایک عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔

اس نے اپنا اسکوٹر عمارت کے سامنے سڑک کی دوسری جانب روک دیا۔

یوکاوا نے بھی اپنی گاڑی سڑک ہی پر چھوڑ دی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک وہ ان کی واپسی کا منتظر رہا۔ لیکن وہ عمارت سے برآمد نہ ہوئے۔

یوکاوا کی گاڑی اب بھی سڑک ہی پر موجود تھی۔

عمران اس عرصے میں اپنے اسکوٹر سے اسطرح الجھتا رہا تھا جیسے اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو!

پورے ڈیڑھ گھنٹے بعد یوکاوا کا سفید فام ساتھی عمارت سے برآمد ہوا اور یوکاوا کی گاڑی میں بیٹھ کر رفو چکر ہو گیا۔ عمران نے اس کے اس انداز میں کوئی خاص بات محسوس کی تھی۔

وہ اسی حیص بیص میں رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے اور گاڑی اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی

چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اُسے اُس کے پیچھے نہ جانا چاہئے اُس نے سیٹ کے نیچے سے بریف بیگ نکالا اور عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

بیگ میں ایک انشورنس کمپنی کا لٹریچر تھا جو عمارت کے مکینوں سے تعارف حاصل کرنے

میں مددگار ثابت ہوتا۔

برآمدے میں پہنچ کر اس نے کال بل کا بٹن دبایا۔ دباتا ہی رہا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔

دو منٹ گذر گئے۔! پھر اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ وہ آگے بڑھتا گیا۔ عمارت میں اس کے قدموں کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔ سارے کمرے خالی نظر آئے....! کچن میں آیا اس کی حالت سے معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے عرصہ سے استعمال نہ کیا گیا ہو۔

ایک بار پھر وہ کمرے میں آیا اور جیسے ہی ایک باتھ روم کا دروازہ کھولا جہاں کھڑا تھا کھڑا رہ گیا۔

یوکاوا زمین پر چت پڑا تھا.... اور.... اور اس کی گردن کٹی ہوئی تھی۔!

عمران بہت احتیاط سے آگے بڑھا.... لاش کے سر کے قریب ایک کارڈ پڑا نظر آیا جس پر "گیارہ نومبر" تحریر تھا۔!

اُس نے جیب سے اسپائی کیمرہ نکالا اور لاش کی تصویریں کئی زاویوں سے کھینچیں۔ پھر سارے کمروں کے دروازوں کے ہینڈل صاف کرتا پھرا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا اسکوٹر شہر کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

صفدر اور وہ ساتھ ہی چلے تھے.... صفدر اپنی گاڑی میں تھا۔

اور عمران نے اسکوٹر سنبھالا تھا۔ پھر اس جگہ سے دونوں کی راہیں الگ ہو گئی تھیں۔ جہاں سے یوکاوا کا پہلا ساتھی رخصت ہوا تھا۔

صفدر نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا اور عمران یوکاوا کا تعاقب کرتا ہوا موڈل کالونی کی اس عمارت تک جا پہنچا تھا اور پھر اس کا تعاقب کا اختتام یوکاوا کے قتل پر ہوا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے اس نے ایک پبلک ٹیلی فون پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا۔ جولیا نے کال ریسیو کی تھی۔

عمران نے ایکس ٹو کی آواز میں کہا۔ "موڈل کالونی کی تیسری سڑک پر کوٹھی نمبر سات میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔! پولیس کو اطلاع دے دو.... اور پولیس کی تفتیش سے آگاہ رہو۔ میں کسی وقت رپورٹ طلب کر لوں گا۔!"

"بہت بہتر جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

یوکاوا کی رہائش گاہ کا علم اُسے نہیں تھا۔ آج بس یونہی ایک جگہ مڈ بھیڑ ہوئی تھی اور اس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ویسے نکلا تھا اُسی کی تلاش میں۔

پھر جب وہ ٹپ ٹاپ میں ناشتہ کرنے لگا تھا تو عمران نے فون کر کے صفدر کو بھی وہیں طلب کر لیا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو اس وقت شائد وہ افسوس کر رہا ہوتا کیونکہ یوکاوا کے بعد پھر ان میں کوئی آدمی نظر میں نہ رہتا۔ صفدر کی موجودگی کی بناء پر کم از کم وہ اس کے ساتھی کا تعاقب تو کرا ہی سکا تھا۔

آج تین عمارتیں بھی علم میں آئی تھیں! پہلی وہ عمارت جہاں یوکاوا تنہا گیا تھا دوسری وہ جہاں سے ایک سفید فام غیر ملکی اس کے ساتھ ہوا تھا اور تیسری وہ جہاں اس کی لاش پائی گئی تھی۔

واپسی پر عمران نے سب سے پہلے اس عمارت کا رخ کیا جس کی ایک کھڑکی سے کتا کودا تھا..... لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ سفید فام غیر ملکی پھر وہیں واپس گیا ہو بہر حال اسے تو دیکھنا ہی تھا۔

فلیٹ کے دروازے پر دستک دیتے وقت بھی اسے پوری طرح یقین نہیں تھا کہ وہاں کوئی موجود ہوگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔!

کسی نے دروازہ کھولا اور عمران بھونچکا رہ گیا۔ یہ لزی تھی۔ لیکن اُس نے تو اسے کہیں اور چھوڑا تھا۔ چلتے وقت لزی نے اس سے کہا تھا کہ وہ وہیں اُس کا انتظار کرے گی اور تنہا باہر نہیں جائے گی۔

"تم کون ہو.....اور کیا چاہتے ہو۔!" اُس نے عمران سے درشت لہجے میں پوچھا۔

"میں پراپرٹی ٹیکزیشن آفس سے آیا ہوں۔!" عمران بولا۔

"تو پھر مالک مکان کے پاس جاؤ..... ہم تو کرایہ دار ہیں۔!"

"آپ اس فلیٹ کا کتنا کرایہ ادا کرتی ہیں۔!"

"مجھے علم نہیں...!" وہ گڑبڑا کر بولی۔ "میں دراصل صاحب خانہ کی مہمان ہوں اور صاحب خانہ اس وقت موجود نہیں۔!"

"صاحب خانہ کا نام تو جانتی ہی ہوں گی۔!"

"ان کا نام ہمفرے نکولائی ہے۔!"

"کیا کرتے ہیں....؟"

"کسی فرم کے منیجر ہیں شائد.....!"

"کیا آپ اندازاً بھی اس فلیٹ کا کرایہ نہ بتا سکیں گے۔!"

"جی نہیں.....! مجھے افسوس ہے۔!"

"بات دراصل یہ ہے کہ غیر ملکیوں سے یہ لوگ زیادہ کرایہ وصول کرنے لگے ہیں اور یہ ہماری حکومت کو پسند نہیں۔!"

"آپ کے آفس میں آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔!"

"براہ کرم پتہ نوٹ فرمائیے۔!"

عمران ٹیکزیشن آفس کا پتہ اُسے لکھوا کر پھر سڑک پر واپس چلا آیا۔

اُسے اُس غیر ملکی کا انتظار تھا جو موڈل کالونی والی عمارت سے یوکاوا کی گاڑی میں فرار ہوا تھا۔ ممکن ہے اسی کا نام ہمفرے نکولائی رہا ہو۔ لیکن یہ لڑکی لزی؟ یہ تو یوکاوا کے ساتھ تھی! اور اب یوکاوا کے قاتل کے فلیٹ میں نظر آ رہی ہے۔!

اسے بہر حال وہیں رک کر لزی کے متعلق بھی معلومات فراہم کرنی تھیں۔ آدھے گھنٹے تک وہ اسی سڑک پر وقت گذاری کرتا رہا۔ آخر کار وہ سفید فام بھی دکھائی دیا لیکن گاڑی یوکاوا والی نہیں تھی!

گاڑی چھوڑ کر وہ فلیٹ میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک وزنی سا بیگ اٹھائے ہوئے پھر واپس آیا... لزی اس کے ساتھ تھی.... دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔

کار چل پڑی اور عمران کو میک اپ پر بھی ریڈی میک اپ چڑھانا پڑا۔ وہی پھولی ہوئی ناک اور گھنی مونچھوں والا میک اپ جو ہر وقت بیگ میں پڑا رہتا تھا۔ اگر فلیٹ میں لزی سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو پھر اس کی ضرورت نہیں پیش آتی۔

تعاقب جاری رہا۔ کچھ دیر بعد اگلی گاڑی کیفے ارغنوں کے سامنے رکی! غالباً وہ وہاں لنچ کرنا چاہتے تھے۔ ان کے ہال میں داخل ہو جانے کے بعد عمران نے بھی اسکوٹر سڑک کے کنارے فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑا کر دیا تھا۔

ہال میں پہنچا تو اتفاقاً ان دونوں کے قریب ہی دو تین میزیں خالی نظر آئیں اور اس نے ان میں سے ایک اپنے لئے منتخب کر لی۔ یہاں سے وہ ان کی گفتگو بخوبی سن سکتا تھا۔!

لزی کہہ رہی تھی۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو.....!"

"نہیں.....! اس طرح کھیل بگڑ جائے گا! تمہیں مجھ سے ملنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ خیر اب یہاں سے سیدھی وہیں جانا جہاں مقیم ہو۔!"

"پھر تم کہاں ملو گے۔!"

"مجھے تم تھری ناٹ فائیو سکس ٹورنگ کر سکتی ہو! کیا تمہاری موجودہ قیام گاہ میں فون بھی ہے۔!"

"ہے.....! لیکن مجھے نمبر یاد نہیں! تم اپنے نمبر نوٹ کر کے مجھے دے دو میں تم سے رابطہ قائم کر لوں گی۔!"

اس نے اپنی نوٹ بک سے ایک ورق پھاڑ کر نمبر لکھے اور لزی کو دیتا ہوا بولا۔ "اب مجھے دیکھنا ہے کہ وہ لوگ تم سے رابطہ قائم کرتے ہیں یا بات صرف یوکاوا کی حد تک رہ جاتی ہے۔!"

"میں زیادہ تر اس آدمی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں جس پر یوکاوا نے مجھے مسلط کیا تھا!"

"وہ کیسا آدمی ہے۔!"

"کچھ پتہ ہی نہیں چلتا.....! کبھی بچوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے بہت زیادہ چالاک ہو۔!"

"مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔!"

لزی عمران کی کہانی شروع کر دیتی ہے۔!

"یوکاوا نے اُسے روزی کا تعاقب کرتے دیکھا تھا اور پھر وہ ایک دن "گیارہ نومبر" کا حوالہ بھی دے بیٹھا۔! اس سے اسے تشویش ہوئی اور اس نے اس کی اصلیت جاننی چاہی! مجھے اس کے پیچھے لگایا۔ خود اس کے ساتھ چلدی۔ بہر حال مقصد یہی تھا کہ میں اس کے بارے میں پوری طرح چھان بین کر کے یوکاوا کو رپورٹ دوں! لیکن اب میں کسے رپورٹ دوں گی۔ کیونکہ تمہارے بیان کے مطابق تو یوکاوا دوسری دنیا میں پہنچ چکا ہے۔!"

"اگر کسی نے تم سے رپورٹ طلب کی تو میرے لئے بڑی آسانی ہو جائے گی۔ لیکن یوکاوا کے بعد ان کا اور کوئی آدمی فی الحال میری نظر میں نہیں ہے۔!"

"لیکن یہ ہوا کیسے.....؟"

"پھر بتاؤں گا..... تم جلدی سے لنچ کرو..... اور یہاں سے ٹیکسی لے لینا۔ میں اب تمہارے ساتھ باہر دیکھا جانا پسند نہ کروں گا۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔!"

لزی کچھ نہ بولی۔ انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا..... کافی پی اور پھر لزی اُسے وہیں چھوڑ کر باہر چلی گئی۔

عمران ہمفرے نکولائی کے اٹھنے کا منتظر رہا۔ اس دوران میں وہ بھی کافی پیتا رہا تھا۔ لزی کے رخصت ہو جانے کے بعد اس نے ویٹر سے بل طلب کرنے میں جلدی کی تھی! پتہ نہیں کب ہمفرے بھی اٹھ جائے اور وہ اس کا سراغ کھو بیٹھے۔!

ہمفرے اطمینان سے بیٹھا پائپ کے کش لیتا رہا۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قسم کی الجھن یا بے چینی کا شکار ہے۔ اس کا چہرہ بالکل پُر سکون تھا۔ وہ معمر ضرور تھا لیکن آنکھوں سے ظاہر ہونے والی توانائی حیرت انگیز تھی اور قویٰ مضبوط معلوم ہوتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پائپ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑی اور اٹھ گیا۔

عمران اس وقت اٹھ گیا تھا جب وہ اپنا پائپ خالی کر رہا تھا۔ پھر جب تک وہ اپنی گاڑی تک پہنچتا عمران سڑک پار کر کے اپنے اسکوٹر تک پہنچ چکا تھا۔

ایک بار پھر تعاقب شروع ہو گیا۔ لیکن اس بار سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ ہمفرے نکولائی نے اسی عمارت کے سامنے گاڑی روک دی جہاں یوکاوا پہلے گیا تھا۔! وہ سوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے ہوئے گاڑی سے اترا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور آگے بڑھتا چلا گیا۔! اس کی دانست میں یہی ہمفرے کی منزل تھی۔

اسے پہلے ہی سے یقین تھا کہ خود اس کا تعاقب نہیں کیا گیا لہٰذا وہ یہاں سے سیدھا ایک ایسے ہوٹل میں پہنچا جہاں ایک کمرہ پہلے سے کرائے پر لے رکھا تھا۔

یہاں اس نے میک اپ واش کر کے لباس تبدیل کیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ لزی کو فی الحال نہیں چھیڑنا چاہتا تھا..... اس سے قبل صفدر سے رپورٹ لینی تھی۔!

فون پر اُس کے نمبر ڈائیل کئے۔ لیکن جواب نہ ملا..... شائد وہ ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔

اب اس نے ہیڈ کوارٹر کے نمبر ڈائیل کئے۔ ساری کالیں جولیا ہی ریسیو کرتی تھی۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سن کر بحیثیت ایکس ٹو بولا۔

"صفدر کی کوئی کال آئی تھی۔!"

"نہیں جناب.....!"

"تھوڑے..... تھوڑے وقفے سے اُسے فون کرتی رہو..... جب ملے تو کہنا جو رپورٹ

عمران کو دینی تھی براہ راست مجھے دے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ایکس ٹو والے فون سے اٹیچ ٹیپ ریکارڈر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اُ سوئچ آن کر کے کمرے سے باہر آ گیا۔ اب اسکی عدم موجودگی میں صفدر کی کال ریکارڈ ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر سڑک پر نظر آیا.... لیکن اس بار اُس نے اسکوٹر گیراج میں کھڑا کر کے گاڑی نکالی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس عمارت تک جا پہنچا جہاں لڑکی کے قیام کا انتظام کیا تھا.... وہ موجود تھی شب خوابی کے لباس پر اس نے ریشمی سلیپنگ گاؤن پہن رکھا تھا۔!

"تم کہاں تھے۔!" وہ اسے دیکھ کر اٹھلائی۔

"بس کیا بتاؤں.... کوئی ایسا فارمولا.... تلاش نہیں کر سکا۔!"

"کیسا فارمولہ....؟"

"یہی کہ تمہیں مذہب بھی تبدیل نہ کرنا پڑے اور شادی بھی ہو جائے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"شادی.... اور کیا مطلب....!"

"کس کی شادی....؟"

"تمہاری اور میری....!" عمران نے شرما کر کہا اور بالکل چغد نظر آنے لگا۔

"یہ وہم کیسے پیدا ہوا کہ میں تم سے شادی کر لوں گی۔!"

"تب تو پھر مشکل ہے۔!"

"کیا مشکل ہے....؟"

"ہم مسلمان لوگ تو شادی کے بعد ہی محبت کر سکتے ہیں۔!"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی....!"

"مجبوری ہے.... تم فی الحال نامحرم ہو۔!"

"یہ کیا ہوتا ہے۔!"

"وہی ہوتا ہے کہ اس سے محبت نہیں کی جا سکتی! شادی کے بعد محرم ہو جاتا ہے۔!"

"تم واقعی بالکل احمق معلوم ہوتے ہو.... میں نے تمہارے لٹریچر کے ترجمے پڑھے ہیں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔!"

"ناول پڑھے ہوں گے۔!"

"ہاں....!"

"وہ سب غیر اسلامی ناول ہیں۔ اُن کے مصنفین جہنم میں جائیں گے کیونکہ پرائی بہو بیٹیوں کے پیچھے ہیرو لگا دیتے ہیں۔!"

"میں نے انار کلی کا ترجمہ پڑھا تھا.... بڑا خوبصورت ڈرامہ ہے۔!"

"کیا انجام ہوا تھا انار کلی کا یہ بھی یاد ہے....!" عمران نے بچکانہ خوف و دہشت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم مذہبی آدمی بھی نہیں معلوم ہوتے۔!"

"کچھ بھی ہو.... میں شادی کے بغیر محبت نہیں کر سکتا۔!"

"مت کرو....!"

"یعنی کہ.... یعنی کہ.... تو پھر....؟" عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

"تو پھر کچھ نہیں! تم نے یوکاوا کو شکست دے کر مجھے جیتا ہے۔!"

"ارے تو جیت کر کیا اچار ڈالوں....!"

"اچار کیا....؟"

"مربے کا بھتیجا....! تمہیں اچار کیسے سمجھاؤں....! البتہ چکھا سکتا ہوں۔!"

"تم بہت زیادہ تھکے ہوئے لگتے ہو آرام کرو....!"

"نہیں میں آرام نہیں کر سکتا۔!"

"کیوں....؟"

"پہلے اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔!"

"کس کا....؟"

"میں تم سے شادی کروں یا نہ کروں۔!"

"شادی فضول چیز ہے۔!"

"پھر محبت کیسے کر سکوں گا۔!"

"کیا محبت ضروری ہے۔!"

"ناولوں میں یہی پڑھا ہے میں نے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو محبت ہو جاتی ہے۔!"

"تمہارا کیا بگڑے گا۔ ہو جانے دو۔!" وہ شرارت آمیز انداز میں مسکرائی۔!

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ سنجیدگی اختیار کرتی ہوئی بولی۔ "مجھے حیرت ہے۔!"

"کس بات پر۔۔۔۔!"

"سارا دن گذر گیا لیکن تمہاری ایک بھی فون کال نہیں آئی۔!"

"کس کی آتی۔۔۔۔؟ میرا بس وہی ایک دوست ہے جس سے تم بھی واقف ہو۔!"

"اور کسی سے دوستی نہیں۔!"

"نہیں۔۔۔۔ مجھے کبھی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ دوست وقت برباد کرتے ہیں او
قرض لیتے رہتے ہیں۔!"

"تمہارے فون کا کیا نمبر ہے۔! انسٹرومنٹ پر موجود نہیں۔!"

"پچاس ہزار دو سو بارہ۔۔۔۔!"

"اچھی بات ہے! میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔ رات کسی نائٹ کلب میں گذار دیں گے۔!"

"ٹاٹا۔۔۔۔!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ سونے کے کمرے کی طرف چلی گئی اور عمران ڈرائننگ روم ہی میں بیٹھا رہا۔ اس
آنکھیں بند تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک یہی حالت ر
پھر چونکا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔

اب وہ دبے پاؤں لزی کی خواب گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اسے آہستہ
دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ قفل کے سوراخ سے اندر جھانکا وہ چت لیٹی سو رہی تھی۔

ہینڈ بیگ عمران کے ہاتھ میں تھا اس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر نکالا
سے ربر کا ایک پتلا سا پائپ بھی منسلک تھا۔ اس نے پائپ کا سرا قفل کے سوراخ کے ذر
دوسری طرف خواب گاہ میں پہنچا کر سلنڈر سے گیس خارج کرنی شروع کی۔ گھڑی بھی دیکھے
تھا۔ دو منٹ بعد گیس کے اخراج کا سلسلہ منقطع کر کے نلکی قفل کے سوراخ سے نکال لی

بڑبڑایا۔ "اب تین چار گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو۔!"

ٹیلی فون ڈرائننگ روم ہی میں تھا! واپس آ کر اس نے جولیا سے بحیثیت ایکس ٹو رابطہ قائم کیا۔

"صفدر سے ابھی تک رابطہ قائم نہیں ہو سکا جناب۔۔۔۔!" جولیا نے اطلاع دی۔

"موڈل کالونی والی عمارت کا کیا رہا۔!"

"وہاں پولیس نے کوئی لاش نہیں پائی۔ عمارت کرایہ پر دینے کے لئے خالی ہے۔!"

"کب سے۔۔۔۔!" عمران نے پوچھا۔

"پچھلے ایک ماہ سے جناب۔۔۔۔!"

"مالک کون ہے۔۔۔۔؟"

"کمرشل بینک کی تحویل میں ہے! مالک غیر ممالک میں رہتا ہے۔!"

عمران نے اسکے بارے میں بھی تفصیل مانگی، جو ٹیلی فون نمبر لزی کو ہمفرے نکولائی سے ملا تھا۔

"میں نے نوٹ کر لیا ہے جناب۔۔۔۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"معلوم کرو کہ یہ نمبر کس کے نام الاٹ ہوا ہے اور شہر کی کس عمارت میں ہے۔!"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔!"

"میں آدھے گھنٹے بعد رنگ کروں گا۔!"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔۔۔۔ جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر ایک پیس منہ میں ڈالا اور
اُسے پر تفکر انداز میں آہستہ آہستہ کچلتا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد صفدر کے نمبر ڈائیل کئے! اس کا فون انگیج ملا۔۔۔۔ ریسیور رکھ کر گھڑی پر نظر
ڈالی۔ چار بج رہے تھے۔!

پندرہ منٹ بعد اس نے پھر صفدر کے نمبر ڈائیل کئے۔ اس بار گھنٹی بجنے کی آواز آ رہی تھی۔

پھر صفدر کی آواز سنائی دی۔

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔!" عمران نے بحیثیت عمران پوچھا۔

"بس کچھ نہ پوچھئے۔۔۔۔ وہ تو جاپانیوں کا ایک ہوسٹل ہے۔! پندرہ بیس عدد وہاں مقیم ہیں۔ یہ
شخص جس کا میں تعاقب کر رہا تھا۔۔۔۔ پتہ نہیں کہاں کہاں لئے پھرا۔۔۔۔ آخر کار اس عمارت تک

تک پہنچا جہاں ان لوگوں کا قیام ہے۔ لیکن وہ خود اُن سے الگ رہتا ہے۔ وہ ایڈلفی ہی میں مقیم ہے
کمرہ نمبر گیارہ گراؤنڈ فلور.... اُس نے ایڈلفی میں اپنا نام ناٹوپنگ درج کرایا ہے۔!"

"اس پر گہری نظر رکھو....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب اس نے پھر گھڑی دیکھی اور ہیڈ کوارٹر کے نمبر ڈائیل کئے۔!

دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔! سب سے پہلے اس نے صفدر کی رپورٹ پیش کی تھی!
پھر اس ٹیلی فون نمبر کے بارے میں بتانا شروع کیا۔

"وہ نمبر کسی ڈاکٹر ہلو ندرے کا ہے۔ عمارت گیارہ پرنسٹن روڈ....!"

"گیارہ....!" عمران غرایا۔

"جی.... گیارہ نمبر ہے عمارت کا....!"

"اچھا....!" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ وہی عمارت ثابت ہوئی جہاں یوکاوا پہلی بار گیا تھا اور جو اسکے قاتل ہمفرے کی بھی منزل تھی۔
عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف
سے سلیمان نے کال ریسیو کی تھی۔ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "جوزف کو فون پر بھیجو۔!"

"بھیج دوں گا جناب.... لیکن آٹا ختم ہو چکا ہے.... اور پیسے بھی ختم ہو گئے۔!"

"اُدھار لے کر کام چلاؤ.... میں دو تین دن کے لئے شہر کے باہر گیا ہوا ہوں۔!"

"پیسے دے کر جایا کیجئے۔!"

"اچھا بے....!"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔!"

"اچھا جوزف کو بھیج.... بکواس بند....!"

دوسری طرف سے پھر کچھ نہ کہا گیا.... کچھ دیر بعد جوزف کی آواز آئی۔!

"یس باس....!"

"نمبر چھ میں فوراً پہنچو....!"

"اچھا باس....!"

"نمبر چھ یاد ہے۔!"

"یس باس.... الگن روڈ پر پہلی عمارت۔!"

"ٹھیک....! فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

"اچھا باس....!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

تقریباً آٹھ بجے لزی جاگی۔ کمرے میں گہرا اندھیرا تھا۔ اس نے اٹھ کر روشنی کی اور جماہیاں
لیتی ہوئی سلیپنگ گاؤن پہننے لگی۔

کمرے سے نکلی تو خلاف توقع دوسرے کمرے میں روشنی دیکھی۔

"ہوں.... تو بے چارہ احمق موجود ہے۔!" وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بڑبڑائی۔

لیکن ڈرائینگ روم میں قدم رکھتے ہی بوکھلا گئی۔ کیونکہ وہاں بے چارے احمق کی بجائے ایک
لحیم شحیم نیگرو بیٹھا نظر آیا تھا۔ اُسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ خاکی وردی میں تھا اور دونوں جانب
ہولسٹروں میں دو ریوالور لٹک رہے تھے۔

"تت.... تم کون ہو....!" لزی ہکلائی۔

"میں جوزف ہوں۔!" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں کیوں آئے ہو۔!"

"باس کا حکم۔!"

"باس.... کون باس....!"

"میں انہیں صرف باس کہتا ہوں۔ اپنی گندی زبان سے اُن کا نام نہیں لے سکتا۔!"

"وہ کہاں ہے۔!"

"پتہ نہیں....!"

"کیا میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی یہاں موجود نہیں۔!"

"نہیں۔!"

وہ فون کی طرف بڑھی اور ہمفرے کے دیئے ہوئے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ لیکن فون میں
زندگی کے آثار نہیں تھے۔

"اوہ لائن ڈیڈ ہے۔!" وہ جوزف کو گھورتی ہوئی بولی۔

جوزف کچھ نہ بولا.... لزی نے ریسیور رکھ دیا۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "اس نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اچھا میں کچھ دیر کے لئے باہر جا رہی ہوں وہ آئے تو کہہ دینا۔!"

"یہ ناممکن ہے۔!"

"کیوں....؟"

"تم باہر نہیں جا سکتیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ تم باہر نہیں جا سکتیں۔!"

"اوہ....!" اس نے کہا اور تھکے تھکے سے انداز میں بیٹھ گئی۔

جوزف بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد لزی نے کہا۔ "کھانے کے لئے تو باہر جانا ہی پڑے گا۔!"

"سب کچھ یہیں موجود ہے۔ باہر نہیں جانا پڑے گا۔!" جوزف بولا۔

"تمہارا باس کیا کرتا ہے۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اوہ.... تو اس نے وقتی طور پر تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔!"

"میں کئی سال سے اُن کی ملازمت میں ہوں۔!"

"اس کے باوجود بھی تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے۔!"

"نہیں۔!"

"تم جھوٹے ہو....!"

"اگر یہ بات کسی مرد نے کہی ہوتی تو میں اس کی گردن توڑ دیتا۔!"

"میں باہر جانا چاہوں تو تم مجھے روک نہ سکو گے۔!" وہ دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"کوشش کر کے دیکھو....!"

لزی خاموش ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔ "کھانے پینے کا سامان کہاں ہے۔!"

"کچن میں.... سب کچھ موجود ہے! ریفریجریٹر چل رہا ہے۔!" جوزف نے جواب دیا۔

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر کچن میں آئی۔ جوزف کے بیان کے مطابق وہاں سب کچھ موجود تھا۔ وہاں کا جائزہ لے چکنے کے بعد دروازے کی طرف مڑی تو جوزف کو کھڑا پایا۔

"اوہ....!" وہ مسکرائی۔ "کالے لوگ مجھے ہمیشہ سے اچھے لگتے ہیں۔!"

"لگتے ہوں گے۔!" جوزف نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"ذرا کافی کے لئے پانی رکھ دو....!" وہ اٹھلائی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے۔ باس نے جتنا کہا ہے اتنا ہی کروں گا۔!"

"کیا کہا ہے باس نے....؟"

"تمہاری نگرانی.... تمہیں باہر نہ جانے دوں۔!"

"اچھی بات ہے....! میں خود ہی کافی بنا لوں گی۔!" وہ ہنس کر بولی۔ "بالکل اپنے باس ہی کی طرح معلوم ہوتے ہو۔!"

جوزف کچھ نہ بولا۔ لزی نے کافی کا پانی ہیٹر پر رکھ دیا.... اور مڑ کر جوزف کو نیم وا آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ جوزف تو اس کے چہرے کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔! آخر اُسے بول کر ہی اپنی طرف متوجہ کرانا پڑا۔

"کیا تم کافی پیؤ گے....؟"

"مجھے ضرورت ہو گی تو خود بنا کر پی لوں گا۔!" جوزف نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اگر میں پیش کروں گا....؟"

"میں انکار کر دوں گا۔!"

"انسانیت چھو کر نہیں گزری۔!"

اس ریمارک پر جوزف خاموش ہی رہا۔ اب لزی ریفریجریٹر سے کھانے کے لئے کچھ چیزیں نکال رہی تھی۔

پندرہ بیس منٹ میں اس نے کھانا بھی کھا لیا اور کافی کی دو پیالیاں بھی ختم کیں! جوزف جہاں

تھا وہیں بت بنا کھڑا رہا۔ سچ مچ کسی بت ہی کی طرح ساکت وصامت تھا۔

وہ کچن سے نکلی اور مڑ کر دیکھے بغیر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھی! جوزف پیچھے پیچھے آیا تھا۔

"آخر یہ کس قسم کی نگرانی ہے۔!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"تین دن تک اسی طرح مسلسل نگرانی کروں گا۔!" جوزف نے جواب دیا۔

"کیوں....؟"

"میرے قبیلے کا یہی رواج ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"باس میری شادی تم سے کرنا چاہتے ہیں۔!" جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا؟" لڑکی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

جوزف اپنی رو میں بولتا رہا۔ "بعض اوقات مجھے باس کی زیر دستیاں پسند نہیں آتیں۔ لیکن مجبوری ہے! میں انہیں باپ بھی تو کہتا ہوں۔ مجھ سے بولے جوزف تم تو کرسچین ہو اس لئے تمہاری شادی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔ لڑکی کو مذہب بھی تبدیل نہ کرنا پڑے گا.... میں نے کہا باس میں شادی نہیں کروں گا انہوں نے اداس ہو کر کہا پھر اس لڑکی کا کیا ہوگا۔ میں مسلمان ہوں اس لئے کسی کرسچین لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا اور اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس سے مذہب تبدیل کرنے کا کہوں! لہٰذا تم کر لو شادی۔ سو اب میں تمہاری نگرانی کر رہا ہوں۔ میرے قبیلے کا یہی رواج ہے۔ مرد اپنی منگیتر کی دن رات بہتر گھنٹے نگرانی کرتا ہے پھر شادی ہو جاتی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس بکواس کا کیا مطلب ہے۔!" وہ الجھ کر بولی۔

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا۔!" جوزف نے بُرا سا منہ بنایا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم نے کبھی اُن کے سامنے بھی کہہ دیا تھا کہ تمہیں کالے آدمی پسند ہیں۔!"

"جہنم میں گیا وہ بھی.... اور تم بھی.... مجھے جانے دو.... ورنہ ہنگامہ برپا کر دوں گی۔!"

"کالی آندھی آ جائے تب بھی تمہیں نہیں جانے دوں گا.... باس کا حکم۔!"

"میں چیخنا شروع کر دوں گی۔!"

عمران نے ایڈلفی کے روم نمبر گیارہ کے دروازے پر دستک دی۔۔ وہ ریڈی میڈ میک اپ میں تھا

دروازہ کھلتے ہی عمران کی زبان سے نکلا۔ "گیارہ نومبر....!"

"براہ کرم اندر آ جائیے۔!" دروازہ کھولنے والے نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ وہ عمران کی پھولی ہوئی ناک اور گھنی مونچھوں والے میک اپ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

عمران کمرے میں داخل ہو کر بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

دروازہ کھولنے والا صورت سوال بنا کھڑا تھا۔

"آج تم نے یوکاوا کو کس کے سپرد کر دیا تھا....!" دفعتاً عمران نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔!"

"بیٹھ جاؤ....!" عمران نے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ اُسے پہلے ہی کی طرح گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔ عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر ناتوپنگ! کیا تمہیں یقین ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اُس میں غلطی کا امکان نہیں۔!"

"کیسی غلطی....! کیا بات ہے صاف صاف کہو۔!"

عمران نے اپنے بریف کیس سے ایک لفافہ نکالا اور اُس کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے بڑی بے صبری سے لفافہ لے کر اسے چاک کیا تھا اور اب کئی تصویریں اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں تھیں۔

"یہ.... یہ.... کک.... کیا....!" وہ عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

"کیا یہ یوکاوا نہیں ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"ہاں.... ہاں.... وہی ہے.... لیکن....!"

"تم دونوں سکس تھرٹین کے چوراہے پر کس کا انتظار کر رہے تھے۔!"

"تت.... تم کون ہو....؟"

"تمہارا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے۔!"

اس نے یوکاوا کی لاش کی تصویریں میز پر ڈال دیں اور مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

"تم یوکاوا کو وہیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"تم بتاؤ.... تم کون ہو....؟"

"میں یہاں اس کا جواب نہیں دے سکتا اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔!"

"نہیں....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں نہیں جاؤں گا۔!"

"کیا....؟" عمران کا لہجہ قہر آلود تھا۔

دفعتاً پنگ نے اپنے ہپ پاکٹ سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا۔

"بتاؤ تم کون ہو....؟" اس نے ریوالور کا رخ عمران کی طرف کرتے ہوئے کہا۔!

"بہت اچھے۔!" عمران مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسا۔

"بتاؤ.... ورنہ فائر کر دوں گا۔!"

"تم سب یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو۔!" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "کیو شوائی.... ایم او کا ایک ایک آدمی اس طرح مار لیا جائے گا۔!"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں تم کون ہو....؟"

"اچھا آؤ.... میرے قریب آؤ....!" عمران اپنا بریف کیس کھولتا ہوا بولا۔

اس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا جس سے ایک ایئر فون بھی اٹیچ تھا۔ ایئر فون اُسے دیتا ہوا بولا۔ "لو سنو....! شائد تمہیں یقین نہ آسکے۔!"

پنگ نے ایئر فون عمران سے لے کر کان میں لگالیا۔ عمران ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر کے اسے بغور دیکھتا رہا۔

پہلے اس کے ہاتھ سے پستول گرا تھا۔ پھر آنکھیں پھیل گئی تھیں اور پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا تھا۔ ایئر فون اس کے کان سے نکل کر زمین پر گر گیا۔

عمران اس کو اسی حال میں چھوڑ کر ٹیپ ریکارڈر کو احتیاط سے بریف کیس میں رکھنے لگا تھا۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "چلو! نانی اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔!"

پستول جہاں گرا تھا وہیں پڑا رہا اور وہ کمرے سے باہر آگئے۔! پنگ کا ہاتھ اب بھی عمران کے ہاتھ میں تھا اور وہ کسی سحر زدہ کی طرح اس کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔

رات کے گیارہ بج گئے اور لزی ڈرائنگ روم ہی میں بیٹھی جوزف سے جھگڑتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے اپنے خاندانی جھگڑے بھی آج ہی طے ہو جائیں گے۔ جوزف کہہ رہا تھا۔ "مجھے موڈرن ازم کی ہوا بھی نہیں لگی۔ میں تو اپنی بیوی کو جانوروں کے باڑے میں باندھ سکتا ہوں۔!"

"شٹ اپ....!" لزی چیخی۔

"شادی ہو جانے دو.... پھر دیکھوں گا.... یہ گز بھر کی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گی۔"

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔!"

"میرے قبیلے کی عورتیں.... شوہروں کو دیوتا سمجھتی ہیں۔!"

لزی نے دونوں ہاتھوں سے کان بند کر لئے.... اتنے میں کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی۔

لزی کو وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے جوزف اٹھ گیا.... لزی وہیں بیٹھی رہی غصے سے کانپ رہی تھی.... اور پھر جیسے ہی عمران کی شکل دکھائی دی.... بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی لیکن جوزف بڑی پھرتی سے انکے درمیان آتا ہوا بولا۔ "باس یہ حال ہے اس کا۔ کیا میرے ساتھ نباہ کر سکے گی۔!"

"سب ٹھیک ہو جائے گا....! تم فکر نہ کرو۔!"

"کیا ٹھیک ہو جائے گا۔!" لزی حلق پھاڑ کر چیخی۔

"یہی کہ شادی کے بعد تم دونوں کے صحیح حالات شروع ہو جائیں گے۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"خفا ہونے کی بات نہیں! میں ہی کر لیتا لیکن مذہبی اختلاف کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا جوزف کرسچین ہے۔!"

"تم کون ہوتے ہو فیصلہ کرنے والے۔!"

"فرض ہے میرا جب کہ اس طرح سر آپڑی ہو۔!"

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔!"

"شادی سے پہلے یہ ناممکن ہے۔!"

"جانے دو باس....!" جوزف گڑگڑایا۔ "میں شادی کر کے کیا کروں گا۔! معاف کر دو۔!"

"گردن توڑ دوں گا اگر تو نے بکواس کی۔!"

"میں تو کہہ رہا تھا.... خواہ مخواہ کیا فائدہ۔!"

"بکواس بند کرو.... تمہیں اس یتیم لڑکی کا ہاتھ پکڑنا ہی ہو گا۔!"

"اچھا باس....!" جوزف مردہ سی آواز میں بولا۔

"اب میں پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دوں گی۔!"

"باس مجھے پاگل عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے اور یہ مجھے صحیح الدماغ نہیں لگتی۔ مجھ پر رحم کرو باس....!"

"تم خاموش رہو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"باس پھر سوچ لو....!"

"اگر تو میرا کہنا نہیں مانے گا تو بحر ظلمات کی خوں خوار کانی مچھلی تیری خوش بختی کو نگل لے گی۔!"

"نہیں باس....!"

"اور بحر مردار سے اٹھنے والی متعفن آندھی۔!"

"بس.... بس.... خدا کے لئے باس رحم....!" جوزف نے اپنے دونوں کان بند کر لئے اور چیخ کر بولا۔ "میں شادی کر لوں گا.... مجھے کوسنے نہ دو....!"

اتنے میں لزی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ عمران نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔

"چھوڑ دو.... مجھے جانے دو.... میں لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتی۔!"

"تو میری ٹرانی ہو....!" عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"شٹ اپ....!"

"جانے دو....!" جوزف گھگھیایا۔

"تو خاموش رہ ورنہ ہڈیاں توڑ دوں گا۔!"

"میں پولیس کو اطلاع دے دوں گی۔!"

"کس بات کی....؟"

"حبس بے جا کا الزام لگاؤں گی۔!"

"سوال یہ ہے کہ پولیس تک پہنچو گی کس طرح۔!"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بالکل بے سہارا ہوں۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"تم اپنے حمائیتیوں کو بھی اپنے حال سے آگاہ نہ کر سکو گی۔ کیونکہ فون کی لائن پہلے ہی کاٹ دی گئی ہے۔!"

"انہیں معلوم ہے کہ میں کہاں ہوں۔!"

"جب تک وہ پہنچیں گے تمہاری شادی جوزف سے ہو چکی ہو گی۔ ابھی ایک پادری یہیں آئے گا.... اور....!"

اتنے میں گھنٹی بجی.... اور عمران نے جملہ نامکمل چھوڑ کر جوزف سے کہا۔ "دیکھو شائد پادری صاحب آ گئے۔!"

"اے آسمان والے مجھ پر رحم کر....!" جوزف کراہتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

"یک بیک تم بدل کیوں گئے۔!" لزی کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

"میں صرف تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔!"

"مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے۔!"

"بعض اوقات آدمی اپنی ضروریات سے بھی لاعلم رہتا ہے۔!"

"آخر چاہتے کیا ہو....؟"

"میں چاہتا ہوں کہ جوزف کی زندگی میں بہار آ جائے۔!"

"یہ ناممکن ہے! زبردستی کرو گے تو خودکشی کر لوں گی۔!"

"دیکھو مس ٹرانی بات نہ بڑھاؤ ورنہ میں تمہیں خودکشی کر لینے دوں گا۔!"

جوزف کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ "پتہ نہیں کس نے گھنٹی بجائی تھی۔!"

"کوئی غلطی سے آ گیا ہو گا۔ تم اپنی مخصوص دعائیں پڑھنا شروع کر دو۔!"

"کک کیوں باس....؟"

"برکت کے لئے.... پادری ضرور آئے گا میں نے اُسے تاکید کر دی تھی۔!"

"کیا چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے باس....!"

"ہے تو بشرطیکہ یہ عورت سچ بولنا شروع کر دے۔!"

"کیا مطلب....؟" دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" عمران نے لزی سے کہا۔ اس کے لہجے کا کھلنڈرا پن غائب ہو چکا تھا.... لزی خاموشی سے بیٹھ گئی۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے یوکاوا کی لاش کی تصویر نکالی اور لزی کی طرف بڑھا دی۔

"یہ ... یہ ....!" لزی ہکلائی تھی۔

"یوکادا کی لاش کی تصویر ہے ....!"

"تت .... تو پھر .... تو پھر ....!"

"تم اس کے قاتل کو جانتی ہو۔!"

"یہ جھوٹ ہے ....!" تصویر اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔

"کھیل ختم ہو چکا ہے مس ٹرانی .... ہمفرے نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ تمہیں اس کے ساتھ نہ دیکھا جانا چاہئے۔!"

"کیا ....!" لزی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ .... میں ایک پیشہ ور بلیک میلر ہوں۔ تمہیں اسکی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔!"

لزی پر بدحواسی کا دورہ پڑ چکا تھا۔

"جوزف اسے بٹھا دو ....!" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

جوزف اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ خود ہی بیٹھ گئی۔

"سب سے پہلے میں یوکادا کی کہانی سنوں گا۔!" عمران بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"مس ٹرانی میں بہت بُرا آدمی ہوں۔!"

"یقین کرو .... میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"یوکادا پر تمہیں کس نے مسلط کیا تھا ....!"

لزی کا چہرہ زرد تھا .... اور سارے جسم پر کپکپی سی طاری تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تمہیں کچھ معلوم ہو جائے تو تم کیا کرو گے۔!"

"غیر ملکی مجرموں سے خراج وصول کرنا ہی میرا پیشہ ہے۔!"

"مجھے اس کے ساتھیوں کی تعداد معلوم کرنی تھی۔! پتہ لگانا تھا کہ وہ کہاں کہاں مقیم ہیں۔!"

"تو پھر ....!"

"مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکا۔!"

"موندرے کیسا آدمی ہے۔!"

"پتہ نہیں .... میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا ....!"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو ....!"

"ہاں .... میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔ ہمفرے اس کا معتمد ہے۔! اسی کے ذریعے سارے ام چلتے ہیں۔! وہی مجھے اس کے نوٹس لا کر دیتا تھا اور میں انہیں ٹائپ کر کے فائیل بناتی تھی۔!"

"اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو تم کہاں جاؤ گی۔!"

"م .... میں .... پتہ نہیں کہاں جاؤں گی .... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کیا یہ سچ مچ یوکادا کی لاش ی تصویر ہے۔!"

"مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو مس ٹرانی ....!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"م .... میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔!"

"تم اتنی ڈرپوک نہیں ہو .... اس وقت تمہارے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں تھے جب تم کادا کے قتل کے متعلق ہمفرے سے گفتگو کر رہی تھیں۔!"

"تم کہاں تھے؟ تم کیا جانو ....!"

"غیر ضروری سوالات سے گریز کرو اور میری باتوں کا جواب دو۔!"

تنے میں پھر کسی نے اطلاعی گھنٹی بجائی اور عمران لزی کو گھورتا ہوا اٹھ گیا۔ پھر دروازے کی رف بڑھتا ہوا جوزف سے بولا۔ "اسے کڑی نگرانی میں رکھو .... میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا۔!"

برآمدے میں صفدر نظر آیا۔

"کیا اس سے پہلے بھی تم نے ہی گھنٹی بجائی تھی۔!" عمران نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں .... لیکن مجھے شبہ ہوا تھا جیسے کوئی میرے تعاقب میں ہو۔ لہٰذا فوری طور پر یہی ناسب سمجھا کہ اس شبہے کی تصدیق کر لوں۔!"

"تو پھر ....؟"

"وہم تھا ....!"

"آئندہ محتاط رہنا .... یہاں جوزف ہے تمہارے چلے جانے کے بعد ہی اس نے دروازہ کھولا گا ورنہ تم اس طرح نظر آ جاتے تو بیدریغ فائر کر دیتا۔!"

"اب وہ گفتگو کرنے کے قابل ہوگیا ہے۔!" صفدر بولا۔

"چلو....! پہلے اُسے ہی دیکھیں....!" عمران نے کہا اور مڑ کر دروازہ باہر سے مقفل کر دیا۔ دونوں کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر آ گئے۔

"آخر وہ اعصابی اختلال میں کیسے مبتلا ہوگیا تھا۔!"

"ایک ایسا گیت ٹیپ کر رکھا ہے میں نے جو آدمی کو عالم بالا کی سیر کرادیتا ہے۔ کبھی تمہیں بھی سناؤں گا۔!"

وہ پیدل ہی چل پڑے تھے شائد قریب ہی کہیں جانا تھا۔

اسی لائن کی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں مڑتے ہوئے صفدر نے کہا۔ "مجھے دو رپورٹیں پڑ رہی ہیں....ایک آپ کو اور ایک چیف کو....!"

"فکر نہ کرو....!" عمران بولا۔ "کار بہ کثرت.... تجربات میں اضافہ بھی ہو رہا ہے اور اسی طرح اور....!" اس نے جملہ پورا کئے بغیر خاموشی اختیار کرلی۔

عمارت میں داخل ہو کر وہ ایک کمرے میں پہنچے جہاں ناتوپنگ ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم لوگ کون ہو اور مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔!"

عمران اسے خاموشی سے بغور دیکھتا رہا پھر ایک قدم آگے بڑھ کر نرم لہجے میں پوچھا۔ "تم قانونی طور پر یہاں آئے ہو۔!"

"یقیناً.... میرے اس دعوے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا.... کاغذات موجود ہیں اور جعلی نہیں ہیں....ہمارے سفارت خانے سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔!"

"یوکاوا سے تمہارا کیا تعلق تھا....؟"

"وہ میرا دوست تھا....!"

"لیکن حقیقتاً تم اُس کے دشمن تھے۔!"

"یہ غلط ہے۔!"

"اگر یہ غلط ہے تو پھر تم اُسے سکس تھرٹین کے چوراہے پر تنہا کیوں چھوڑ گئے تھے۔!"

"پھر کیا کرتا....؟"

"کیا تم نے ہی اُسے اُس فلیٹ میں بھیجا تھا۔!"

"میں کیوں بھیجتا۔!"

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ بعض احکامات تم تک براہِ راست بھی پہنچتے رہے ہیں۔!"

"کیسے احکامات....؟" ناتوپنگ چونک پڑا۔

عمران نے اس تبدیلی کو غور سے دیکھا اور لہجہ بدل کر بولا۔ "خیر اسے چھوڑو.... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارا تعلق انقلابی جماعت "کیوشوپنگ من آرگنائزیشن" سے ہے جو اپنے ملک میں ایک غیر ملکی غلبے کے خلاف انقلاب لانا چاہتی ہے۔!"

"تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔!" ناتوپنگ ایک دم بھڑک اٹھا۔ "میں یہاں تمہاری حکومت کی رضامندی سے بحیثیت ٹیکسٹائل انجینئر خدمات انجام دے رہا ہوں اور مجھے یہاں بھجوانے کی ذمہ دار میرے ملک کی حکومت ہے۔!"

"تو تمہیں یوکاوا کی موت سے صدمہ نہیں پہنچا۔!"

"میں یقین ہی نہیں کر سکتا۔!"

"کیا تم نے لاش کی تصویر نہیں دیکھی تھی۔!"

"میں اُس پر یقین نہیں کر سکتا....!"

"یقین نہ کرنے کی وجہ....!"

پنگ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا.... اس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے اور آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تمہاری جماعت کو جس خطرے کا سامنا ہے اس سے بھی میں واقف ہوں۔!"

"اب مزید گفتگو اُسی صورت میں ہوسکے گی جب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے۔!" پنگ نے کڑے تیوروں کے ساتھ کہا۔

"میں وہی ہوں جس پر یوکاوا نے لڑکی کو مسلط کیا تھا....!" عمران بولا۔

"اوہ....!"

"اب تم بتاؤ کہ اس فلیٹ میں کون تھا....؟"

"لیکن محض اتنا کافی نہیں ہے.... مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور اُن معاملات میں کیوں د
لے رہے ہو۔!"

"ناتوپنگ تم یہاں اس لئے نہیں لائے گئے کہ گفتگو کے لئے شرائط پیش کرو۔!"

"میری زبان نہیں کھل سکتی۔!"

"تم نے ایڈلفی سے باہر قدم نکالنے سے بھی تو انکار کر دیا تھا۔!" عمران کا لہجہ طنزیہ تھا۔

ناتوپنگ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی ذہنی یا جسمانی اذیت میں مبتلا کروں۔!" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا....!" پنگ نے بالآخر سوال کیا۔ "میری جماعت کو کون سا خطرہ لاحق ہے۔!"

"اس ملک کی سیکرٹ سروس جسکے اقتصادی غلبے سے تم اپنے ملک کو نجات دلانا چاہتے ہو۔!"

"یہاں اس کا کیا سوال....؟"

"دوست پنگ....!" عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تم لوگوں کے بارے میں کسی کا یہ قول سچ ہی معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر تم سب بالکل ڈفر ہوتے ہو.... شائد اسی لئے وہ ایک ایک کر کے مار رہے ہیں۔!"

"کیا مطلب....!"

"یوکاوا مار ڈالا گیا....اب تمہاری باری ہے۔!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔!"

"کیا یوکاوا تمہارا لیڈر تھا....؟"

"ہاں.... ہم میں وہی سینئر تھا....!"

"پھر وہ کس کے احکامات کی تعمیل کرتا تھا....؟"

"اپنے سینئر کے احکامات کی....!"

"وہ کون ہے....؟"

"یوکاوا نے اس کے بارے میں مجھے نہیں بتایا۔!"

"کیا اُس سینئر کی طرف سے کبھی تمہیں بھی احکامات ملے ہیں۔!"

"کبھی کبھی....!"

"میں پھر اپنا سوال دہراؤں گا کہ سکس تھرٹین کے چوراہے پر تم دونوں کیوں ملے تھے؟"

"یوکاوا نے مجھے وہاں طلب کیا تھا....!"

"کس لئے....؟"

"اسے احکامات ملے تھے۔! لیکن مجھے ان کی نوعیت کا علم نہیں۔! ویسے کچھ ہی دیر قبل مجھے بھی حکم ملا تھا کہ اگر یوکاوا کے ساتھ سکس تھرٹین کے چوراہے پر جانا ہو تو ایک مخصوص وقت پر ہاتھوں سے کراس بناؤں تب سامنے والی عمارت کے کسی فلیٹ سے "مقدس عہد" کی نشان دہی ظاہر ہو گی۔!"

"یعنی گیارہ نومبر....؟"

"ہاں.... تم پارٹی کے متعلق سب کچھ جانتے ہو.... بہر حال نشان دہی ظاہر ہو جانے کے بعد مجھے یوکاوا کو وہیں چھوڑ دینا تھا.... سو میں اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔!"

"تمہیں یقین ہے کہ صرف تم دونوں ہی کو احکامات ملتے تھے.... تمہارے کسی اور ساتھی کو نہیں۔!"

"ہاں مجھے یقین ہے۔!"

"کیا یوکاوا کا سینئر کوئی سفید فام آدمی بھی ہو سکتا ہے۔!"

"ہر گز نہیں....!" پنگ بے ساختہ بولا۔

"کیوں....؟"

"پارٹی کسی سفید فام پر اعتماد نہیں کر سکتی۔!"

"تو پھر لڑکی کو ساتھ رکھنے کا کیا مقصد تھا....!"

"سینئر کی طرف سے یوکاوا کو ہدایت ملی تھی کہ وہ اُس لڑکی سے دوستی کرے۔!"

"مقصد....؟"

"یوکاوا نے مجھے نہیں بتایا....!"

"وہ لڑکی جو زینوں سے گر کر مر گئی اس کی نگرانی کیوں ہو رہی تھی۔!"

"اس کا علم بھی یوکاوا ہی کو تھا....!"

"اب اور کون زیر نگرانی ہے....؟"

"آج سے دس دن بعد خود لزی زیر نگرانی آجائے گی۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میں تفصیل سے واقف نہیں ہوں....! یوکاوا نے تذکرہ کیا تھا کہ دس دن بعد لزی کی بھی اس طرح نگرانی شروع کر دی جائے گی جیسے روزی کی ہوتی رہی تھی۔!"

"اور اس نگرانی کے دوران میں اُسے گرایا جائے گا۔"

"ہاں....!"

"کیوں....؟"

"اس کے بارے میں یوکاوا کو بھی علم نہیں تھا۔ وہ خود اس پر متحیر رہتا تھا....!"

"تم اپنے بقیہ ساتھیوں سے کٹ کر ایڈلفی میں کیوں مقیم تھے؟"

"لزی کی دیکھ بھال کے لئے.... لزی وہیں مقیم تھی۔!"

"اور یوکاوا کہاں رہتا تھا....!"

"کبھی لزی کے ساتھ اور کبھی دوسروں کے ساتھ....!"

"اچھا اب تم آرام کرو....!"

"تت.... تم آخر.... ہو کون....!"

"میں اپنے ملکی قوانین کا وفادار ہوں۔!" عمران بولا۔ "تم اس کی پرواہ نہ کرو.... ایک بات اور بتاؤ۔ کیا تمہیں احکامات انگریزی زبان میں ملتے ہیں۔!"

"نہیں.... قومی زبان میں۔!"

"اور لہجہ بھی تمہارا اپنا ہی ہوتا ہے۔!"

"یقیناً....!"

"لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یوکاوا کو اس فلیٹ سے ایک سفید فام آدمی دوسرے علاقے کی ایک عمارت میں لے گیا تھا اور پھر اُسی عمارت میں یوکاوا کی لاش پائی گئی۔!"

"میرے لئے یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے۔!"

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔!"

"تو کیا میں خود کو قیدی سمجھوں....!"

"فی الحال.... یوکاوا کا قتل میرے ملک میں ہوا ہے اس لئے....!"

"میں یقین نہیں کر سکتا.... میں یقین نہیں کر سکتا۔!"

کچھ دیر بعد عمران اور صفدر پھر سڑک پر نظر آئے۔ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُسی عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں لزی اور جوزف کو چھوڑا تھا۔

"اب کیا ارادہ ہے....!" صفدر نے پوچھا۔

"لزی کو نکل جانے کا موقع دے کر اس کا تعاقب کیا جائے۔!" عمران بولا۔

"اسکیم کیا ہے....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ لوگ ان انقلابیوں کے ساتھ لزی کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی نگرانی لزی سے کراتے رہے ہیں اور لزی کی نگرانی ان لوگوں سے۔!"

"لیکن لڑکیوں کو گرانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔!"

"جو میرے ہاتھوں گری تھی اس کا انجام تو دیکھ ہی چکے....! اب اس کا بھی دیکھ لینا۔!"

"آخر ہے کیا چکر....!"

"یہی تو دیکھنا ہے.... ویسے یوکاوا اور اُس کے ساتھیوں کا معاملہ تو صاف ہو گیا! اس کے ساتھ کسی سفید فام آدمی کا پایا جانا اور پھر اس کا قتل اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اقتصادی غلبہ والے ملک کی سیکرٹ سروس ان لوگوں کا ستھراؤ کر رہی ہے۔!"

"لیکن یہاں ہمارے ملک میں کیوں....!"

"جہاں بھی موقع ملے.... والی پالیسی ہے۔!"

"ہاں آپ کسی ڈاکٹر موندرے کا بھی ذکر کر رہے تھے۔!"

"ہمفرے نے جو ٹیلی فون نمبر لزی کو دیا تھا وہ ڈاکٹر موندرے کا ہے۔!"

"یہ کون ہے....؟"

"ڈاکٹر موندرے.... ایک فرانسیسی ہے.... بہت عرصہ سے یہاں مقیم ہے اور مقامی جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کر رہا ہے۔!"

وہ اس عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

عمران بولا۔ "اب تمہیں لزی پر نظر رکھنی ہے.... وہ بھی ایڈلفی ہی میں مقیم تھی! تم تو اُس
کا کمرہ دیکھ ہی چکے ہو.... میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سے نکل کر سیدھی وہیں جائے گی۔ اس کی
فون کالین ٹیپ کرنے کی کوشش کرنا....!"

پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر عمارت کے اندر آیا۔

یہاں جوزف اور لزی چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے! انہیں غالباً خبر ہی
نہیں تھی کہ کمرے میں ان کے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے۔!

دفعتاً عمران چیخ کر بولا۔ "میں تم دونوں کو نکال باہر کروں گا سمجھے۔!"

دونوں خاموش ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"شادی سے پہلے غل غپاڑہ مچانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔!" عمران انہیں گھونسا دکھا کر بولا۔

"میں ہرگز اس سے شادی نہیں کروں گا باس....!"

"کیوں....؟" عمران نے آنکھیں نکالیں....!

"بڑی دیر سے گالیاں دے رہی ہے۔ اگر تمہارا خیال نہ ہوتا تو گردن مروڑ دیتا۔!"

"شادی کے بعد میرا خیال نہ رکھنا....!"

لزی پھر اُبل پڑی۔! ایک سانس میں نہ جانے کیا کیا بک گئی تھی۔! اچانک عمران گرجا۔ "!
نکل جاؤ.... تم دونوں یہاں سے نکلو.... میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔!"

"ب.... باس....!" جوزف ہکلایا۔

"چلے جاؤ....!" عمران نے اُسے دروازے کی طرف دھکا دیا اور گھونسا تان کر لزی کی
طرف جھپٹا۔

غرضیکہ ذرا ہی سی دیر میں دونوں کو نکال باہر کیا۔ لزی بھی ارے ارے کرتی رہ گئی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد عمران باہر نکلا تو لزی برآمدے میں دیوار سے لگی کھڑی نظر آئی
لیکن جوزف کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"تم یہیں ہو ابھی تک....!" عمران غرایا۔

"اس حال میں کہاں جاؤں....!" لزی روہانسی ہو کر بولی۔ "تمہارا تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیا
چاہتے ہو۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا....! صاف صاف کہہ رہا تھا کہ تمہیں اس شب تار کے بچے
سے شادی کرنی ہے۔!"

"دماغ تمہارا چل گیا ہے....! میں اس سے شادی کروں گی؟"

"کیا بُرائی ہے.... وہ بھی تو کرسچین ہے آخر....!"

"خاموش رہو.... میں اس سلسلے میں کچھ نہیں سننا چاہتی....! میں نے ابھی تک کوئی غیر
قانونی کام نہیں کیا۔! مجھے شوق سے بلیک میل کرو۔!"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ "اچھی بات ہے اندر آجاؤ.... اب
میں تمہیں زندہ رہنے کے گر سکھاؤں گا۔!"

"میری زندگی اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو۔!"

وہ دونوں پھر اندر گئے۔!

"کیا آج کل تم کوئی دوا استعمال کر رہی ہو۔!" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"کیا مطلب....؟" وہ چونک کر اس کی طرف مڑی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا....؟"

"موندرے کی سیکریٹری اور ٹانک نہ استعمال کرے! بڑی عجیب بات ہوگی! بات دراصل یہ
ہے کہ جڑی بوٹیوں پر تحقیق کرنے والے کوئی نہ کوئی حیرت انگیز دوا ضرور بناتے ہیں ایسی جو
مرتے دم تک جوان رکھ سکے۔!"

لزی ہنس پڑی اور بولی۔ "تمہارا اندازہ بالکل درست ہے! ڈاکٹر ایک ایسا عرق بنانے میں
کامیاب ہوگئے ہیں، جو آدمی کو حیرت انگیز توانائی بخشتا ہے! صرف تیس دن مسلسل استعمال کرنے
سے کایا پلٹ جاتی ہے۔!"

"اور تم بیس دن سے استعمال کر رہی ہو اور تمہاری کایا پلٹنے میں ابھی دس دن باقی ہیں۔!"

"تم کیا جانو.... تمہیں اس کا علم کیونکر ہوا....!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "اس کا علم تو
یوکاوا کو بھی نہیں تھا۔!"

"کسی نہ کسی کو تو علم ہوگا ہی....!"

"صرف.... وہ جانتا ہے.... ہمفرے۔!"

"کیا یہ ٹانک تمہیں ڈاکٹر موندرے سے ملا تھا....؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں نے آج تک موندرے کو نہیں دیکھا! ہمفرے اس کا معتمد خاص ہے! اسی سے مجھے نوٹس ٹائپ کرنے کے لئے ملتے تھے اور یہ ٹانک بھی اُسی نے دیا تھا.... کیا تم نے ہمفرے پر بھی ہاتھ ڈال دیا ہے۔!"

"ابھی تو نہیں....! اس کے لئے مجھے تمہاری موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آج سے ٹھیک دس دن بعد.... وہ تمہیں بھی گرانے کی کوشش شروع کر دیں گے۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو....!" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"وہ روزی کی نگرانی کیا کرتے تھے اور اسے گرانا چاہتے تھے! جانتی ہو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے کیا بتایا ہے۔!"

"نہیں.... میں نہیں جانتی۔!"

"گرتے ہی اس کا دل پھٹ گیا تھا اور وہ مر گئی تھی۔!"

"نہیں.... نہیں.... میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا! روزی ہم میں سے نہیں تھی۔! میں نے اسے موندرے کی کوٹھی میں کبھی نہیں دیکھا....!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا....!"

"تم خواہ مخواہ سہار رہے ہو....!"

"لاؤ نکالو وہ ٹانک....!"

"لزی نے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نیلے رنگ کے شیشے کا ایک ٹیوب نکالا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔ ٹیوب میں کوئی سیال مادہ تھا اور ٹیوب دو تہائی خالی ہو چکا تھا۔

"اور اب تم باہر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ....!" عمران نے کہا۔

"کہاں... پتہ نہیں تم کیا کر رہے ہو۔! تم نے مجھے باہر نکال دیا تھا.... اگر میں چلی جاتی تو۔!"

"میری اسکیمیں بدلتی رہتی ہیں! جلدی کرو....!"

"کہاں لے چلو گے....؟"

"میڈیکل چیک اپ کراؤں گا۔!"

"تم نے مجھے نروس کر دیا ہے....!" لزی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "لیکن وہ مجھے کیوں مار ڈالنا چاہے گا۔!"

"اگر تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو چلتی پھرتی نظر آؤ.... میں تو پہلے ہی تمہیں باہر نکال چکا تھا۔! پھر خیال آیا خواہ مخواہ ایک اور زندگی کیوں ضائع ہو۔!"

"اچھا چلو.... کہاں چلتے ہو....!" لزی نے کہا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک کرسی میں ڈھیر ہو گئی۔!

دوسری صبح لزی کی آنکھ ایڈلفی کے اسی کمرہ نمبر بیاسی میں کھلی تھی جہاں وہ پہلے مقیم تھی۔!

وہ متحیر نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی! اسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ عمران کے ساتھ میڈیکل چیک اپ کرانے کے لئے روانہ ہوئی تھی! اور پھر شائد اُسے گاڑی ہی میں نیند آ گئی تھی۔ اور اب آنکھ کھلی تو یہاں لیکن میڈیکل چیک اپ تو رہ ہی گیا تھا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کی نوبت آئی ہو! پھر وہ یہاں کیسے پہنچی۔

پھر اُسی روزی سے متعلق عمران کی گفتگو یاد آئی.... تو کیا سچ مچ اس کا بھی وہی انجام ہونے والا تھا.... اس خیال سے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی! اُسے نیلے رنگ کا وہ ٹیوب یاد آیا جو عمران نے اس سے لیا تھا اور پھر واپس نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بے حس و حرکت پڑی رہی! پھر اٹھی اور فون پر سپروائزر سے رابطہ قائم کر کے ناشتہ طلب کیا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہئے! ہمفرے نے اُسے جو نمبر دیئے تھے کیا ان پر اُس سے رابطہ قائم کرے! لیکن اس سے کہے گی کیا....؟" نہ جانے کیوں اس کا دل چاہا کہ عمران سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں اسے کچھ بھی نہ بتائے!

لیکن اُسے تو ہمفرے نے ہدایت کی تھی کہ عمران کا ساتھ نہ چھوڑے اور اب وہ ایڈلفی میں تھی۔! یہاں اپنی موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گی۔

ناشتے کے بعد جب جسم میں کسی قدر توانائی محسوس ہونے لگی تو اُس نے اٹھ کر لباس تبدیل کیا اور ایڈلفی سے باہر آ گئی۔! ہمفرے سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ہوٹل کا فون استعمال کرنا مناسب نہ معلوم ہوا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ تھا.... اس نے وہاں سے

ہمفرے کے دیئے ہوئے نمبر ڈائیل کئے۔!

"کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"الزبتھ فاؤلر....!" لزی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اوہ.... کہو.... کیا بات ہے۔!"

"نکولائی.... وہ مجھے اس عمارت میں تنہا چھوڑ کر غائب ہو گیا! میرے لئے ایک تحریر چھوڑ گیا ہے لکھتا ہے کہ تم پتہ نہیں کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو....! میں یہاں سے جا رہا ہوں.... اگر تم اسی عمارت میں مقیم رہیں تو تمہیں گذشتہ چھ ماہ کا کرایہ ادا کرنا پڑے گا جو میں بعض مجبوریوں کی بناء پر ادا نہیں کر سکا۔ میں ایڈلفی میں واپس آ گئی ہوں۔"

"کیا وہیں سے گفتگو کر رہی ہو....!"

"نہیں اُس کے قریب والے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے۔!"

"ٹھیک ہے! اچھا دیکھو ایڈلفی کے گراؤنڈ فلور پر کمرہ نمبر گیارہ میں ایک آدمی ناتوپنگ مقیم ہے! وہ میری کال کا جواب نہیں دے رہا کیا وہ وہاں موجود نہیں ہے معلوم کر کے مجھے مطلع کرو۔"

"میں دیکھ لوں گی....!" لزی نے کہا۔ "ایک غلطی ہو گئی ہے۔!"

"کیسی غلطی....؟"

"اس بھاگ دوڑ میں میرا ٹیوب کہیں گر گیا۔!"

"اوہ.... کب....؟"

"کل....!"

"تو کل تک تم نے وہ ٹانک استعمال کیا تھا۔!"

"ہاں.... کل استعمال کیا تھا....!"

"اس دوران میں کسی دن ناغہ تو نہیں ہوا۔!"

"نہیں....!"

"پابندی سے ایک ماہ استعمال کرنا چاہئے....! کتنے دن ہو چکے ہیں۔!"

"کل بیسواں دن تھا....!"

"دس دن اور استعمال کرنا ہے.... تم فکر نہ کرو.... میں آج ہی تمہارے لئے مہیا کروں گا۔!"

"شکریہ نکولائی.... اور کچھ....!"

"تم گیارہ نومبر کے حوالے سے ناتوپنگ سے مل بھی سکتی ہو.... اور اب تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے.... کہ اُس کے مزید کتنے ساتھی یہاں مقیم ہیں۔!"

"اچھی بات ہے....!" لزی نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ اس کا چہرہ پسینے میں ڈوبا ہوا تھا.... دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا.... ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے ہزاروں زینے طے کر کے یہاں تک پہنچی ہو۔!

بوتھ سے باہر نکلی تو ایسا لگا جیسے پیر پوری قوت سے زمین پر نہ پڑ رہے ہوں۔ تو حقیقتاً یہ لوگ اسے کسی تجربے کی بھینٹ چڑھا رہے تھے۔ کتے! اُس کے سینے میں نفرت کا لاوا اُبل پڑا۔

شائد وہ احمق سچ ہی کہہ رہا تھا.... وہ سوچتی رہی.... روزی کی نگرانی اسی تجربے کے سلسلے میں کرائی جا رہی تھی.... یوکاوا کے مارے جانے کا اُسے غم نہیں تھا۔ لیکن روزی تو سفید فام ہی تھی! اسی کی طرح یوروپین تھی۔! پتہ نہیں خود اس کا کیا انجام ہو.... ہمفرے نے اس ٹانک کی دس خوراکیں آج ہی مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا تاکہ ناغہ نہ ہو.... اور وہ بھی ایک دن کتے کی موت مر جائے۔!

کسی نہ کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچی اور بستر پر گر گئی۔ سر چکرا رہا تھا۔ ذرا ہی دیر میں دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا...... تو کیا وہ بھی روزی ہی کی طرح مر جائے گی۔ کیا کچھ لوگ اس کی نگرانی بھی کر رہے ہوں گے۔! اسے بھی گرا دینے کے درپے ہوں گے۔ اُسے کیا کرنا چاہئے۔! نہیں وہ اس طرح بے بسی سے نہیں مر جائے گی۔

بستر سے اٹھ کر فون کے قریب آئی۔ ریسیور اٹھایا اور آپریٹر سے کہا کہ وہ روم نمبر گیارہ سے رابطہ چاہتی ہے۔!

تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے کسی قسم کی انسانی آواز آئی۔ پتہ نہیں اس نے کچھ کہا تھا یا کراہا تھا....!

"کیا بات ہے.... تم کیا کہہ رہے ہو....!"

"کون ہے.... اوہ.... وہ....!"

"میں یوکاوا کی دوست ہوں.... دو دن سے اس کی تلاش میں ہوں۔ اُس نے مجھے بتایا تھا کہ تم بھی ایڈلفی میں رہتے ہو.... کیا نام ہے تمہارا....!"

کراہ کے ساتھ کہا گیا۔ "ناتوپنگ....!"

"ہاں اس نے یہی نام بتایا تھا.... ہوسکتا ہے اس نے تم سے میرا بھی ذکر کیا ہو.... میں اُس
فاؤلر ہوں۔!"

"تم کوئی بھی ہو.... خدا کے لئے میرے پاس آجاؤ.... میرا نچلا دھڑ مفلوج ہو چکا ہے
سے اٹھ نہیں سکتا۔ اگر فون سرہانے نہ ہوتا تو میں تم سے گفتگو نہ کر سکتا۔ گھنٹی بجتی رہتی۔!"

"مم.... میں آرہی ہوں....!" لزی نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

پھر وہ باہر نکلی اور روم نمبر گیارہ کی طرف چل پڑی۔

ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا تھا.... وہ اندر داخل ہوئی۔! سامنے ہی ایک جاپانی بس
چت پڑا تھا۔ اس کے داخل ہوتے ہی اس نے گردن گھمائی.... اس نے کانپتی ہوئی آواز میں

"ان لوگوں نے پتہ نہیں کس قسم کا انجکشن دیا تھا کہ میری ٹانگیں مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں۔!"

"کن لوگوں نے....؟" لزی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"کیا تم یوکاوا کی دوست ہو....!"

"ہاں.... میں دو دن سے اس کی تلاش میں ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا چکر ہے.... پرسوں رات میں یہیں اپنے کمرے میں تھا کہ
آدمی آیا.... اس نے مجھ سے کہا کہ یوکاوا قتل کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں کیسے یقین کر
اُس نے اپنے چرمی بیگ سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اس سے اٹیچڈ ایئر فون
طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "لو سنو!" ثبوت مل جائے گا۔ جیسے ہی میں نے ایئر فون کان سے لگا
زبردست دھماکا سنائی دیا کہ فوری طور پر میرا اعصابی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔! پھر
نہیں کہ وہ مجھے کس طرح یہاں سے لے گیا تھا۔!"

"وہ تمہیں کہاں لے گیا تھا....؟"

"اس کا ہوش نہیں.... اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہاں واپس کیسے آیا.... ابھی کچھ
پہلے مجھے ہوش آیا ہے۔!"

"وہ آدمی کیسا تھا.... جو تمہیں یہاں سے لے گیا تھا....!"

"گھنی مونچھوں اور پھولی ہوئی ناک والا....!"

لزی سوچنے لگی.... وہ عمران نہیں ہو سکتا۔ پھر چونک کر بولی۔ "تم یوکاوا کے قتل کی بات
کر رہے تھے۔!"

"ہاں.... وہ لوگ مجھے یہی باور کرانا چاہتے تھے کہ یوکاوا قتل کر دیا گیا....!"

"لیکن کس نے قتل کیا....!"

"مجھے یقین نہیں ہے.... پتہ نہیں وہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔!"

"مقامی ہی آدمی ہے۔!"

"ہاں مقامی ہی.... لل.... لیکن اب میرا کیا ہوگا۔!"

"میں سپروائزر سے بات کرتی ہوں کہ کسی اچھے ڈاکٹر کا انتظام کر دے۔!"

ناتوپنگ کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کراہنے لگا تھا۔

لزی اس کے کمرے سے نکل کر پھر پبلک ٹیلی فون بوتھ کی طرف چل پڑی۔

دوبارہ ہمفرے نکولائی کے نمبر ڈائیل کئے اور اُسے ناتوپنگ کے بارے میں اطلاع دی۔!

"یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں....!" ہمفرے پوری کہانی سننے کے بعد بولا۔

"میں کیا بتا سکتی ہوں....!"

"تمہاری دانست میں وہ آدمی تو نہیں ہو سکتا جس کے ساتھ تم ابھی تک رہی تھیں۔!"

"ارے وہ....!" لزی ہنس پڑی۔ "وہ تو بالکل گاؤدی تھا۔!"

"خیر.... یہ بہترین موقع ہے....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اس وقت تم اس کے
بقیہ ساتھیوں کا پتہ معلوم کر سکتی ہو۔!"

"کیا وہ بتادے گا۔!"

"تم کوشش کرو....! ناتوپنگ سمیت گیارہ آدمی ہیں۔!"

"میں اس سے کہہ آئی ہوں کہ ڈاکٹر کا انتظام کرنے جا رہی ہوں۔!"

"کوئی مضائقہ نہیں.... یہ تم کر سکتی ہو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ایک گھنٹے بعد
پھر رنگ کر لینا۔!"

لزی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا اور بوتھ سے
باہر آگئی۔

لیکن اسے دوبارہ بوتھ ہی کی طرف پلٹ جانا پڑا۔ ذہن میں ایک نئے خدشے نے سر ابھارا تھا۔
اُس نے جلدی جلدی پھر وہی نمبر ڈائیل کئے! دوسری طرف سے ہمفرے ہی کی آواز آئی۔

"مجھے مشورہ چاہئے۔!" لزی بولی۔

"اب کیا ہے....؟" ہمفرے کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔!

"ڈاکٹر کو وہ اپنے مفلوج ہو جانے کی وجہ ضرور بتائے گا اور ڈاکٹر پہلی فرصت میں پولیس کو مطلع کر دے گا۔!"

"جہنم میں جائے.... تمہیں کیوں فکر ہے۔!"

"غور طلب مسئلہ ہے۔!" لزی بولی۔ "پولیس اُس سے یوکاوا کی کہانی پوچھے گی اور وہ مجھے یوکاوا کی دوست کی حیثیت سے پیش کر دے گا.... کیا میں اس طرح دشواری میں نہ پڑ جاؤں گی۔!"

"ہاں یہ بات تو ہے۔!"

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔!"

"اچھا تو تم اُسے کسی طرح یہاں لے آؤ۔!"

"کہاں....؟"

"ٹھیک ہے تمہیں اس عمارت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم..! ٹھہرو ایک منٹ ہولڈ کرو!"

وہ ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی.... ساتھ ہی گھبرائی ہوئی نظریں باہر بھی ڈالتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "تم اُسے سکس ایک روڈ لے جاؤ.... کچھ دیر بعد ایک نیلے رنگ کی وین ایڈلفی پہنچے گی.... سپروائزر سے کہنا۔ وہ اسٹریچر کا انتظام کر دے گا۔!"

"اور کچھ....؟" لزی نے پوچھا۔

"بس.... جاؤ.... اور انتظار کرو.... اسی عمارت میں تمہارا ٹاٹنک بھی مل جائے گا.... ایڈلفی سے ناتوپنگ کا حساب صاف کرا دینا۔!"

لزی ہوٹل پہنچ کر پھر ناتوپنگ کے کمرے میں پہنچی... وہ پہلے ہی کیطرح چت پڑا کراہے جا رہا تھا۔

"میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گی۔!" اُس نے کہا۔

"کہاں لے چلو گی....؟"

"کسی محفوظ جگہ.... ورنہ اگر ڈاکٹر نے وجہ پوچھ لی تو کیا کرو گے۔!"

"ہاں.... مجھے پوری کہانی دہرانی پڑے گی.... تم بہت سمجھدار معلوم ہوتی ہو کیا یوکاوا کی بہت اچھی دوست ہو۔!"

"ہم دوستی سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں۔!" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

"کچھ دیر خاموشی رہی! پھر لزی نے کہا۔ "میں اسٹریچر کا انتظام کرنے جا رہی ہوں.... اور یہاں کا حساب صاف کئے بغیر وہ تمہیں جانے نہ دیں گے۔!"

"حساب بے باق کر دو....!" ناتوپنگ کراہا۔ "میرے پرس میں کافی رقم موجود ہے۔!"

دو گھنٹے کے اندر اندر وہ ہمفرے کی بتائی ہوئی عمارت میں منتقل ہو گئے تھے!

ایک غیر ملکی ڈاکٹر نے ناتوپنگ کا معائنہ کیا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا آیا اور اس نے ایک انجکشن دے کر مکمل آرام کی تاکید کی!

پھر کچھ دیر بعد دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی! لزی نے کال ریسیو کی تھی۔

دوسری طرف سے ہمفرے کی آواز آئی۔ "تم نے اس کے ساتھیوں کا پتہ لگایا۔!"

"ابھی نہیں جلد بازی ٹھیک نہیں۔!"

"وقت نہ ضائع کرو.... پتہ نہیں کس نے اُسے اس حال کو پہنچایا....!"

"اگر وہ لوگ ایسے ہی ہیں تو پھر ہمارا تعاقب بھی ہوتا رہا ہو گا۔!"

"یہی معلوم کرنے کے لئے تو تمہیں اس عمارت میں منتقل کیا گیا ہے۔!"

"تو پھر کیا رہا....؟"

"ابھی تک ایسی کوئی رپورٹ نہیں ملی....! لیکن اب تم اسی عمارت تک محدود رہنا۔!"

"اور میرا ٹاٹنک....؟"

"وہ تمہیں کچھ دیر بعد مل جائے گا۔!"

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر لزی نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور پیشانی پر شکنیں تھیں۔

پھر وہ ناتوپنگ والے کمرے میں آئی اور وہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے نحیف آواز میں بولا۔ "وہ پیکٹ.... کسی نے نیچے سے اندر سرکایا تھا.... وہ....!"

لزی کو دروازے کے قریب براؤن رنگ کا ایک لفافہ پڑا نظر آیا.... وہ آگے بڑھی اور جھک

کر اسے اٹھالیا.... لفافے پر صرف "لزی" تحریر تھا اُس نے بڑی بے صبری سے لفافہ چاک کیا
اُس میں سے کئی پرچے برآمد ہوئے۔ ایک خط بھی تھا۔!

"لزی....! تمہاری بے ہوشی کے دوران میں ایک میڈیکل ایکسپرٹ نے تمہارا طبی م
کیا تھا۔ رپورٹ بھیج رہا ہوں۔ اسے غور سے دیکھو.... اگر زندگی عزیز ہے تو اب اس ٹانک کا
قطرہ بھی اپنے جسم میں داخل نہ ہونے دینا.... اگر مزید دس دن اور تم اس کا استعمال
رکھتیں تو تمہارا بھی وہی حشر ہوتا جو روزی کا ہوا تھا.... ڈاکٹر نے کچھ مشورے تحریر کئے
ابھی سے اُن پر عمل شروع کر دو.... میں بُرا آدمی ضرور ہوں لیکن اتنا بھی نہیں کہ انسانی ز
کی میری نظر میں کوئی وقعت نہ ہو۔ جن کے لئے تم کام کر رہی ہو وہ بے ضمیر ہیں۔ انہیں م
اپنے کام سے کام ہے۔ تمہاری زندگی اگر ان کے کسی تجربے کی بھینٹ چڑھ جائے تو اس کا
پر انہیں مسرت ہوگی۔ میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب تم جانو ان سارے کاغذات کو
نذر آتش کر دینا.... یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔!"

لزی اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئی اور میڈیکل رپورٹ دیکھنے لگی۔
نے آخر میں ہدایت کی تھی کہ اُسے زیادہ سے زیادہ مقدار میں پانی پیتے رہنا چاہئے۔!

کچھ اور ہدایات تھیں جنہیں ذہن نشین کر لینے کے بعد اُس نے ان کاغذات کو جلا دیا۔

اب وہ عجیب سا اطمینان محسوس کر رہی تھی۔ ناتوپنگ کے کمرے میں آکر اس سے پوچھا
اُسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔!

"نہیں شکریہ....! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔!" اُس نے گلوگیر آواز میں کہا

"کیا تمہارا اور کوئی دوست یہاں نہیں ہے۔!" لزی نے پوچھا۔ لیکن اُس نے فوری طور
سوال کا جواب نہ دیا۔!

"تم کیا سوچنے لگے.... مجھے بتاؤ....! میں اُسے تم تک لانے کی کوشش کروں گی۔!"

"یہاں میرا کوئی دوست نہیں ہے....!" ناتوپنگ بولا۔

اور وہ مطمئن ہوگئی اب وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کی بھی تباہی کا باعث بنے۔!

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اُن جاپانیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑا جائے گا۔ ہمفر
اس کے مشن سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہمفر

بھی کسی تجربے کی بھینٹ چڑھا دے گا۔

اُسے پھر فون کی گھنٹی سنائی دی اور وہ اسی کمرے کی طرف لپکی جہاں فون تھا۔

یہ بھی ہمفرے ہی کی کال تھی! وہ تو ناتوپنگ کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنے کے
لئے بے چین تھا۔!

"وہ نہیں بتاتا... کہتا ہے کہ یوکاوا کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا۔!" لزی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اچھی بات ہے تو پھر مجھے ہی آنا پڑے گا۔!"

"میرا ٹانک....؟"

"اوہ... شام تک پہنچ جائے گا.. اور پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد میں بھی آؤں گا۔!"

"اچھی طرح اطمینان کر لینا.. میں مطمئن نہیں ہوں..!" لزی کہتی ہوئی زہریلے انداز میں مسکرائی۔

"تم فکر نہ کرو....!" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

اس کے بعد لزی شام تک زیادہ سے زیادہ پانی پیتی رہی تھی۔

تقریباً سات بجے ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کمپاؤنڈ میں رکی۔ اس پر سے تین آدمی اترے! لزی
کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ عجیب سا خوف ذہن پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ وہ
برآمدے میں آئے اور کال بل کا بٹن دبایا گیا۔ لزی غیر ارادی طور پر صدر دروازے کی طرف
بڑھتی چلی گئی۔ اس نے دروازہ کھولا۔

ہمفرے ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ دوسرا شائد باہر ہی رہ گیا تھا۔

"وہ کہاں ہے....؟" ہمفرے غرایا۔

"تم.... میرے ساتھ آؤ....!" لزی بولی۔

"تمہیں کیا ہوا.... کیا تم خائف ہو....!" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

"نہیں.... میں کیوں خائف ہوتی۔!"

وہ اُسے اس کمرے میں لائی جہاں ناتوپنگ لیٹا ہوا تھا۔

اب لزی نے ہمفرے کے ساتھی کو دیکھا صورت اس کے لئے نئی تھی۔ لیکن وہ آنکھوں سے
سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نسلاً سفید فام ہی تھا۔

ناتوپنگ نے انہیں دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی اور چیخ مار کر پھر لیٹ گیا۔ اُس کا یہ فعل قطعی

طور پر اضطراری معلوم ہوا تھا۔ لزی خاموش کھڑی تھی۔ ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔

"کیا تم مجھے پہچانتے ہو.....!" ہمفرے نے ناتوپنگ سے پوچھا۔

"نہیں.... تم شائد اسی رحم دل خاتون سے تعلق رکھتے ہو۔!"

"میں بلاشبہ اسی خاتون کا ساتھی ہوں.... لیکن رحم دل ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔!"

"ارے!" ناتوپنگ نے ہنسنے کی ناکام کوشش کی اور بولا۔ "مجھ پر تو تم لوگوں نے بڑا کرم کیا ہے۔!"

"تمہارے بقیہ نو ساتھی کہاں ہیں....؟"

"مم.... میرا تو کوئی بھی ساتھی نہیں یوکاوا کے علاوہ....!"

"تم جھوٹے ہو.... میری اطلاع کے مطابق پورے گیارہ عدد میری تلاش میں آئے تھے۔!"

"تت.... تو یہ صحیح ہے کہ.... تم نے یوکاوا کو مار ڈالا....!"

"ہاں یہ صحیح ہے.... لیکن صرف تمہیں زندہ رکھا جائے گا.... اس شرط پر کہ اپنے بقیہ ساتھیوں کی نشان دہی کر دو....!"

"میرے خدا....!" ناتوپنگ کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قوت گویائی ہی کھو بیٹھا ہو۔

وہ لوگ خاموش کھڑے رہے۔

آہستہ آہستہ ناتوپنگ کی آواز دبتی گئی۔ اسی دوران میں ہمفرے غرایا۔

"اب تم بے ہوشی کا ڈھونگ کرو گے۔ لیکن تمہیں زبان کھولنی ہی پڑے گی۔!"

"میں بے ہوشی کا ڈھونگ نہیں کروں گا۔!" ناتوپنگ نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔ "مرنے کے لئے تیار ہوں۔!"

"اسے دھمکی نہ سمجھنا.... یوکاوا بھی اسی لئے مارا گیا اس نے بقیہ لوگوں کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔!"

"تو مجھے بھی مار ڈالو.... گیارہ نومبر کی قسم تم میری زبان سے کچھ بھی نہ سن سکو گے۔!"

ہمفرے نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکالا اور جب اُسے کھولا تو اس کی کڑکڑاہٹ کمرے کی خاموش فضا میں گونج کر رہ گئی۔

لزی نے بوکھلا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُسے اپنا دم گھٹتا سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے ا

محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین ہل رہی ہو۔ اس مفلوج آدمی کو ذبح کر دینے کا تصور بھی اس کے لئے اذیت ناک تھا۔

"بتاؤ....!" ہمفرے کسی خون خوار درندے کی طرح غرایا اور لزی نے آنکھیں کھول دیں۔

ناتوپنگ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

دفعتاً ہمفرے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "اسے ذبح کر دینے میں میری مدد کرو۔!"

ٹھیک اسی وقت تیسرا آدمی اندر داخل ہو کر بولا۔ "مجھے شبہ ہے کہ آس پاس کچھ آدمی چھپے ہوئے ہیں۔!"

"جاؤ.... دیکھو....!" ہمفرے نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ دونوں باہر چلے گئے۔

پھر ہمفرے لزی کی طرف مڑا۔ کھلا ہوا چاقو اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔

"یہ فون تک تو نہیں پہنچ سکا تھا....!" اس نے لزی سے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" وہ تھوک نگل کر بولی۔ "خود سے کروٹ تک تو لے نہیں سکتا اور پھر میں اس وقت سے اب تک اس کی نگرانی کرتی رہی ہوں۔!"

"تم بھول رہی ہو....!" ناتوپنگ ہنس کر بولا۔ "ایک بار تم آدھے گھنٹے کے لئے یہاں سے چلی گئی تھیں۔"

اور وہ دونوں ہی تیزی سے اس کی طرف مڑے۔

"ارے....!" لزی اچھل پڑی۔

ناتوپنگ کی بجائے اُسے عمران نظر آیا تھا اس بار اور پھر.... وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"چاقو زمین پر ڈال دو....!" اُس نے ریوالور کا رخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ دروازے کی طرف بھی بڑھتا چلا جا رہا تھا.... دروازے کو بولٹ کر کے.... وہ پھر ہمفرے سے بولا۔ "تم نے ابھی تک چاقو نہیں چھوڑا۔!"

ہمفرے نے چاقو زمین پر گرا دیا۔

"لزی....! چاقو اٹھا کر میرے پاس لاؤ....!" عمران بولا۔

لزی نے چاقو اٹھایا اور عمران کو تحیر آمیز نظروں سے گھورتی ہوئی اُس کی طرف بڑھنے لگی اور ٹھیک اسی وقت ہمفرے لزی کو ڈھال بنا کر عمران پر ٹوٹ پڑا۔ لزی ان کے نیچے دب کر چیخی تھی!

اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پس کر رہ جائے گی۔ پھر اچانک ان میں سے کسی کا بازو اس کے دانتوں میں آگیا جسے وہ جکڑتی ہی چلی گئی اور پھر اُسے اُن کے نیچے سے نکل جانے کا موقع مل گیا تھا وہ بھاگ کر دور جا کھڑی ہوئی۔

دونوں گتھے ہوئے تھے ریوالور ایک جانب پڑا تھا۔ لیکن چاقو کہیں نظر نہ آیا.... وہ پہلے ہی اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اتنے میں کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔

لیکن لزی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

دفعتاً ہمفرے بولا۔ ”لزی.... ریوالور اٹھالو.... بیدریغ فائر کردو اس پر۔!“ لزی چونکی.... آگے بڑھی.... ریوالور اٹھایا۔

”اندر کیا ہو رہا ہے... دروازہ کھولو!“ باہر سے آواز آئی۔ غالباً یہ ہمفرے کا کوئی ساتھی ہی تھا۔

”لزی دروازہ کھول دو....!“ ہمفرے ہانپتا ہوا بولا۔

”ضرور سور کے بچے.... ضرور کھولوں گی دروازہ....!“ وہ دانت پیس کر بولی۔ ”ابھی تم نے مجھے ڈھال بنایا تھا۔!“

”تم پاگل ہو گئی ہو....!“ وہ چیخا۔

”نہیں لزی... ڈارلنگ... تم دروازہ ہرگز نہ کھولنا...!“ عمران چڑانے والے انداز میں بولا۔

اتنے میں لزی کو چاقو بھی نظر آگیا۔ وہ انہیں دونوں کے نیچے دبا رہ گیا تھا۔

اُس نے جھپٹ کر اُسے بھی قبضے میں کرلیا۔

”شاباش....!“ عمران بولا۔ ”یہ کام کیا ہے تم نے.... اب میں اسے پکڑوں گا اور پنجرے میں بند کرکے تیس دن تک وہی ٹانک پلاؤں گا۔!“

”ہم دروازہ توڑ دیں گے۔!“ باہر سے آواز آئی۔

”ضرور توڑ دو!“ لزی بھی چیخ کر بولی۔ ”دو گولیاں کافی ہوں گی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔!“

”ارے... تم تو جون آف آرک کی طرح بول رہی ہو۔ شاباش....!“ عمران نے کہا اور اس بار ہمفرے کو کمر پر لاد کر دے پٹخا۔

اب وہ اس کے سینے پر سوار اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ لیکن ہمفرے نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

لزی ہمفرے کی قوت سے بخوبی واقف تھی۔ بیک وقت کئی آدمیوں سے تنہا نپٹنا اس کا محبوب

ترین مشغلہ تھا۔ ورزش کے طور پر وہ روزانہ کئی آدمیوں سے زور کرتا تھا۔ انہیں کھلی اجازت ہوتی تھی کہ جس طرح چاہیں حملہ کریں۔ لیکن وہ انہیں تھکا مارتا۔

لیکن اس وقت وہ پسینے میں شرابور تھا اور بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کے برخلاف عمران کے چہرے پر کھلنڈری سی مسکراہٹ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ محض تفریحاً ہمفرے سے لپٹ پڑا ہو۔

ہمفرے نے بالآخر اسکے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹا دیئے۔ لیکن اچھال پھینکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

باہر سے دروازے پر ٹکریں ماری جارہی تھیں۔ لزی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ اگر دروازہ ٹوٹ گیا تو وہ فائرنگ شروع کردے گی۔!

”تم تھک گئے ہو شائد!“ عمران نے ہمفرے سے کہا۔ ”اچھی بات ہے تھوڑی دیر آرام کرلو۔“

پھر لزی نے دیکھا کہ وہ اُسے چھوڑ کر دور ہٹ گیا۔

”تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔!“ وہ بوکھلا کر بولی۔

”سب ٹھیک ہے....!“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا اور پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جالگا۔

پھر جیسے ہی ہمفرے نے اٹھ کر لزی کی طرف چھلانگ لگائی۔ عمران نے کوئی چیز اس کی طرف پھینکی اور وہ دھم سے فرش پر جارہا۔ غالباً لزی سے چاقو یا ریوالور چھین لینے ہی کے لئے اس کی طرف جھپٹا تھا۔ ہمفرے نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن اب یہ ناممکن تھا کیونکہ اس کی دونوں ٹانگیں ایک پتلی سی ڈور کے پھندے میں پڑ گئی تھیں جس کا دوسرا سرا عمران کے ہاتھوں میں تھا۔

دروازے پر بدستور ضربیں پڑ رہی تھیں۔

پھر لزی نے دیکھا کہ ہمفرے کی جدوجہد اُس کے لئے مزید مصیبتیں لا رہی ہے۔ جب بھی وہ اٹھنے کی کوشش کرتا عمران اس ڈور کو ڈھیل دے کر اس طرح گردش دیتا کہ وہ ہمفرے کے گرد لپٹی چلی جاتی اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم اُس ڈور میں جکڑ کر رہ گیا۔ آخر میں عمران نے اُسے کسی بنڈل کی طرح گھسیٹ کر ایک کنارے ڈال دیا اور لزی سے بولا۔ ”اب تم میرے لئے ایک کپ کافی بنالاؤ۔ اتنے میں ان دونوں کو بھی پیک کئے دیتا ہوں۔!“

”لزی کتیا تو پچھتائے گی۔!“ ہمفرے دہاڑا۔

”بہت طاقت ور ہو....!“ عمران لزی کے بولنے سے پہلے بول پڑا۔ ”اگر اس ڈور کو توڑ کر دکھاؤ تو تمہارے لئے بھی ایک کپ کافی بنوادوں گا۔!“

"شٹ اپ....!" ہمفرے پھر دہاڑا۔

"اور تم میرے لئے دس خوراکیں ٹانک کی لائے ہو۔!" لزی مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسی۔

"کیا سچ مچ تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!"

عمران انہیں وہیں چھوڑ کر بائیں جانب والے دروازے سے گذرتا چلا گیا۔

"روزی کون تھی نکولائی....؟" لزی نے پُر نفرت لہجے میں پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔!"

"تم نے یہ تو سوچا ہوتا کہ وہ بھی اپنوں ہی میں سے تھی۔!"

"تم بہکائی گئی ہو.... میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔!"

اتنے میں دوسری طرف سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ آپس میں ٹکرائے ہوں۔ دروازے پر ضربیں پڑنی بند ہو گئی تھیں۔

لزی پل بھر کے لئے ادھر متوجہ ہوئی اور پھر ہنس کر بولی۔ "اب وہ ان دونوں کو ٹھیک کر رہا ہے۔ بلا کا آدمی ہے.... اور ہاں شائد تمہیں نہ معلوم ہو کہ یہ وہی آدمی ہے۔!"

"کون....؟"

"جس پر یوکاوا نے مجھے مسلط کیا تھا۔!"

"اوہ....!"

"اور یہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ کس طرح ناتوپنگ سے عمران بن گیا تھا۔!"

"لزی تم اپنے ملک سے غداری کر رہی ہو.... ہوش میں آؤ۔!"

"لعنت ہے تم پر اور تمہارے ملک پر.... میں اپنی توہین سمجھتی ہوں درندوں کی اس بستی کی باشندہ کہلانے میں۔!"

"کتیا....!" ہمفرے دہاڑا۔

"تھو....!" لزی نے اس کے منہ پر تھوکتے ہوئے ایک ٹھوکر بھی رسید کی اور ہمفرے کی زبان سے گالیوں کا طوفان امنڈنے لگا۔

"ویل ڈن....!" عمران بائیں جانب والے دروازے سے اندر داخل ہوتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہاری شادی اس کلوٹے سے ہر گز نہیں کروں گا۔!"

پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھولا جس پر باہر سے ٹکریں پڑتی رہی تھیں۔

سامنے ہی ہمفرے کے دونوں ساتھی فرش پر لمبے لمبے لیٹے نظر آئے دونوں بے ہوش تھے۔

عمران ان کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں بھی اسی طرح کمرے میں گھسیٹ لایا۔

ہمفرے فرش پر پڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہو۔!

عمران نے اس کے بے ہوش ساتھیوں کے ہاتھ پیر بھی جکڑ دیئے۔

"تم آخر کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....؟" ہمفرے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو....!"

"میں ڈاکٹر موندرے کا اسسٹنٹ ہوں اور تم نے جو کچھ بھی کیا ہے غلط کیا ہے۔!"

"کیا ڈاکٹر موندرے تمہاری ان حرکتوں سے واقف ہے۔!"

"یہ میرے نجی معاملات ہیں ان کا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں۔!"

"لیکن تم اسطرح یوکاوا کے قتل کے الزام سے تو نہ بچ سکو گے! تمہیں اسکی سزا ضرور ملے گی۔!"

"لزی نے بتایا تھا کہ تم بلیک میلر ہو.... بتاؤ اس راز کی کیا قیمت مقرر کرتے ہو۔!"

"تمہاری اپنی زندگی....!" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اُسے پھاڑتا ہوا بولا۔ پھر ایک پیس نکال کر لزی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "چیونگم تمہاری سانسوں کو قابو میں لائے گی۔!"

"بڑی سے بڑی جو رقم چاہو....!" ہمفرے لجاجت سے بولا۔

"خاموش پڑے رہو.... ہاں لزی کافی....!"

"میں ابھی لائی۔!" لزی نے کہا اور عمران کے قریب آکر اس کے گالوں کو بڑے پیار سے تھپتھپاتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔

"بڑی سے بڑی رقم.... تمہیں یہاں بھی مل سکتی ہے.... اور اگر تم چاہو تو سوئیٹزرلینڈ کے کسی بینک میں تمہارے نام سے جمع بھی کرائی جا سکتی ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور ہمفرے کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد لزی واپس آگئی اس کے ہاتھوں میں کافی کی دو پیالیاں تھیں۔ ایک اس نے عمران کی طرف بڑھا دی اور دوسری سے خود پیتی رہی۔

"کیا تم نے اس شخص کی اصلی شکل بھی کبھی دیکھی ہے۔!" عمران نے ہمفرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اصلی شکل سے کیا مراد ہے۔!"

"نہ اس کا اصل نام ہمفرے نکولائی ہے اور نہ یہ اس کی اصلی صورت۔!"

"دونوں ہی باتیں میرے لئے حیرت انگیز ہیں۔!" لزی نے کہا۔

"آپ مسٹر مکی برنارڈ ہیں.... اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے اس یونٹ کے سربراہ جو جاپان میں انقلابیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے متعین کیا گیا تھا۔!"

"بکواس ہے....!" ہمفرے حلق کے بل چیخا۔

"جیسے میں نے اپنے چہرے پر ناتوینگ کا چھلکا چڑھا رکھا تھا اسی طرح اس نے بھی کسی چھلکے ہی کی آڑ لے رکھی ہے۔ کہو تو اتار دوں وہ چھلکا۔!"

"خبر دار میرے قریب نہ آنا....!" ہمفرے غرایا۔

لیکن عمران آگے بڑھا اور اس کے قریب دوزانوں بیٹھ کر اس کی گردن ٹٹولنے لگا اور پھر لزی نے سچ مچ ہمفرے کے چہرے سے غلاف سا اترتے دیکھا۔

سر پر پائے جانے والے سفید بال بھی چھلکے کے ساتھ ہی اترتے چلے گئے تھے اور اب ایک بہت ہی توانا اور جوان چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

"مسٹر مکی برنارڈ....!" عمران گھمبیر آواز میں بولا۔ "مجھے اس سے قطعی سروکار نہیں کہ تم کیا ہو۔ میں تو اُس قتل کے سلسلے میں تمہیں حراست میں لے رہا ہوں جو میرے ملک میں تمہارے ہاتھوں ہوا.... یوکاوا کا قتل.... اور اوہ میں اس بیچاری روزی کو تو بھول ہی گیا اور یہ لزی کچھ دنوں کے بعد گرا کر مار ڈالی جاتی۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔ کمرے کی فضا پر گہرا سکوت طاری تھا۔ دفعتاً لزی عمران کیطرف بڑھی اور اپنے ہونٹ اسکی پیشانی پر رکھ کر سسکیاں لینے لگی۔ گرم گرم قطرے اسکی آنکھوں سے ڈھلکتے رہے۔!

دوسرے دن صفدر اور عمران "ادارۂ تحقیقات نفسی" کی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ صفدر کار ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اس کے برابر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ "تین سال گذرے "کیوشو انقلابی جماعت" نے ایک بیرونی اقتصادی غلبے سے نجات پانے کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا تھا۔" ایسے تمام مقامی افراد کو ختم کر دینا چاہتی تھی جو اُس غلبے کے حامی تھے۔ لیکن برنارڈ عرصہ سے ان کی

ناک میں تھا۔ اس نے عین وقت پر اُن سبھوں کو گرفتار کرا دیا۔ جو بچ گئے تھے کچھ دنوں کے بعد انہوں نے دوبارہ جماعت کی تنظیم کی اور اس تاریخ کو اپنے لئے مقدس عہد قرار دیا۔ جب ان کی جماعت کے بہترین دماغ گرفتار کئے گئے تھے۔ وہ تاریخ گیارہ نومبر تھی ساتھ ہی انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مکی برنارڈ کو اس کے یونٹ سمیت نیست و نابود کر دیں گے۔ برنارڈ حقیقتاً اُن سے دہشت زدہ ہی ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ وہ اس کی تلاش میں رہے.... پھر انہیں کسی طرح علم ہوا کہ وہ یہاں ہے۔ لہٰذا گیارہ آدمیوں کی ایک جماعت مختلف طریقوں سے یہاں پہنچی۔ یوکاوا اُن کا سربراہ تھا۔ یوکاوا اور ناتوینگ اپنی جماعت کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور مکی برنارڈ انہیں پہچانتا تھا۔ بہر حال وہ یہاں آئے اور مکی برنارڈ کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے پھر اُس سے مار کھا گئے۔ ان لوگوں کے لیڈروں میں ایک شخص کیتونا بھی تھا۔ گیارہ نومبر کے بعد سے وہ ایسا لاپتہ ہوا کہ پھر اس کا سراغ نہ مل سکا۔ مکی برنارڈ اس سے بھی واقف تھا کیتونا بہت سینئر تھا اور اس نے پارٹی کے لئے بہت بڑے بڑے کام کئے تھے۔ بہر حال برنارڈ صرف ان دونوں کو دیکھتا ہے اور یقین نہیں کر سکتا کہ صرف یہ دو ہی ہوں گے۔ لہٰذا ایک دن وہ یوکاوا کو فون پر اطلاع دیتا ہے کہ وہ ان کا گمشدہ لیڈر ناکیتو ہے اور عرصہ دراز سے مکی برنارڈ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ یوکاوا سے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ اس کے سامنے نہیں آسکے گا وہ اسے بتاتا ہے کہ مکی برنارڈ یہیں ہے لیکن کھل کر سامنے نہیں آرہا ہے۔ اس کے کچھ لوگ نظر میں ہیں ان کی نگرانی کی جائے۔ پھر وہ اُسے روزی کا پتہ بتاتا ہے اور لزی کے لئے کہتا ہے کہ یوکاوا اس سے دوستی کرنے کی کوشش کرے۔ روزی حقیقتاً برنارڈ کی داشتہ تھی۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔ صفدر کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نے آپ سے اس ٹانک کے بارے میں پوچھا تھا۔!"

"بتاتا ہوں.... میں دراصل برنارڈ کی سفاکی پر غور کرنے لگا تھا.... وہ اس کی داشتہ تھی اور اُس نے تجربے کے طور پر زہر اس پر آزما ڈالا تھا۔ لزی جو اس کی رفیق کار تھی اُسے بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"تو یہ ڈاکٹر موندرے....!"

"نہیں موندرے قطعی بے قصور ہے۔ اول تو وہ برنارڈ کی اصلیت سے واقف نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اُس نے وہ محلول کسی دوسرے مقصد کے تحت تیار کیا تھا۔ کسی طرح برنارڈ کو علم ہو گیا کہ اُس کا مسلسل استعمال دل کو اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ معمولی سا شاک بھی اس کے چیتھڑے اڑا دے۔ اُس نے اُس محلول کی خاصی بڑی مقدار ڈاکٹر کی لاعلمی میں چرائی اور اُسے آدمیوں پر

آزمانے لگا۔ ڈاکٹر نے جانوروں پر تجربات کئے تھے خود برنارڈ نے اعتراف کیا کہ مونڈرے اس سلسلے میں قصوروار نہیں! بہرحال اس کے متعلق پوری طرح اطمینان کئے بغیر فی الحال اس کے بارے میں اظہار خیال غیر ضروری ہے۔ اسے بھی دیکھیں گے بہرحال وہ ناتوپنگ سے اور یوکاوا سے کام بھی لیتا رہا اور انہیں ختم کر دینے کے درپے بھی رہا۔ اس نے لزی اور روزی کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ برنارڈ کے یونٹ سے تعلق رکھتی ہیں۔! برنارڈ اس کھیل کو جلد سے جلد ختم کر دینا چاہتا تھا کیونکہ ایک غیر متعلق آدمی یعنی میں بھی بیچ میں آکودا تھا۔ خواہ میری حیثیت کچھ رہی ہو۔ لہٰذا وہ یوکاوا سے اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھتا ہے۔ لیکن یوکاوا نے اب خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ اس نے بتانے سے انکار کر دیا اور برنارڈ نے اسے قتل کر دینے ہی میں بہتری سمجھی اس کی دانست میں ناتوپنگ زیادہ ذہین نہیں تھا اس لئے فی الحال اُسے زندہ رکھ کر اس کے بقیہ ساتھیوں کا سراغ پانا چاہتا تھا تم نے جس ہوسٹل کے بارے میں بتایا تھا اس میں بڑی تعداد میں جاپانی آباد ہیں۔ ان میں بقیہ نو آدمیوں کو نکال لینا آسان کام نہیں تھا۔!"

"کیا لزی مر جائے گی۔!"

"اگر وہ ڈاکٹروں کے مشوروں پر عمل کرتی رہی تو اس کا خدشہ نہیں رہے گا۔ ویسے اُس زہر سے دل متاثر ہو چکا ہے۔ وقت لگے گا سدھرنے میں۔!"

"یوکاوا کی لاش کا کیا ہوا.... پولیس کو تو اُس عمارت میں نہیں ملی تھی۔!"

"ہمفرے کے دونوں ساتھیوں نے اُس کی نشاندہی بھی کر دی ہے اُسے ایک جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ بہرحال وہ برآمد کی جا چکی ہے۔ ابھی خاصی دشواریاں پیش آئیں گی۔!"

"کیسی دشواریاں....؟"

"وہ لزی.... مسلط ہو گئی ہے میرے سر پر.... اور ظاہر ہے کہ اس دشواری کا تعلق آپ حضرات کی ذات شریفہ سے ہرگز نہ ہوگا اور نہ وہ میاں ایکس ٹو سلمہ' ہی ذمہ داری لیں گے۔ وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تمہاری قبر تک میں گھس جاؤں گی۔ تم نے کیوں جان بچائی میری.... کیا آج میں تمہیں زیادہ بے وقوف لگ رہا ہوں۔!"

صفدر نے کنکھیوں سے اسے دیکھا.... وہ ایسا منہ بنائے بیٹھا تھا جیسے ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو۔

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 55

مناروں والیاں

(پہلا حصہ)

پیشرس

اس کتاب کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے میں اُن دونوں حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے پچھلے ناول "دھواں ہوئی دیوار" میں ایک فروگذاشت کی طرف توجہ دلائی ہے.... براہِ کرم آپ بھی تصحیح کر لیجیے!

صفحہ ۱۱۰ پر ساتویں سطر میں.... "وہ ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا" قلمزد کر لیجیے!

ہوا یہ کہ اس بے چارے کے دونوں ہاتھ پہلے سے پشت پر باندھ چکا تھا.... اس کے بعد یہ ہوا ہوگا کہ کوئی صاحب آٹپکے ہوں گے اور چھیڑ دی ہوں گی روس اور امریکہ کی باتیں (روس اور امریکہ میری بھی کمزوری ہیں۔ کیونکہ روسی برف باری کے دوران میں بھی آئس کریم بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ اور امریکہ میں ہالی وڈ پایا جاتا ہے) بہرحال جب وہ صاحب تشریف لے گئے ہوں گے اور میں نے دوبارہ قلم سنبھالا ہوگا تو یہ بھول گیا ہوں گا کہ اس بے چارے کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔!

اب آیئے "مناروں والیاں" کے بارے میں کچھ عرض کروں

یہ ایک طویل کہانی کا پیش خیمہ ہے!

اس دوران میں عمران پسندوں کے لاتعداد خطوط موصول ہوئے، جو چاہتے ہیں کہ "بوغا سیریز" قسم کا ایک سلسلہ پھر پیش کروں!

دراصل ارادہ یہی تھا کہ "مناروں والیاں" منفرد کہانی ہو! لیکن جب اس کے پھیلاؤ کے امکانات کا جائزہ لیا تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے کسی سلسلے کی ایک کڑی ہی کی حد تک رکھنے پر اکتفا کر لیا جائے ورنہ ایک بار پھر آپ مجھ پر کہانی کا گلا گھونٹ دینے کا الزام عائد کریں گے!

ظفر الملک کی واپسی کا تقاضا بھی عرصے سے جاری تھا۔ میں نے سوچا اس طرح آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر سکوں گا! اس سلسلے کا دوسرا ناول خاص نمبر جلد ہی پیش کرنے کی کوشش کروں.... انشاءاللہ....!"

والسلام

فون کی گھنٹی بجی اور کیپٹن فیاض نے جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور اٹھالیا۔

اس وقت وہ ایک ایسے فائل میں الجھا ہوا تھا جسے اپنی میز پر دیکھنا ہرگز پسند نہ کرتا لیکن اوپر والوں کا حکم....!

ماؤتھ پیس میں وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "ہیلو....!"

لیکن دوسری طرف سے دہاڑیں مار مار کر رونے کی آواز آئی۔!

"کون ہے....!"

"جج....جج....جی میں ہوں۔!"

"تم کون ہو....نام بتاؤ....!" فیاض جھلا کر دہاڑا۔

"سس....سلیمان....!"

"کون سلیمان....؟"

"اب....یہ وقت آگیا ہے کہ....کون سلیمان....ہائے۔!"

"کیا بک رہا ہے....کیا عمران کا باورچی....!"

"جی انہوں نے مجھے کبھی باورچی نہیں سمجھا....ہائے....اب کیا ہوگا ارے میرے مالک۔!" دوسری طرف سے رونا بدستور جاری رہا۔

"آخر بکتا کیوں نہیں....کیا بات ہے۔!"

"صاحب نے خودکشی کرلی....!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"ہائے کپتان صاحب مجھے بھی یقین نہیں آتا....!"

"تو جانتا ہے تیری اس بے ہودگی کا کیا نتیجہ ہوگا۔!"

"میری کیا خطا ہے جناب....میں بالکل بے قصور ہوں۔!"

"کیا عمران نے تم سے کہا کہ اس طرح میرا وقت برباد کرو....!"

"وہ اب اس دنیا میں کہاں جناب....!جو مجھ سے کچھ کہیں گے۔!"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں یہاں پکڑ بلواؤں....!"

"جو دل چاہے کیجئے....!میں تو اب زندہ ہی نہیں رہنا چاہتا۔!" سلیمان نے دوسری طرف سے کہا اور پھر رونے لگا۔

فیاض نے ریسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے اسے ایک گندی سی گالی دی اور فائیل کی طرف متوجہ ہوگیا۔

پھر آدھے گھنٹے بعد دوبارہ فون کی گھنٹی بجی تھی اور اُس کے پرسنل اسسٹنٹ نے دوسری طرف سے اُسے اطلاع دی تھی کہ عمران کا ملازم سلیمان اُس سے ملنا چاہتا ہے۔

"بھیج دو!" وہ ماؤتھ پیس میں غرایا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں متورم اور سرخ تھیں۔ سچ مچ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے دیر تک روتا رہا ہو! فیاض سے نظر ملتے ہی پھر دہاڑیں مارنے لگا۔

"تو کیا سچ مچ....!" فیاض بوکھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

سلیمان نے بدستور روتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔!

"لیکن کب....کیونکر....!"

سلیمان نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا اور فرش پر اکڑوں بیٹھ کر اس طرح اپنا منہ دبائے رکھنے کی کوشش کرنے لگا جیسے اپنی موجودہ حالت پر قابو پانا چاہتا ہو۔!

لفافہ پہلے ہی سے چاک تھا....فیاض نے اس میں سے خط نکالا۔ تحریر عمران ہی کی تھی اور مخاطب سلیمان سے تھا۔

"سلیمان....!میں خودکشی کرنے جارہا ہوں۔ تنگ آگیا ہوں اس زندگی سے! آخر میرے جینے کا فائدہ ہی کیا۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں جسے اپنا کہہ سکوں۔ میرے فلیٹ میں جو کچھ بھی موجود ہے تم اور جوزف آپس میں تقسیم کرلو میرا یہ خط کیپٹن فیاض تک پہنچا دینا۔ تمہارے بعد سب

سے پہلے فیاض ہی کو میری موت کی اطلاع ملنی چاہئے اور کسی کو کچھ نہ بتانا۔!"

فیاض نے طویل سانس لی.... پشت پر خود اُس کے نام پیغام تھا۔

"فیاض....! تمہیں میری لاش موڈل کالونی کی کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ میں ملے گی۔!"

فیاض کے چہرے پر الجھن کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔

اس نے سلیمان کی طرف دیکھا جو کسی حد تک اپنی حالت پر قابو پا چکا تھا۔!

"کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ.... موڈل کالونی....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور سلیمان سے پوچھا۔ "جوزف کہاں ہے....؟"

"پتہ نہیں جناب.... صبح اپنے کمرے میں نہ صاحب تھے اور نہ جوزف کا کہیں پتہ تھا تکئے پر لفافہ پڑا ہوا ملا تھا چونکہ اوپر میرا ہی نام لکھا ہوا تھا اس لئے میں نے کھول ڈالا۔!"

"ہوں.... اچھا تم جاؤ.... میں دیکھوں گا.... فلیٹ کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا اور جب تک میں نہ کہوں تم وہاں سے ہٹو گے بھی نہیں۔! جوزف واپس آئے تو اس سے اس کا تذکرہ ہرگز نہ کرنا۔ وہ اگر عمران کے بارے میں پوچھے تو سرسری طور پر لاعلمی ظاہر کر دینا۔!"

"تو کیا سچ مچ میرے صاحب....؟"

"بس زیادہ بات چیت نہیں....!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔ فی الحال اس کا ترکہ تقسیم کرنے نہ بیٹھ جانا۔ بس جاؤ۔!"

سلیمان باہر چلا گیا۔!

"کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ....!" فیاض بڑبڑایا اور تیزی سے فائیل کی ورق گردانی کرنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔! ایک صفحے پر رکا اور تیزی سے اس کا جائزہ لینے کے بعد فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔!

"ہیلو.... ماجد.... فوراً آؤ....!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

کچھ دیر بعد انسپکٹر ماجد کمرے میں داخل ہوا۔ فیاض اُسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے فائیل کے ورق الٹتا ہوا بولا۔ "یہ فائیل پھر میرے پاس آ گیا ہے۔!"

"کون سا فائیل جناب....!" انسپکٹر ماجد نے فدویانہ انداز میں پوچھا۔

"ٹام براؤن کیس....!"

"لیکن وہ کیس تو....!"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسے دوبارہ کیوں اکھاڑا جا رہا ہے۔!" فیاض نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا! چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا تمہیں وہ عمارت یاد ہے جہاں ٹام براؤن آخری بار دیکھا گیا تھا۔!"

"موڈل کالونی کی ایک عمارت تھی جناب....! غالباً کوٹھی پانچ سو پچپن۔!"

"چھ سو چھیاسٹھ۔!" فیاض نے تصحیح کی۔

"اب ذہن پر اچھی طرح زور دے کر بتاؤ۔ جب یہ کیس ہمارے پاس تھا تو عمران نے کسی قسم کی دخل اندازی کی یا نہیں۔!"

"نہیں جناب.... دور دور تک پتہ نہیں تھا۔!"

"ہوں....!" فیاض کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

"کیا اب دخل اندازی کر رہے ہیں۔!" ماجد نے پوچھا۔

فیاض صرف اُسے گھور کر رہ گیا بولا نہیں۔ انداز سے ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اُس کی زبان سے اس سوال کو نامناسب سمجھتا ہو۔!

"اٹھو....!" خود فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ "ہمیں فوراً کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ تک پہنچنا ہے۔!"

موڈل کالونی کی طرف روانگی فیاض کی کار کے ذریعے ہوئی تھی جسے ماجد ڈرائیو کر رہا تھا اور فیاض پچھلی سیٹ پر تھا۔ وہ حفظِ مراتب کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ ماجد کی موجودگی میں خود کار ڈرائیو کرنے سے اس کی شان گھٹ جاتی تھی۔

کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کا پھاٹک مقفل نظر آیا اور پر Tolet کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔

فیاض نے طویل سانس لی اور پیشانی پر شکنیں ڈالے اس بورڈ کو گھورتا رہا۔

"پھاٹک کی ذیلی کھڑکی تو مقفل نہیں معلوم ہوتی۔!" انسپکٹر ماجد نے کہا۔

"ہاں.... اتر چلو....!" فیاض چونک کر بولا۔

گاڑی سے اتر کر وہ پھاٹک کے قریب آئے اور ماجد نے کھڑکی کا بولٹ سرکاتے ہوئے دھکا دیا۔

لان پر ویرانی چھائی ہوئی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے عرصے سے اسکی دیکھ بھال نہیں ہوئی ہو۔!

فیاض متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھتا رہا۔!

برآمدے میں پہنچ کر وہ ماجد کی طرف مڑا۔

"دروازہ کھولو.....!" اس نے صدر دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

ماجد نے ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا اور وہ کھلتا چلا گیا۔

"یہ بھی مقفل نہیں ہے۔!" فیاض پر تشویش لہجے میں بڑبڑایا اور ہاتھ اٹھا کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔!" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ذیلی کھڑکی بھی مقفل نہیں تھی اور صدر دروازہ بھی۔!"

ماجد خاموشی سے پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"میرا خیال ہے کہ اندر کوئی موجود ہے۔!" فیاض پھر بولا۔

"ہو سکتا ہے لینڈ لارڈ خود موجود ہو۔!"

"ہشت! لینڈ لارڈ ہی کا تو پتہ نہیں چل سکا آج تک۔ اس عمارت کا کوئی بھی دعویدار نہیں ہے۔!"

"تو پھر کرایہ پر دینے کے لئے بورڈ کس نے لگایا۔!"

"یہ بھی دیکھنا پڑے گا۔!"

وہ کھلے ہوئے دروازے سے راہداری میں گھورتے رہے جو اختتام تک سنسان پڑی تھی۔

فیاض نے مڑ کر لان کی طرف دیکھا اور ماجد سے کہا۔ "وہ پتھر اٹھالاؤ۔!"

ماجد نے اُسے حیرت سے دیکھا اور چپ چاپ برآمدے سے لان میں اُتر آیا۔

پھر وہ پتھر فیاض نے راہداری میں اس طرح لڑھکایا تھا کہ فرش پر پھسلتا ہوا دوسرے سرے تک چلا جائے۔

اُس کے شور سے راہداری گونج اٹھی تھی اور پھر پہلے ہی کا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔

"چلو.....!" کچھ دیر بعد فیاض نے ماجد سے کہا۔ "عمارت خالی معلوم ہوتی ہے۔!"

ماجد اُس سے یہاں آنے کی وجہ بھی نہیں پوچھ سکتا تھا۔ فیاض کے ماتحتوں میں اتنی جرأت نہیں تھی۔ وہ خود اگر مناسب سمجھتا تو اُن سے کسی مسئلے پر گفتگو کر لیتا وہ کسی بات کو سمجھنے کے لئے بھی اس سے کسی قسم کا سوال نہیں کر سکتے تھے۔!

وہ دونوں صدر دروازے سے راہداری میں داخل ہوئے! دونوں جانب کمروں کے دروازے تھے اور اُن میں سے کوئی بھی کھلا ہوا نہ دکھائی دیا۔ لیکن اندر سے کوئی بھی بولٹ کیا ہوا نہیں ملا تھا۔ انہوں نے سارے دروازے دھکے دے دے کر کھول دیئے۔

فیاض کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور پیشانی پر شکنیں تھیں۔

"یہ عمارت.....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یقینی طور پر کسی کے استعمال میں رہی ہے۔ کہیں بھی گرد کا نام و نشان نہیں۔!"

ماجد خاموش کھڑا تھا۔

دفعتاً راہداری گھنٹی کی آواز سے گونج اٹھی! پہلے تو فیاض کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے معاملے کی نوعیت سمجھ ہی میں نہ آئی ہو! پھر تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"شائد برآمدے میں کوئی ہے۔!"

اُس نے جھٹکے کے ساتھ صدر دروازہ کھولا تھا۔

برآمدے میں دو آدمی نظر آئے۔

دونوں کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ایک کے چہرے پر بے مرمت ڈاڑھی بھی تھی۔ دونوں جوان العمر تھے بغیر ڈاڑھی والا خوش شکل اور وجیہہ تھا۔ آنکھوں سے ظاہر ہونے والی توانائی کی بناء پر اس کی جسمانی قوت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا تھا۔

"ہم اشتہار دیکھ کر آئے ہیں۔!" اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کیسا اشتہار.....؟" فیاض کا لہجہ درشت تھا۔

"اوہ تو کیا اس عمارت کا نمبر چھ سو چھیاسٹھ نہیں ہے۔!"

"یقیناً ہے۔!" فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا اسے کرائے پر اٹھانے کے لئے اشتہار نہیں دیا گیا تھا.....؟"

"ہرگز نہیں۔!"

دفعتاً ڈاڑھی والا آگے بڑھ کر بولا۔ "کتنی بوتلوں کا نشہ ہے مسٹر۔!"

"کیا مطلب.....؟" فیاض غرایا۔

اُس نے اپنے تھیلے سے تازہ اخبار نکال کر ایک کالم کیطرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

فیاض نے اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر بتائی ہوئی جگہ پر نظر ڈالی سچ مچ اُس عمارت کو کرائے پر اٹھانے کے لئے اشتہار دیا گیا تھا۔

"ہوں....!" وہ انہیں گھورتا ہوا بولا۔ "اچھا اندر آجاؤ....!"

دونوں اس کے ساتھ ایک کمرے میں آئے یہاں متعدد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

فیاض نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور جیب سے نوٹ بک نکال کر اس کی ورق گردانی کرتا ہوا بولا۔

"اپنے نام بتاؤ۔!"

"کیا ہم شادی کرنے آئے ہیں یہاں۔!" ڈاڑھی والے نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کیا بکواس ہے....؟" فیاض کی کنپٹیاں گرم ہوگئیں۔

"جیمسن.... یوشٹ اپ....!" دوسرا آدمی بولا۔ "مجھے بات کرنے دو!" پھر اس نے فیاض سے کہا۔ "گفتگو کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے! قاعدے کے مطابق پہلے ہمیں مکان کو کرایہ پر دیے کی شرائط سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔ جب ہم رضامند ہوجائیں گے تو اپنے نام بھی بتادیں گے۔!"

فیاض پر تفکر انداز میں اسے گھورتا رہا۔

"کرایہ کتنا ہے۔!" خوش شکل آدمی نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

"کیا تم نے پھاٹک پر لگے ہوئے قفل کو غور سے نہیں دیکھا....؟" فیاض نے دفعتاً نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں....! ہم ذیلی کھڑکی سے اندر داخل ہوئے تھے۔!"

"قفل پر کپڑا چڑھا ہوا ہے اور سلائی کے جوڑوں پر سیلیں لگی ہوئی ہیں۔!"

"اب اگر یہاں قفلوں کو بھی کپڑے پہنائے جاتے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور۔!" ڈاڑھی والے نے مضحکانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

فیاض کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے لیکن پھر فوراً سنبھل کر بولا۔ "یہ بات نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ عمارت پولیس کسٹڈی میں ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" دوسرا آدمی چونک پڑا۔

"پولیس نے غالباً اس عمارت کو مقفل کر کے سیل کر دیا تھا۔!" فیاض بولا۔ "لیکن کسی نے ذیلی کھڑکی کھول لی۔!"

"تو پھر آپ کون ہیں جناب....! اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔!" دوسرے آدمی نے سوال کیا۔

"بتاؤ....!" فیاض انسپکٹر ماجد کو گھورتا ہوا بولا اور ماجد نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہم بھی اشتہار دیکھ کر آئے تھے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔!" دوسرا آدمی بڑبڑایا۔ "ہم تو احمق ہیں کہ سیل کیا ہوا قفل نہ دیکھ سکے اور اندر چلے آئے لیکن آپ جیسے عقل مند آدمیوں کو کیا ہوا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟" فیاض اُسے پھر گھورنے لگا۔

"ہمیں کیا....؟" ڈاڑھی والے نے لاپروائی سے کہا۔ "اگر ہم نے ضروری سمجھا تو پولیس کو مطلع کردیں گے۔!"

"کس بات سے جناب عالی....!" انسپکٹر ماجد نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ اب مقفل نہیں رہی۔!" ڈاڑھی والے نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مارو گولی.... ہمیں کیا....!" دوسرے آدمی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور اپنے ساتھی سے بولا۔ "چلو اٹھو....!"

"آپ لوگ اپنے نام اور پتے لکھوائے بغیر نہیں جاسکتے۔!" ماجد بولا۔

دوسرا آدمی ہنس پڑا۔ ڈاڑھی والا کسی بدمزاج بندر کی طرح دانت نکال کر ماجد کو گھورنے لگا تھا۔

دوسرے آدمی نے اپنے سینے پر کلمے کی انگلی رکھ کر کہا۔ "بعض لڑکیاں مجھے پرنس چارمنگ کہتی ہیں اور میں ان کے دلوں میں رہتا ہوں۔ یہ تو ہوا.... میرا نام اور پتہ.... اور یہ اپنا نام اور پتہ خود ہی بتائے گا۔!"

وہ ڈاڑھی والے کی طرف دیکھ کر خاموش ہوگیا۔

میں اپنا نام اور پتہ نہیں بتا سکتا۔!" ڈاڑھی والا غرایا۔

فیاض نے جیب سے قلم نکالا اور ماجد سے بولا۔ "اگر یہ نام اور پتہ نہ بتائیں تو انکے ہتھکڑیاں لگادو۔!"

"کیا مطلب....؟" دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

"تمہیں اس اشتہار سے متعلق جواب دہی کرنی پڑے گی۔!" فیاض غرایا۔ "اس عمارت میں داخل ہونے کے لئے تم لوگوں نے اشتہار کا بہانہ تراشا ہے۔!"

"بہانہ....؟" ارے کیا تمہیں انگریزی نہیں آتی۔ اخبار تمہارے ہاتھ میں ہے۔!

"اشتہار بھی خود تم نے ہی چھپوایا ہوگا۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم یقیناً کوئی مسخرے ہو۔!" ڈاڑھی والا وحشیانہ انداز میں ہنسا۔

"بکواس بند کرو....!" فیاض آپے سے باہر ہو گیا۔

"اتنے میں ماجد اپنے ہینڈ بیگ سے ہتھکڑیاں نکال چکا تھا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب کہ.... پپ.... پولیس....!" دوسرا آدمی ہکلایا۔

"ہتھکڑیاں لگ جانے کے بعد تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"ویل مسٹر آفیسر....!" دوسرا آدمی سنجیدگی سے بولا۔ "یقین کرو کہ اس اشتہار سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔!"

"اب تمہیں یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ تم اتنی بڑی عمارت کا کرایہ ادا کرنیکی حیثیت رکھتے ہو یا نہیں۔!"

"یہ ہم ثابت کردیں گے....!" ڈاڑھی والے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

دفعتاً عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے ایک چیخ ابھری.... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے کسی نے اچانک کسی عورت پر حملہ کیا ہو۔!

چیخ پھر سنائی دی لیکن اس بار کچھ گھٹی گھٹی سی تھی۔

"دیکھو....!" فیاض اٹھتا ہوا ماجد سے بولا۔

❖

اُس نے اپنا چہرہ اُوور کوٹ کے اٹھے ہوئے کالر میں اس حد تک چھپا رکھا تھا کہ راہگیروں کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

وہ شہر کے ایک گنجان آباد علاقے کی گلیوں سے گذر رہا تھا۔ دفعتاً ایک جگہ رک کر وہ مڑا اور نیم روشن گلی کے سرے کیطرف دیکھنے لگا۔ پھر بائیں جانب والے ایک مکان کے دروازے پر دستک دی۔

اس جگہ اتنی روشنی نہیں تھی کہ اس کے چہرے کو بخوبی دیکھا جاسکتا شائد اسی لئے اس نے اوورکوٹ کا کالر نیچے گرادیا تھا۔

دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک دبلی پتلی لڑکی کھڑی تھی!

"نہیں.... نہیں.... ڈیڈی گھر پر موجود نہیں۔!" وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں انتظار کروں گا۔!" اُس نے مڑ کر دروازہ بولٹ کرتے ہوئے کہا۔

اب اُسکا چہرہ روشنی میں تھا۔ خوفناک آنکھوں والا یہ آدمی کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔

لڑکی سانولی ہی تھی لیکن اسکرٹ اور بلاؤز میں ملبوس تھی۔ وہ قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

لڑکی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے اس آدمی کے روپ میں ملک الموت نے دروازے پر دستک دی ہو۔!

"ڈیڈی گھر پر موجود نہیں۔!" وہ ایک بار پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں اس کی واپسی کا انتظار کروں گا۔!" جواب ملا۔

"مم.... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔!" لڑکی رودینے کے سے انداز میں بولی۔

اجنبی نے تاریک شیشوں کی عینک نکالی اور اسے آنکھوں پر چڑھاتا ہوا بولا۔ "خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں! وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔!"

عینک لگاتے ہی گویا اُس کی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ چہرے پر پائی جانے والی کرختگی کا اب کہیں پتہ نہ تھا۔ پتلے پتلے ہونٹوں اور ستواں ناک کی بناء پر وہ ایک نازک مزاج آدمی معلوم ہونے لگا تھا۔!

"تم کھڑی کیوں ہو....!" اس نے کچھ دیر بعد نرم لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

"شش.... شکریہ۔!" وہ ایک گوشے میں پڑی ہوئی کرسی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم اتنی نروس کیوں ہو۔!"

"کک.... کچھ نہیں....!"

"لوسی.... تم جھوٹ بول رہی ہو۔!"

"نن.... نہیں....!"

"کچھ بد اخلاق بھی ہو گئی ہو! تم نے مجھ سے چائے کو بھی نہ کہا۔!"

"چائے....؟"

"ہاں.... چائے.... آج ٹھنڈک زیادہ ہے۔!"

"آپ کو تنہا بیٹھنا پڑے گا۔!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو.... میں الماری سے کوئی کتاب نکال لوں گا۔!"

لوسی اٹھ گئی اسکے انداز میں ہچکچاہٹ تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُسے تنہا نہ چھوڑنا چاہتی ہو۔

"تم کیا سوچنے لگیں۔!"

"کچھ نہیں۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اجنبی بیٹھا رہا۔ وہ بالکل کسی بت کی طرح بے حس وحرکت نظر آرہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی چائے کی ٹرے سنبھالے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اٹھا اور اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر چھوٹی میز پر رکھ دی۔ پھر نرم لہجے میں بولا۔ "لوسی! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں.... بیٹھ جاؤ.... بہت زیادہ نروس ہو! میں خود ہی چائے بنالوں گا۔ تم کتنی شکر پیتی ہو....؟"

"اوہو.... آپ تکلف نہ کریں.... میں بنالوں گی۔!"

"نہیں تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔!"

وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی ہکلائی۔ "پپ... پتا نہیں... ڈ... ڈیڈی کب آئیں۔!"

"اچھا میں چائے پی کر چلا جاؤں گا.... تم کسی قسم کا بار اپنے ذہن پر نہ لو۔!" اجنبی نے کہا اور چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھادی۔

"شکریہ جناب...!" لوسی نے اٹھ کر بڑے ادب سے چائے کی پیالی اُسکے ہاتھ سے لے لی۔

دونوں خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ لڑکی کی آنکھیں نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوتی جارہی تھیں۔ پیالی میز پر رکھ کر اس نے جماہی لی اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگی تھی جیسے نیند سے چھٹکارا پانے کی کوشش کررہی ہو۔!

پھر دفعتاً وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گئی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح بند ہوگئی تھیں۔ پپوٹوں میں ہلکی سی جنبش بھی باقی نہیں رہی تھی۔

اجنبی نے آنکھوں سے عینک الگ کر کے جیب میں ڈالی اور اٹھ کر لڑکی کے قریب آیا۔ اس کی پیشانی پکڑ کر ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی آوازیں بھی دیں لیکن لوسی کی آنکھیں نہ کھلیں وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔!

پھر اجنبی اُسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ اب وہ ایسے انداز میں ایک ایک کمرہ دیکھتا پھر رہا تھا جیسے کسی کی تلاش ہو۔! بالآخر بیڈ روم میں داخل ہوا.... یہاں ایک بڑی مسہری تھی اور کچھ تھوڑا سا فرنیچر سلیقے سے لگایا گیا تھا۔

وہ مسہری کو گھورتا رہا.... پھر آگے بڑھ کر فرش تک لہراتی ہوئی چادر الٹ دی۔

مسہری کے نیچے ایک بھاری جسم والا آدمی چت پڑا نظر آیا۔

"گڈ ایوننگ مسٹر ڈی سوزا....!" اجنبی نے زہریلے لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔

موٹے آدمی کی سانسیں اور تیزی سے پھولنے لگی تھیں اور وہ کسی خوف زدہ پرندے کی طرح سے ایک ٹک دیکھے جارہا تھا۔

"باہر نکلو....!" دفعتاً اجنبی غرایا۔

موٹا آدمی لیٹے ہی لیٹے مسہری کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

اجنبی کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک ہوگئی تھیں۔ اس نے ڈی سوزا کا گریبان پکڑ کر اُسے فرش سے اٹھاتے ہوئے ایک کرسی پر دھکیل دیا۔

"موت کے فرشتے کا دوسرا نام کرسٹوپاؤلس ہے۔!"

"مم.... موسیو کرسٹوپاؤلس....!" ڈی سوزا گڑبڑایا۔

"تم مجھ سے چھپتے کیوں پھر رہے ہو۔!"

"مم.... میں خائف ہوں.... موسیو....!"

"کس سے خائف ہو....؟" کرسٹوپاؤلس غرایا۔

"وہ پھر کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔!"

"تم تو پولیس سے خائف ہو۔!" کرسٹوپاؤلس کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"میں آپ سے خائف ہوں موسیو....!"

"کیوں....؟"

"کوٹھی کی نگرانی میرے ذمے تھی۔! پولیس نے اُس کے قفل کو سیل کردیا تھا۔ اس کے وجود بھی وہ ہمارے ہی استعمال میں تھی لیکن....!"

"لیکن کیا....؟"

"کسی نے اُس کو کرائے پر دینے کے لئے اشتہار دے دیا۔!"

"ہوں....! مجھے علم ہے۔!" کرسٹوپاؤلس نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن تم اس طرح چھپ بول رہے تھے۔!"

"جواب دہی سے بچنے کے لئے موسیو۔!" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم جتنے موٹے ہو۔۔۔ اتنے ہی احمق بھی ہو۔ تمہاری اس بدحواسی کی بناء پر لوسی پریشان ہوگئی تھی۔ آخر تم نے اُسے کیا بتایا تھا۔!"

"کچھ بھی نہیں۔۔۔۔! وہ جانتی ہے کہ میں آپ کا مقروض ہوں اور اس لئے چھپنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے۔!"

"مجھے خواہ مخواہ اُسے چائے میں بے ہوشی دینی پڑی۔!"

"اُوہ۔۔۔۔!" ڈی سوزا مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ۔۔۔۔!" کرسٹوپاؤلس نے خشک لہجے میں کہا۔ "وہ سٹنگ روم میں سو رہی ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ تم گھر میں موجود ہو اسی لئے۔!"

دفعتاً گھنٹی کی آواز گونجی اور کرسٹوپاؤلس خاموش ہو کر ڈی سوزا کو گھورنے لگا۔

"پتہ نہیں کون ہے۔۔۔۔!" ڈی سوزا تھوک نگل کر بولا۔

"جاؤ دیکھو۔۔۔۔! لیکن ٹھہرو۔۔۔۔ لوسی کو سٹنگ روم سے اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچا دینا۔ دو گھنٹے سے پہلے اس کی نیند ختم نہیں ہوگی۔!"

"بہت اچھا موسیو۔۔۔۔!" ڈی سوزا نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

کرسٹوپاؤلس پر تجسس نظروں سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈی سوزا واپس آگیا۔

"کون ہے۔۔۔؟" کرسٹوپاؤلس نے پوچھا۔

"چھ سو چھیاسٹھ والے تہہ خانے کا محافظ۔۔۔۔ میں اسے سٹنگ روم میں بٹھا آیا ہوں۔ کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔ کیا آپ ہماری گفتگو سنیں گے۔!"

"ہاں چلو۔۔۔۔!" کرسٹوپاؤلس اٹھتا ہوا بولا۔

ڈی سوزا سٹنگ روم میں داخل ہوا۔ یہاں ایک طویل قامت آدمی آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ لڑکی کو ڈی سوزا نے کرسٹوپاؤلس کی ہدایت کے مطابق پہلے ہی یہاں سے دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا تھا۔

وہ آدمی ڈی سوزا کو دیکھ کر کرسی سے اٹھ گیا۔

"بیٹھو بیٹھو۔۔۔۔!" ڈی سوزا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔ ورنہ میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کرتا۔ کوٹھی کو کرایہ پر دینے کے لئے اشتہار تمہاری دانست میں کس نے دیا ہوگا۔!"

"یہی میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"میں نے ان دونوں آفیسروں کو پکڑ لیا ہے۔!"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"ایک محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ ہے اور دوسرا انسپکٹر۔۔۔۔! جس وقت وہ دونوں عمارت میں داخل ہوئے تھے میں وہیں موجود تھا۔ مجبوراً تہہ خانے میں پناہ لینی پڑی۔"

"میں پوچھ رہا ہوں تم نے انہیں کیوں پکڑا۔۔۔۔؟"

"نہ پکڑتا تو خود پکڑا جاتا۔۔۔ پہلے وہ دونوں آئے تھے۔ پھر دو آدمی اور آئے جو اشتہار دیکھ کر عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔ وہ دونوں انکے سر ہوگئے اور انہیں گرفتار کر لینے کی دھمکی دی۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں تم نے انہیں پکڑا کیوں۔۔۔۔؟" ڈی سوزا ایک دم بھڑک اٹھا۔

"تہہ خانے میں لاکھوں روپے کا مال موجود تھا جس کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔!"

"تو پھر۔۔۔۔؟"

"دیکھئے مسٹر ڈی سوزا مجھے ایسے کسی موقع کے لئے کوئی مخصوص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔ لہٰذا جو میری سمجھ میں آیا کر گذرا۔۔۔۔ لیکن یقین کیجئے ان دونوں کے بارے میں اُن کے محکمے کو قطعی علم نہیں کہ وہ کہاں ہوں گے۔ انہوں نے اپنی روانگی نہیں تحریر کی تھی۔ دوپہر سے اس وقت تک میں اسی ٹوہ میں رہا ہوں۔ ان کے ماتحتوں اور آفیسروں کو ان کے غائب ہو جانے پر تشویش ہے۔!"

ڈی سوزا کچھ سوچ رہا تھا تھوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ "تم نے انہیں پکڑا کیونکر۔۔۔۔؟"

"ایک عورت کی چیخ کا ریکارڈ بجا کر۔۔۔۔ بوکھلاہٹ میں وہ دونوں تہہ خانے کے راستے کے قریب آپہنچے تھے بس پھر میں نے انہیں پھانس لیا۔!"

"اور اُن دونوں کا کیا ہوا جو عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔!"

"انہیں بھلا کیونکر جانے دیتا۔۔۔۔ مجبوراً انہیں بھی پکڑنا پڑا۔ وہ ان آفیسروں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ اُن پر بھی میرا داؤ چل گیا۔!"

"اور وہ چاروں اس وقت اسی تہہ خانے میں موجود ہیں۔!" ڈی سوزا نے پوچھا۔

جواب اثبات میں پا کر وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا تم بیٹھو میں تمہارے لئے چائے تیار کراؤں۔ اتنی دیر میں شائد کوئی معقول تدبیر بھی سوجھ جائے۔!"

"شکریہ.....! آج ٹھنڈک بڑھ گئی ہے۔!"

وہ اسے سٹنگ روم میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں واپس آیا۔ کرسٹوپاؤلس یہاں موجود تھا۔

"اس سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔!" وہ غرایا۔ "عمارت کو مقفل کر دینے کے بعد وہ لوگ صرف اُس کی ملکیت کے بارے میں چھان بین کرتے رہے تھے۔! تہہ خانے کا علم انہیں کبھی نہ ہو سکتا۔! لیکن اس احمق نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔" وہ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "آخر اشتہار کس نے شائع کرایا۔ محض اشتہار کی بناء پر وہ دوبارہ عمارت کی طرف متوجہ ہوئے۔!"

"میں خود یہی سوچ رہا ہوں جناب....!" ڈی سوزا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اب اس احمق کا زندہ رہنا ہمارے لئے مناسب نہ ہوگا۔"

"کس کا جناب....!" ڈی سوزا نے بوکھلا کر پوچھا۔

"جسے چائے پلانے جا رہے ہو.... اچھی بات ہے.... تم جا کر اُسے باتوں میں لگاؤ.... میں چائے تیار کروں گا۔!"

"آپ.... یعنی کہ آپ....؟"

"ہاں.... جاؤ....!" وہ اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

"میں ہی چائے پہنچاؤں گا.... وہ مجھے نہیں جانتا۔!"

"لیکن.... لیکن....!" ڈی سوزا دفعتاً بہت زیادہ خائف نظر آنے لگا۔

"تم خطرے میں ہو ڈی سوزا.... وہ بیوقوف آدمی ہے۔ اگر پکڑا گیا تو ہم تک پولیس کی رہنمائی کر دے گا۔!"

"اوہ.... جج.... جی ہاں....!"

"اچھا۔ ٹھہرو.. اگر تم نہیں چاہتے کہ میں اُسکے سامنے آؤں تو تم ہی اندر آ کر چائے لے جانا۔!"

"جی ہاں.... جی ہاں....!" وہ جلدی سے بولا۔ "یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔!"

وہ سٹنگ روم میں واپس آ گیا اور پانچ چھ منٹ تک اُس سے اس عمارت کے متعلق مزید گفتگو

کرتا رہا۔ پھر چائے کے لئے اٹھ گیا۔

کچن میں کرسٹوپاؤلس نے چائے کی ٹرے سجا دی تھی۔!

"دیکھو....!" اس نے ڈی سوزا سے کہا۔ "یہ نیلے رنگ کی پیالی اس کے لئے ہے۔! اگر دھوکے سے تم نے اس میں چائے پی لی تو تم بے ہوش ہو جاؤ گے اور وہ بیٹھا رہ جائے گا۔!"

"بیہوش....؟"

"ہاں ہاں....! اسے بیہوش کر کے میں یہاں سے ہٹالے جاؤں گا۔!"

چائے کی ٹرے اٹھاتے وقت ڈی سوزا کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ سٹنگ روم میں پہنچ کر اس نے ایک بار پھر ذہن میں دہرایا کہ اس آدمی کے لئے کس پیالی میں چائے انڈیلنی ہے۔!

ان دونوں نے خاموشی سے چائے کے پہلے گھونٹ لئے اور خاموشی ہی سے مر گئے وہ آمنے سامنے بیٹھے تھے اور اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ یہ کیا ہو گیا۔

دروازے کا پردہ ہٹا کر کرسٹوپاؤلس کمرے میں داخل ہوا اور میز کے قریب آ کھڑا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ تھی۔ آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک نظر آنے لگی تھیں۔

وہ دونوں بلا شبہ مر چکے تھے۔ اس نے انہیں ہلا جلا کر دیکھا تھا۔ لاشیں حیرت انگیز طور پر اکڑ گئی تھیں۔ وہ پھر اندر آیا۔ اس کمرے میں پہنچا جہاں لڑکی سو رہی تھی۔

اس کے سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر منہ پر ڈال دیا اور جھک کر گلا گھونٹنے لگا۔

وہ بُری طرح مچلی تھی اور بالآخر ساکت ہو گئی تھی۔

کرسٹوپاؤلس کے انداز سے قطعی نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں ہے یا کسی قسم کی بے اطمینانی میں مبتلا ہے۔ چاروں طرف عجیب سا غم انگیز سناٹا طاری تھا۔

تینوں لاشیں وہیں چھوڑ کر وہ چھت پر چڑھا اور عقبی دیوار سے لگے ہوئے سینٹری پائپ کے سہارے گلی میں اتر گیا۔ گلی بالکل تاریک تھی۔!

فیاض اور ماجد تہہ خانے سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے پھر رہے تھے اور وہ دونوں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے انہیں ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے اُن سے پھر کوئی بڑی حماقت سرزد

ہونے والی ہو۔

دفعتاً فیاض مڑا اور تیزی سے ان کے قریب پہنچ کر دہاڑا۔ "یہ سب کیا ہے۔!"

ڈاڑھی والا اٹھتا ہوا بولا۔ "ہمارا مقبرہ۔!"

"بکواس بند کرو....!"

"آپ تو سمجھ ہی میں نہیں آتے جناب....!" دوسرے نے کہا۔ "سوال کرتے ہیں جواب دیا جاتا ہے تو اس پر تاؤ کھاتے ہیں۔ پتہ نہیں کس گریڈ کے آفیسر ہیں۔!"

"شٹ اپ....!"

ماجد بھی پلٹ آیا تھا! وہ گھونسہ تان کر بولا۔ "اگر تم لوگ خاموش نہ رہے تو اچھا نہ ہوگا۔!"

ڈاڑھی والے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میرا نام جیمسن ہے اور میں اپنے وقت کا مانا ہوا باکسر بھی ہوں۔!"

دفعتاً دوسرا آدمی دونوں کے درمیان آتا ہوا بولا۔ "اس جیل میں ہم سب قیدی ہیں۔ بات نہ بڑھے تو بہتر ہے۔!"

"تم دونوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔!" فیاض ان کے قریب آکر آہستہ سے بولا اور ماجد کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

"آپ لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتین۔!" ڈاڑھی والے کا ساتھی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تم دونوں یہاں سے چلے کیوں نہ گئے۔!" فیاض نے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ دونوں کیوں پھنس گئے....؟"

"میرے سوال کا جواب دو....!"

"ختم کرو باس....!" ڈاڑھی والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ان لوگوں سے بحث کرنے میں ہماری اردو چوپٹ ہو جائے گی۔ بڑی مشکل سے تو قابو میں آئی ہے۔!"

"تم ٹھیک کہتے ہو! مجھے یہ سوچنا چاہئے کہ اگر اس تہہ خانے سے نکل گئے تو رہیں گے کہاں۔!"

"تم لوگ آخر ہو کیا بلا....؟"

"میرا نام ظفر الملک ہے اور یہ جیمسن... نام تو حقیقتاً جمن ہے لیکن جمن کہیں تو بُرا مان جاتا ہے۔!"

"پلیز باس....!" ڈاڑھی والے نے ہاتھ اٹھا کر احتجاج کیا۔

"کیا کرتے ہو....؟"

"دن رات سوچا کرتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے۔!"

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے....؟"

"جناب عالی! یہ سوال آپ پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں اس کا جواب بھی دے چکا ہوں۔!"

"علی عمران کو جانتے ہو....؟"

"علی عمران....؟ نام تو سنا ہے....اوہ اچھا....وہ ڈائریکٹر جنرل کے صاحب زادے۔!"

"وہی....وہی....!"

"جی ہاں....میں انہیں جانتا ہوں۔!"

"اس نے بھیجا ہے تمہیں....؟"

"ہرگز نہیں...اُن سے تو شائد پچھلے سال پیرس میں ملاقات ہوئی تھی۔! کیوں جیمسن۔!"

"پلیز باس....!" ڈاڑھی والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اُس آدمی کا ذکر سننا میں پسند نہیں کرتا۔!"

"کیوں....؟ تم اس سے اتنے بیزار ہو۔!" فیاض نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"فراڈ آدمی ہے۔! پچھلے سال مجھے قائل معقول کر کے میری ڈاڑھی منڈوادی تھی۔ پھر کتنی لیف اٹھائی میں نے....ڈاڑھی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا....! تنہا تو رہ ہی نہیں سکتا اڑھی کے بغیر۔!"

"ہوں تو اتنے قریبی تعلقات ہیں۔!" فیاض نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن ان معاملات کا عمران صاحب کی ذات سے کیا تعلق....!" ظفر نے فیاض کی آنکھوں ں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے احترام سے اس کا نام لے رہے ہو۔!"

"شہر کے سارے احمق ان کی عزت کرتے ہیں۔!"

"ہوں....!" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔ "اس عمارت کے کرائے کے تعلق تمہارا کیا اندازہ ہے....؟"

"آٹھ یا نو سو روپے ماہوار....!" ظفر الملک نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"اور تم اتنے ذی حیثیت ہو۔!" فیاض کا لہجہ طنزیہ تھا۔ کیونکہ ظفر الملک کے جسم پر معمولی کپڑے کا سوٹ تھا۔ اس کے بے مرمت بال الجھے ہوئے تھے۔

"یقیناً....!" وہ اکڑ کر بولا۔ "میں ایک کروڑ پتی کا وارث ہوں۔!"

"اوہ.... کیا تم مجھے اس کروڑ پتی کا نام نہیں بتاؤ گے۔!"

"ضروری نہیں۔!" ظفر الملک نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں آپ کی زبان سے کسی ایسے آدمی کا نام سننا پسند نہیں کروں گا جو مجھے جمن کہنے پر مصر ہو۔!" جیمسن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب....؟" فیاض اس کی طرف مڑ گیا۔

"یہ اس آدمی کا ذکر ہے جس کے یہ وارث ہیں۔!"

فیاض پھر ظفر الملک کو گھورنے لگا۔

"مائی ڈیئر آفیسر یہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر کیجئے۔! فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔" ظفر بولا "مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ عمارت آپ کی کسٹڈی میں تھی اس کے باوجود بھی آپ ان تہہ خانوں سے لاعلم رہے۔!"

"بس....!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "فضول باتیں نہیں.... اپنے گارجین کا نام بتاؤ۔!"

"نواب مظفر الملک.... وہ میرے چچا ہیں۔!"

فیاض نے ہونٹ سکوڑے لیکن سیٹی کی آواز نہ نکل سکی۔ اُس نے مڑ کر پُر معنی انداز میں ماجد کی طرف دیکھا۔

"تو آپ وہ ظفر الملک ہیں۔!" ماجد بولا۔

"کیا تم جانتے ہو....!" فیاض نے پھر اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں اُن کے تو بہت چرچے ہیں شہر میں! سنا ہے ایک دن ان کے چچا ڈائریکٹر جنرل صاحب سے شکایت بھی کر رہے تھے۔!"

"کس بات کی....؟"

"یہی کہ عمران صاحب نے انہیں اور زیادہ چوپٹ کر دیا ہے۔!"

"پچھلی بار تم عمران سے کب ملے تھے۔!" فیاض نے ظفر سے سوال کیا۔

"شائد میں پہلے ہی اس سوال کا جواب دے چکا ہوں۔!"

"اور اُسی نے تمہیں یہاں بھیجا تھا....؟"

"میں کسی غلط بات کا اعتراف کیسے کر لوں۔!"

"اچھی بات ہے....! میں دیکھوں گا۔!"

"نہیں دیکھنے دو باس.... اور تم یہاں سے نکل بھاگنے کی تدبیر سوچو....!" جیمسن بولا۔

"ٹھہرو....!" فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور ظفر کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔!"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... کروڑ پتی چچا....!"

"نہیں....!" فیاض سر جھٹک کر بولا۔ "مجھے اس کا علم ہے کہ نواب صاحب تمہیں اپنے گھر میں نہیں گھسنے دیتے۔!"

"اگر انہوں نے میرے لئے کوئی کزن پیدا کی ہوتی تو دیکھتا کیسے نہ گھسنے دیتے۔!"

"پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔!"

"جناب عالی میں نے بڑی نفسیاتی بات کہی ہے! دراصل تنہائی کی زندگی نے انہیں چڑچڑا بنا دیا ہے۔ اوہ جیمسن.... مائی گاڈ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا۔!" ظفر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے اپنے تھیلے سے ایک ڈبل روٹی نکالی اور اُسے بیچ سے توڑ کر آدھی فیاض کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "لیجئے.... اپنی روٹی میں جیمسن ان صاحب کو حصہ دار بنا لے گا۔!"

"نہیں.... شکریہ....!" فیاض نے خشک لہجے میں پیش کش مسترد کر دی۔

"خیر کوئی بات نہیں....!" ظفر نے وہ ٹکڑا جیمسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

دونوں کھانے لگے۔

"یہ حال ہے تم لوگوں کا اور اتنی بڑی عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔!" فیاض نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس پر میں پہلے ہی بزنس کر چکا ہوں۔!" ظفر منہ چلاتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"اس شہر کے بہتیرے شریف کنوارے موجود ہیں جنہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔

استنے ذی حیثیت بھی نہیں ہیں کہ کسی ایسے علاقے میں مکان حاصل کر سکیں جہاں کنوارے پن کو شبہے کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو.... میں نے ایسے دس عدد کنوارے مہیا کر لئے ہیں جو سو روپے ماہوار تک رہائش پر صرف کر سکتے ہیں۔ یہ عمارت ہم دونوں سمیت ان کے لئے کافی ہوتی۔ میں کئی دنوں سے مختلف مقامات پر ایسی عمارتیں دیکھتا پھر رہا ہوں۔!"

"کچھ دیر پہلے تم اپنے کروڑ پتی چچا کا حوالہ دے رہے تھے۔!"

"بزنس سیکرٹ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے مسٹر آفیسر....!"

"میں تمہارے بیان سے مطمئن نہیں ہوں۔!"

"اس تہہ خانے میں مجھ سے زیادہ مطمئن آدمی ملنا مشکل ہے۔!" ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"اب پیاس لگ رہی ہے باس....!" دفعتاً جیمسن بولا۔

"پانی یہ لوگ مہیا کریں گے۔!" ظفر نے اُن دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ دونوں پاگل ہیں۔!" فیاض نے ماجد سے کہا۔ "آؤ.... راستہ تلاش کریں۔!"

"یہ ہوئی آفیسرانہ بات۔!" ظفر نے طویل سانس لی اور دیوار سے ٹک کر فرش پر بیٹھ گیا۔!

"میں کھانے کے بعد کافی ضرور پیتا ہوں.... آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔!" جیمسن بولا۔

ظفر نے آنکھیں بند کر لی تھیں.... اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس تہہ خانے میں گھٹن کا احساس نہیں تھا۔ دیواروں پر الیکٹرک لیمپ نصب تھے جن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جب وہ یہاں آئے تھے اس وقت بھی وہ لیمپ روشن ہی تھے

ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور صفدر نے گاڑی کے ڈیش بورڈ والے خانے سے ریسیور نکال لیا۔

"ہیلو....!" وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔ "اٹ از صفدر....!"

"کیا پوزیشن ہے....؟" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"سر شام ایک آدمی عمارت سے نکلا تھا۔ اس کا تعاقب جاری ہے! کسی نے اندر داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔!"

"عمارت سے نکلنے والے کا تعاقب کون کر رہا ہے۔!"

"صدیقی....!"

"اس کی طرف سے کوئی اطلاع....!"

"نہیں جناب....!"

"عمارت کی نگرانی جاری رہے گی۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور اینڈ آل....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور صفدر نے ریسیور پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اُس نے اپنی گاڑی کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی کی تھی۔ یہاں کچھ گاڑیاں پہلے سے بھی موجود تھیں۔ جن کا تعلق غالباً آس پاس کی دوسری عمارتوں سے تھا۔ لیکن کسی گاڑی میں کوئی آدمی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹک کر سگریٹ سلگانے لگا۔

اتنے میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور دو عورتیں اس کی گاڑی کے قریب ہی آر کیں۔!

یہاں اتنی روشنی نہیں تھی کہ وہ ان کے چہرے صاف دیکھ سکتا۔ لیکن اُن کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن سکتا تھا۔!

"آج سردی بڑھ گئی ہے۔!" ایک کہہ رہی تھی۔

"پروا نہ کرو....!" دوسری آواز آئی۔ "تھوڑی تکلیف اٹھاؤ اور اپنے شوہر کے کرتوت سے آگاہ ہو جاؤ۔!"

"مجھے یقین نہیں آتا....!"

"بس جیسے ہی وہ آئے.... تم اس گاڑی کے پیچھے چھپ جانا اور دیکھنا کہ وہ کیسے انداز میں مجھ سے اظہار عشق کرتا ہے۔!"

صفدر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ دوسری نے کہا۔ "تم خواہ مخواہ مجھے پریشان کرتی ہو! مجھے اس سے سروکار نہیں کہ وہ باہر کیا کرتا ہے۔!"

"مجھے حیرت ہے تم کیسی عورت ہو....!"

"میں بھی تو خاور کو چاہتی ہوں.... اور اُسے اس کا علم نہیں۔!"

"تب تو اور بھی اچھی بات ہے.... اس وقت تم اسے پکڑو.... اور اسی کو بنیاد بنا کر اس سے چھٹکارا حاصل کرو۔!"

"کس لئے....؟"

"اس لئے کہ خاور سے شادی کر سکوں۔!"

"ہشت! اُس کے بعد مجھے کسی دوسرے خاور کی تلاش ہوگی۔ شوہر ایک ضرورت ہے اور محبوب.... ہا.... کسی محبوب کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔!"

"کمال ہے....؟"

"میں اپنے ذہن کو اچھی طرح سمجھتی ہوں.... مجھے اس میں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے کہ میرا شوہر خاور کے وجود سے لاعلم ہے۔!"

صفدر کی کھوپڑی سلگنے لگی.... وہ قطعی بھول گیا کہ یہاں اس کی موجودگی کس بنا پر ہے۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "آپ بلاشبہ شوہر سے چھٹکارا حاصل کر کے خاور سے شادی کر سکتی ہیں! محبوبیت کے لئے میں اپنی خدمات پیش کر دوں گا۔!"

"یہ کیا بے ہودگی ہے....!" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"مجھے وہم ہے کہ میں بہت خوبصورت ہوں....!"

"شٹ اپ....!"

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔!" دوسری بولی۔ "ان سے کہو ذرا شکل تو دکھائیں۔"

پتہ نہیں کیوں صفدر سنک گیا تھا۔! شائد زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اس سے اس قسم کی کوئی غیر سنجیدہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی کے اندر کی لائٹ کا سوئچ آن کر دیا۔

"واقعی خوبصورت ہو....!" دوسری نے گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور مڑ کر اپنی ساتھی سے بولی۔ "تم بھی آؤ.... انہیں کہیں زیادہ روشنی میں دیکھیں گے۔!"

دیکھتے ہی دیکھتے دونوں اندر بیٹھ گئیں۔! صفدر نے لائٹ پہلے ہی آف کر دی تھی۔ یہ کیا حماقت سرزد ہوگئی۔ اس نے سوچا.... عجیب سی جھلاہٹ ذہن پر مسلط ہوگئی تھی۔

"میں صرف ایک کو لے جا سکتا ہوں۔!" اس نے یونہی بے سمجھے بوجھے داغ دیا۔ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی بائیں جانب سے آواز آئی۔

"دوسری کے لئے میں قربانی دینے کو تیار ہوں۔!"

صفدر اچھل پڑا۔ کیونکہ یہ عمران کی آواز تھی۔ جتنی دیر میں وہ دوبارہ سنبھلتا عمران دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ چکا تھا۔

"اب چلتے پھرتے نظر آؤ....!" اُس نے سر ہلا کر کہا۔

"لیکن.... لیکن.... یہاں....؟"

"فکر نہ کرو.... نہ ممی ڈانٹیں گی اور نہ پاپا خفا ہوں گے۔ چلو....!"

صفدر نے بوکھلاہٹ میں انجن اسٹارٹ کر کے ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی۔ دونوں عورتوں نے قہقہہ لگایا۔

"کدھر....؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔

"سی بریز....!" بڑی سہانی رات ہے۔!"

"اتنی ٹھنڈک میں....؟"

"یہاں کی ٹھنڈک ان دونوں کے لئے ناکافی معلوم ہوتی ہے اور جناب بھی محبوبیت کا اظہار کرتے ہوئے خواہ مخواہ ٹوفنٹی وولٹ ہو جائیں گے۔!"

"بس کیا بتاؤں حماقت ہوگئی۔!"

"حماقت پر اظہار افسوس اس سے بھی بڑی حماقت ہے لہٰذا....!"

صفدر خاموش ہوگیا.. دفعتاً پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ "دوسرے کی شکل تو دیکھی ہی نہیں۔!"

"شائد ہم دونوں ہی منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائیں۔!" عمران بولا۔

"کیوں....؟"

"دونوں گھر سے بھاگے ہوئے ہیں۔!"

"بیویوں سے تنگ ہوگئے۔!"

"لاحول ولا قوۃ.... کر دیا کباڑا۔!" عمران کراہا۔

"کیوں....؟"

"بیویوں کا نام کیوں لیا تم نے.... ہم تو خود کو کنوارا سمجھ کر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔!"

"کدھر چل رہے ہو....؟"

"نارتھ پول....!"

"کسی اچھی جگہ چلنا....!"

"سی بریز پر رکنے کے بجائے سیدھے ساحل کی طرف نکل چلنا۔!" عمران نے جھک کر آہستہ سے صفدر کے کان میں کہا۔

"یہ سرگوشیاں کیسی....؟" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

"میرا دوست بڑا ڈرپوک ہے۔!" عمران بولا۔ "اس کا دل بڑھا رہا تھا۔ اس کی بیوی اتنی خون خوار ہے کہ سالیوں تک سے مذاق نہیں کر سکتا۔!"

"لیکن ہم ڈرپوک نہیں ہیں....! اسے اچھی طرح ذہن میں رکھنا۔!"

"دنیا کی کوئی عورت ڈرپوک نہیں.... وہ صرف اداکاری کے لئے پیدا ہوتی ہے۔!"

"عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تم لوگ....!"

"دنیا کی پہلی عورت نے شیطان کو بہکایا تھا.... وہ برخوردار سمجھے کہ شائد خود انہوں نے اُسے بہکادیا۔ لہٰذا آج ان کا کہیں پتہ نہیں اور عورت ہر ہر قدم پر ہمارے لئے جنت تعمیر کر رہی ہے۔!"

"کیا تم نشے میں ہو....؟"

"ہاں دو بوتلوں کا نشہ ہے....!" عمران جھومتا ہوا بولا اور جھومتا ہی رہا۔

دراصل وہ بار بار صفدر کے کان کے قریب منہ لے جاکر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "اسکیم بدل گئی۔ اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لینا.... مہمان خانہ نمبر پانچ کی طرف چلو۔!"

مہمان خانہ نمبر پانچ بظاہر ایک دیہی ہسپتال تھا۔ لیکن حقیقتاً ایکس ٹو کے ماتحت یا ایجنٹ یہاں مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔

فیاض اور ماجد تہہ خانے کا راستہ دریافت نہیں کر سکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جھلا کر ظفرالملک اور اس کے ملازم پر چڑھ دوڑتے۔!

اس وقت بھی وہ اُن سے الجھے ہوئے تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!" ظفرالملک پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "آخر آپ عمران صاحب کو کیوں گھسیٹ رہے ہیں۔ ہرچند کہ وہ بھی کنوارے ہیں لیکن میری اسکیم میں شامل نہیں۔!"

"میں مسٹر علی عمران کو قطعی پسند نہیں کرتا۔!" جیمسن بولا۔ "لیکن حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ اس وقت ان کی حمایت کی جائے۔!"

اس پر فیاض اور بپھر گیا تھا ماجد کے تیور ایسے تھے جیسے مار پیٹ کی نوبت آجائے گی۔

"میں جوڈو بھی جانتا ہوں۔!" جیمسن نے انہیں اطلاع دی۔

"خاموش رہو....!" ظفرالملک نے اُسے جھڑکی دیتے ہوئے کہا۔ "بیکاری میں اگر انہیں جوڈو سیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا تو عہدے کی دھونس جما کر تم سے مفت سیکھ لیں گے۔ تجارتی نکتہ نظر ملحوظ رکھا کرو۔!"

"تجارتی نکتہ نظر....!" جیمسن ڈاڑھی میں کھجاتا ہوا بولا۔ "تجارتی نکتہ نظر سے تو اس وقت ہمیں بستروں پر ہونا چاہئے تھا۔!"

فیاض دانت پیس رہا تھا۔ اُس کے جبڑوں کی وریدیں ابھر آئی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت ہلکی سی سرسراہٹ تہہ خانے کی فضا میں لہرائی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔

دو نقاب پوش ہاتھوں میں ریوالور لئے دروازے میں کھڑے نظر آئے۔

"کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے۔!" ان میں سے ایک غرایا۔

غیر ارادی طور پر اُن کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

"سمجھ میں نہیں آتا کس مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔!" ظفر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ "آئے تھے کرائے پر مکان حاصل کرنے اور اب سواری قبرستان کی طرف جارہی ہے۔!"

"اگر تم لوگ جہاں ہو وہیں خاموش کھڑے رہے تو ہم تمہیں گولی نہ ماریں گے۔!" وہی نقاب پوش بولا۔

پھر وہ انہیں کور کئے کھڑا رہا اور دوسرا آگے بڑھا۔ وہ داہنی جانب والی دیوار کی طرف جارہا تھا۔

وہ کنکھیوں سے اسے دیکھتے رہے۔ فرش کے ٹائیلوں پر وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی کسی گندی جگہ پر غلاظت سے بچ بچ کر چلے۔

پھر جیسے ہی وہ دیوار کے قریب پہنچا ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ اس میں بھی دروازہ نمودار ہوتا دکھائی دیا۔ ظفرالملک بڑے غور سے اُسے چلتے دیکھتا رہا تھا۔

نقاب پوش دروازے سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

وہ نقاب پوش جس نے انہیں کور کر رکھا تھا.... وہیں کھڑا رہا جہاں پہلے تھا۔

"آخر ہمیں یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔!" دفعتاً ظفر الملک نے نقاب پوش سے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو....!" وہ ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر بولا۔

اتنے میں دوسرا نقاب پوش ایک بڑا سا پیکٹ ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے داہنی جانب والے دروازے سے برآمد ہوا اور دوسرے نقاب پوش سے بولا۔ "ایسے ہی چھ پیکٹ اور ہیں۔!"

"تم انہیں اوپر پہنچاؤ.... میں ان لوگوں کی خبر گیری کروں گا۔!" دروازے والا بولا۔

جیمسن اور ظفر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور جیسے ہی پیکٹ لے جانے والا دوسرے نقاب پوش کے قریب پہنچا جیمسن چیخ پڑا۔ "ارے پیکٹ میں سے کیا گر رہا ہے؟"

فوری طور پر ریوالور والا اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ ظفر الملک نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

جیمسن بھی اس سے پیچھے نہیں رہا تھا۔ وہ پیکٹ والے کی گردن دبوچ بیٹھا۔ ریوالور دوسرے نقاب پوش کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ماجد نے اُسے اٹھا لینے میں پھرتی دکھائی۔

اور پھر فیاض نے اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور شیر کی طرح دہاڑا۔ "ہٹ جاؤ سب الگ ہٹ جاؤ ورنہ سب کو شوٹ کر دوں گا۔!"

"مجھے بھی حضور عالی....؟" جیمسن نے اپنے شکار کو چھوڑ کر ہٹتے ہوئے پوچھا۔

"خاموش رہو۔!"

"ظفر الملک دوسرے نقاب پوش کو چھوڑ کر ہٹ چکا تھا۔

"ماجد.... تمہارے بیگ میں ہتھکڑیوں کے کتنے جوڑے ہیں۔!" فیاض نے پوچھا۔

"ایک ہی ہے جناب....!"

"ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک ہتھکڑی ڈال دو....!"

نقاب پوش خاموش کھڑے تھے۔ ماجد بیگ سے ہتھکڑیاں نکال کر ایک کی طرف بڑھا۔

"تم بھی اسی کے قریب آجاؤ....!" فیاض نے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر دوسرے نقاب پوش سے کہا۔

اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔! فیاض کچھ کہنے والا تھا کہ ظفر نے نقاب پوش کی گردن

دبوچی اور دوسرے کی طرف دھکیل دیا۔

دونوں کے ایک ایک ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔!" تین چار کڑیوں کی ایک زنجیر دونوں ہتھکڑیوں کو ایک دوسرے سے ملاتی تھی۔

پھر ماجد نے اُن کے چہروں سے نقابیں ہٹا دیں۔

"خوب....!" فیاض ماجد کی طرف دیکھ کر بولا۔ "جانی پہچانی صورتیں ہیں۔!"

"ہم سے بھی تعارف کرائیے۔!" ظفر نے فیاض سے کہا۔

"دونوں عادی مجرم اور ہسٹری شیٹر ہیں۔! اب یہ بتائیں گے کہ ان کا باس کون ہے۔!"

"اس پیکٹ میں کیا ہو سکتا ہے۔!" جیمسن بولا۔

"خبردار اُسے ہاتھ نہ لگانا....!" فیاض نے اُسے للکارا۔

"جیمسن خاموش کھڑے رہو....!" ظفر بولا۔

"او کے باس....!"

"اُدھر دیکھو....!" فیاض نے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کر کے ماجد سے کہا۔

وہ ادھر چلا گیا اور فیاض دونوں قیدیوں کو مخاطب کر کے بولا۔

"اس بار تم دونوں دس دس سال سے کم کے لئے نہ جاؤ گے۔!"

وہ کچھ نہ بولے۔

"کیا اب ہمیں اجازت ہے....؟" ظفر الملک نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... تم دونوں بھی ساتھ ہی چلو گے۔!"

"آخر ہمیں لیجا کر کیا کیجئے گا جناب عالی۔!" جیمسن نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو....!"

"ظفر الملک نے جیمسن کیطرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور اُس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔!"

صفدر کی گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی اور عمران اونگھ رہا تھا۔

"اے تم لوگ کدھر جا رہے ہو۔!" پچھلی سیٹ سے کسی عورت نے کہا۔

صفدر نے کوئی جواب نہ دیا۔ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی۔ اسے عورتوں نے بھی محسوس کیا

اور دوسری آواز سنائی دی۔ "ارے یہ تو ویرانہ ہے۔!"

گاڑی رکتے ہی عمران چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"یہ کہاں لائے ہو....؟" ایک نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر پوچھا۔

"ہسپتال....!"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب یہ کہ یہاں خاص قسم کے امراض کا علاج ہوتا ہے۔!"

"تم لوگ پاگل تو نہیں ہو گئے۔!"

"ہو جاتے.... اگر تم دو سے زیادہ ہوتیں.... چلو اُترو....!" عمران اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترتا ہوا بولا۔ "ہم لوگ شریف آدمی ہیں!"

وہ انہیں دیہی ہسپتال کی عمارت میں لائے۔ اُن کے چہرے ہوا ہو رہے تھے۔

"ہم شہر سے کتنی دور ہیں۔!" ایک نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں ہو....!"

"یہاں اس ویرانے میں کیوں لائے ہو۔!"

"وہ ترکیب بتانے کے لئے کہ شوہر بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مجھے شوہروں سے نفرت ہے جب تک روئے زمین پر ایک بھی شوہر باقی ہے چین سے نہ بیٹھوں گا۔!"

صفدر وہاں سے ہٹ گیا تھا اور عمران اپنے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برساتا ہوا اُن دونوں سے ہم کلام تھا۔

"پتہ نہیں تم لوگ کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو۔!"

"صرف میری بات کرو.... وہ گیا.... بیوی کے خوف سے اس پر ہارٹ اٹیک ہو گیا ہو گا۔!"

"تم نہیں ڈرتے اپنی بیوی سے۔!"

"میری بیوی.... کہاں کی ہانک رہی ہو....! شوہروں کے خلاف ایک تحریک کا بانی خود شوہر ہونا کیسے گوارا کرے گا۔!"

"تم نشے میں ضرور ہو....! لیکن خطرناک آدمی نہیں معلوم ہوتے۔!"

"شکریہ....! خیر ہاں تو اسکیم یہ ہے کہ تم دونوں اپنے بال کھول دو....! مجھے یہ منارے پسند

نہیں ہیں جو تم نے اپنے سروں پر بنا رکھے ہیں۔!"

"واہ کیوں کھول دیں....! پچھتر پچھتر روپے دے کر سیٹ کرائے ہیں بال۔!"

"ڈیڑھ سو روپے مجھ سے لے لو.... لیکن بال کھول دو۔!"

اُن میں سے ایک نے اپنا ہینڈ بیگ کھولنا چاہا۔

"نہیں!" عمران اونچی آواز میں بولا۔ "ہینڈ بیگ زمین پر ڈال دو میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔!"

دونوں نے اپنے ہینڈ بیگ زمین پر گرا دیئے۔ اور اب وہ بہت زیادہ خائف نظر آ رہی تھیں۔

عمران نے صفدر کو آواز دی اور اُس کے آنے پر بولا۔

"ان کے بال کھول دو۔!"

"نہیں.... نہیں.... کیا چاہتے ہو تم لوگ....!" وہ بیک وقت بولیں!

"ہم دونوں نفسیاتی مریض ہیں۔ عورتوں کے بال بگاڑ کر تسکین پاتے ہیں اس کیلئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔ صرف بال بگاڑیں گے اور اسکے علاوہ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو گا۔!"

"واہ استاد.... کیا لٹریچر فرمایا ہے اس وقت۔!" صفدر ہنس کر بولا۔

"شاعری مت کرو آگے بڑھ کر ان کے بال کھول دو۔ ڈھا دو ان میناروں کو۔!" عمران کا لہجہ فلمی مکالمے ادا کرنے کا سا تھا۔

"کیا آپ سنجیدہ ہیں۔!" صفدر نے پوچھا۔

"جلدی کرو۔!"

"نہیں... نہیں...!" وہ گڑگڑانے لگیں.... اُن میں سے ایک نے رونا بھی شروع کر دیا تھا۔

صفدر نے ایک کے بالوں پر ہاتھ ڈالنا چاہا.... لیکن وہ اس سے لپٹ پڑی۔ عمران نے آگے بڑھ کر اُن کے ہینڈ بیگوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ صفدر نے اُسے دھکا دیا۔ وہ دوسری طرف جا پڑی اور دونوں ہی تلے اوپر نیچے گریں۔

"اچھا ٹھہرو....!" عمران نے صفدر سے کہا۔ "سی ون اور سی ٹو کو بھیج دو....!"

وہ چلا گیا.... دونوں عورتیں فرش پر بیٹھی رہیں۔! دفعتاً ان میں سے ایک نے غصیلی آواز میں کہا۔ "تم دیکھنا اس جگہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ شاید تم ہمیں پیشہ ور سمجھتے ہو۔!"

"میں تمہیں انقلاب فرانس کی آخری یادگار سمجھتا ہوں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ پتہ نہیں تم

دونوں اتنی خائف کیوں ہو..... میں تو اس شعر کی صداقت آزمانا چاہتا ہوں۔

گورے مکھڑے پہ زلفیں نہ بکھرایئے!

چاند بدلی میں چھپ کر ستم ڈھائے گا!

"ہم دونوں ذی حیثیت عورتیں ہیں۔!" وہ عمران کی بکواس کو نظرانداز کرتی ہوئی بولی۔

اتنے میں دو لحیم شحیم پہاڑی عورتیں نرسوں کے لباس میں اندر داخل ہوئیں۔

"ان دونوں کے جوڑے کھول دو.....!" عمران نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

"اچھا ساب.....!" ان میں سے ایک بولی اور ان دونوں کو کھڑے ہو جانے کا اشارہ کیا۔

دونوں عورتیں ان سے ہاتھا پائی پر آمادہ نظر آنے لگی تھیں۔ لیکن انہوں نے ذرا ہی سی دیر میں دونوں کو فرش پر گرا دیا اور ان کے بال کھولنے شروع کر دیئے تھے۔

عمران گندی گندی گالیاں سن کر اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے یہ بھی اظہار محبت کا کوئی نیا طریقہ ہو۔ اس کا اپنا ایجاد کردہ۔ اُن کے جوڑے کھلتے ہی دو وزنی چیزیں فرش پر گریں۔

عمران جھپٹ کر انہیں اٹھاتا ہوا بولا۔ "خوب.....!"

"کیا ہے.....؟" صفدر نے اس طرف بڑھتے ہوئے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ٹرانس میٹرز.....!"

"اوہ.....!"

"دلچسپ.....!" عمران انہیں بغور دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔ "بالکل نئی وضع کے ہیں۔!" پھر وہ اُن دونوں ٹرانس میٹرز کو اپنے چہرے کے قریب لا کر غرایا۔ "یہ دونوں اب میرے قبضے میں ہیں۔!"

"تم کون ہو.....؟" ٹرانس میٹروں سے آواز آئی۔

"وہی جس نے کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کو کرائے پر دینے کے لئے اشتہار شائع کرایا تھا۔!" عمران نے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو.....!"

"جو کوئی بھی ان حرکتوں کی پشت پر ہے اس سے ملاقات.....!"

"ممکن ہے.....؟" آواز آئی۔

"ملاقات کا طریقہ..... کیا ہونا چاہئے۔!"

"فوری طور پر اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم نے جن عورتوں کو پکڑا ہے وہ چیف تک تمہاری رہنمائی نہ کر سکیں گی۔!"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں تو صرف اس آدمی سے ملنا چاہتا ہوں خواہ کسی طرح بھی ہو۔!"

"اچھی بات ہے۔! کل صبح دس بجے تمہیں جواب مل جائے گا۔! ٹرانس میٹر کا کوئی سوئچ آف کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں یونہی چلنے دینا۔!"

"بہت اچھا.....!" عمران نے کہا اور سر کو پُر معنی جنبش دی۔

صفدر خاموشی سے اُسے گھورے جا رہا تھا۔ دونوں عورتوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔

عمران نے پہاڑنوں کو اشارہ کیا کہ اُن دونوں عورتوں کو وہاں سے لے جائیں۔

صفدر نے اُس کے چہرے پر گہرے تفکر کی جھلکیاں دیکھیں۔! وہ بے حد سنجیدہ نظر آیا تھا۔

عورتیں خاموشی سے رخصت ہو گئی تھیں۔! دفعتاً عمران نے صفدر کو بھی باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

برآمدے میں پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ڈسپنسری سے شیشے کے دو خالی مرتبان لے آؤ اور فوری طور پر ایک کدال کا انتظام کرو۔ دیر نہ لگانا۔!"

ان چیزوں کی فراہمی میں دو تین منٹ سے زیادہ وقت نہ صرف ہوا تھا۔

اُس نے اُن ٹرانس میٹروں کو شیشے کے مرتبانوں میں رکھ کر اُن کے ڈھکن مضبوطی سے بند کر دیئے تھے۔ پھر صفدر نے اُسے پائیں باغ میں ایک گڑھا کھودتے دیکھا۔

"کیا چکر ہے.....؟" اس نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"ان دونوں کو دفن کرنا ہے۔!"

"کیوں.....؟"

"کام ختم کرنے کے بعد گفتگو ہوگی.....!"

"تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسی کمرے میں آبیٹھے جہاں اُن دونوں عورتوں کے جوڑے کھولے گئے تھے۔!"

"چیونگم.....!" وہ صفدر کی طرف چیونگم کا پیکٹ بڑھاتا ہوا بولا۔

"سانس درست کر لو.....! تم ہانپ رہے ہو.....!"

"میں نے جوڑے نہیں کھولے تھے۔!" صفدر مسکرایا۔

"فرض کرلو تم ہانپ رہے ہو....!"

"لائیے جناب....!" صفدر اس سے چیونگم کا پیکٹ لیتا ہوا کراہا۔

"جو لوگ پان نہیں کھاتے انہیں چیونگم استعمال کرنی چاہئے۔ ہر وقت منہ چلاتے رہنا ز
کی دلیل ہے۔!"

"میں پوچھ رہا تھا ٹرانس میٹر کیوں دفن کر دیئے۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ نہ صرف یہاں کی گفتگو کہیں اور پہنچاتے رہے تھے بلکہ اپنی موجودگی
سمت بھی اشارہ کرتے رہے ہوں گے۔ اگر میں انہیں دفن نہ کر دیتا۔!" وہ بات ادھوری چھو
کچھ سوچنے لگا۔!

کچھ دیر بعد صفدر بولا۔ "شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں سے ان ٹرانس میٹرو
تعلق ہے وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ٹرانس میٹر نشان دہی کر دیں گے۔!"

"ہاں میرا یہی خیال ہے.... خیر کل دس بجے تک اسے بھی دیکھ لیں گے۔!"

"چکر کیا ہے....؟"

"عرصے سے ان بیناروں والیوں کی نگرانی کرتا رہا تھا۔! بالآخر آج ان کا تعلق کوٹھی نمبر چھ
چھیاسٹھ سے ظاہر ہو گیا۔!"

"میں اس.... نامعقول کوٹھی کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔!"

"میں اس وقت کافی پینا چاہتا ہوں۔!"

"بتانا نہیں چاہتے۔!"

"پہلے کافی....! آج سردی بڑھ گئی ہے۔!"

صفدر کے جاتے ہی عمران نے اپنا جیبی ٹرانس میٹر نکالا اور اس کا سوئچ آن کر کے بلیک ز
سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس میں دیر نہیں لگی تھی۔! دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سن کر بولا۔ "کیا خبر ہے۔

"کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کی نگرانی اب بھی جاری ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی

"اس دوران میں کئی واقعے ہوئے۔! سر شام ایک آدمی کوٹھی سے نکلا تھا۔ اس کا تعاقب کیا گیا۔
کریم آباد کے ایک مکان میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک وہیں ہے اور مکان کی نگرا

جاری ہے۔ اُس مکان پر ہنری ڈی سوزا کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔!"

"دوسرا واقعہ....!" عمران نے سوال کیا۔

"دس بج کر پندرہ منٹ پر دو آدمی کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ میں داخل ہوئے اور ٹھیک گیارہ
بجے کیپٹن فیاض اور انسپکٹر ماجد چار آدمیوں اور کچھ سامان سمیت کوٹھی سے بر آمد ہوئے۔ ان میں
سے دو آدمیوں کے ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔! وہ گاڑی میں بیٹھ رہے تھے کہ بقیہ دو آدمی جن کے
ہتھکڑیاں نہیں لگی ہوئی تھیں بھاگ نکلے۔!"

"وہ دونوں کون تھے....؟" عمران نے پوچھا۔

"ظفر الملک اور جیمسن....!"

"گڈ....!" عمران بولا.... "اور کچھ....!"

"نہیں جناب....!" بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"اچھی بات ہے... کوٹھی کی نگرانی ختم کردو.. لیکن ہنری ڈی سوزا کے مکان پر نظر رکھی جائیگی۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور اینڈ آل....!" عمران نے کہا اور ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر دیا۔ کمرے کی فضا پر بوجھل
سا سکوت طاری تھا۔

"سوال یہ ہے کہ ہم کب تک یہاں لیٹے رہیں گے۔!" جیمسن نے ظفر الملک سے کہا۔

"جب تک کہ ایک نیند لے کر بالکل تروتازہ نہ ہو جائیں۔!" ظفر بولا۔

وہ ایک ٹرک کے نیچے سڑک پر لیٹے ہوئے تھے۔!

"نیند آجائے گی آپ کو....!" جیمسن نے پوچھا۔

"بھلا میری نیند کو کون روک سکتا ہے۔ تم بھی سو جاؤ۔!"

"جی نہیں! میں عالم خواب سے عالم بالا کی طرف مراجعت کرنے کے لئے تیار نہیں۔!"

"ارے.... ارے.... تو تو بڑی گاڑھی اردو بولنے لگا ہے! مطلب سمجھا اس کا....!"

"مطلب یہ کہ اگر سوتے وقت کسی نے ٹرک چلا دیا تو کیا ہوگا۔!"

"اسٹیئرنگ ہی نہیں ہے اس میں.... غالباً مرمت کے لئے نکالا گیا ہے اور اس کی حالت

بتاتی ہے کہ کئی دن سے یہیں کھڑا ہے۔!"

"تو پھر میں استراحت فرماؤں۔!"

"جیمسن... اگر اب میں نے تیرے ہاتھ میں اردو کی کوئی کتاب دیکھی تو گردن توڑ دوں گا۔!"

"اردو کا کلاسیکی ادب.... جواب نہیں رکھتا۔ کبھی آپ بھی ٹرائی کیجئے۔!"

"سو جاؤ.... بکواس بند....!"

"لینگو یج پلیز....!"

"شٹ اپ....!" کہہ کر ظفر نے کروٹ بدلی اور اونگھنے لگا۔

وہ اس وقت بھاگ نکلے تھے جب کیپٹن فیاض تہہ خانوں سے برآمد ہونے والی چیزیں اور قیدیوں کو لے کر باہر نکلا تھا۔ دو دو بنڈل ان دونوں نے بھی اٹھا رکھے تھے۔

لیکن جیسے ہی فیاض کی گاڑی کے قریب پہنچے بنڈل پھینک چھلانگیں مارتے ہوئے یہ جا وہ جا ان کی نظروں سے او جھل ہو گئے۔ قیدیوں کو ماجد کی نگرانی میں چھوڑ کر فیاض خود اُن کے پیچھے لپکا تھا اور وہ اس ٹرک کے نیچے جا گھسے تھے۔

پھر تھوڑی دیر بعد جب جیمسن نے میدان صاف ہو جانے کی اطلاع دی تھی تو اس نے کہا تھا۔ "اب اس وقت کون باہر نکلے۔ یہیں پڑے رہو۔!"

"لیکن یور ہائی نس....! نیچے زمین کتنی ٹھنڈی ہے۔!"

"تصور کر لو کہ تمہارے چاروں طرف آگ روشن ہے.... نیند آجائے گی۔!" ظفر نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"نیند یہاں....؟" جیمسن اچھل پڑا۔

"جب تم اس طرح کسی بات پر حیرت ظاہر کرتے ہو تو بالکل الو نظر آتے ہو۔!"

"یہ جو ابھی آپ نے آگ کے تصور کے بارے میں کہا تھا اس کو مراقبہ آتشی کہتے ہیں۔!"

"جیمسن کہیں تیرا دماغ نہ خراب ہو جائے۔!"

"تصوف کے بارے میں بھی پڑھ رہا ہوں۔!"

"اچھا بکواس ختم کرو.... مجھے نیند آرہی ہے۔!"

لیکن جیمسن پر تھوڑے تھوڑے وقفے سے بکواس کے دورے پڑتے رہے تھے۔

پھر دفعتاً کسی نے اُن کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں ٹرک کے نیچے سے گھسیٹ لیا تھا۔

یہ تین آدمی تھے اور قریب ہی ایک لمبی سی کار کھڑی ہوئی تھی۔

"اس بے تکلفی کا مطلب....؟" جیمسن اُن پر غرایا۔

"چپ چاپ نکل چلو....!" ان میں سے ایک بولا۔ "پورے شہر میں تم لوگوں کے لئے پولیس کی گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں۔!"

"تم کون ہو....؟" ظفر الملک نے پوچھا۔

"ہمدرد ہی سمجھ لو.... چلو بیٹھ جاؤ گاڑی میں.... تفصیلات میں پڑنے کا وقت نہیں ہے۔!"

"ظفر الملک نے جیمسن کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ سب اُس گاڑی میں بیٹھ گئے اور اجنبیوں میں سے ایک بولا۔ "تم دونوں نے اس وقت عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔!"

❖

دوسری صبح رحمان صاحب کے آفس میں فیاض کی طلبی ہوئی! طلبی نہ ہوتی تو وہ خود ہی کوشش کرتا کہ کسی طرح رحمان صاحب تک رسائی ہو جائے۔

"ٹام براؤن کیس دوبارہ بھیجا گیا تھا.... کیا ہوا اس کا....!" رحمان صاحب نے فیاض کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ سے منشیات کے چھ بڑے پیکٹ برآمد ہوئے ہیں جناب....!"

"اب برآمد ہوئے ہیں....؟" رحمان صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں.... ٹام براؤن پولیس کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ وہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ پر قابض تھا لیکن حقیقتاً اس کا مالک نہیں تھا۔ کوٹھی کے اصل مالک کا پتہ نہ لگنے کی بناء پر وہ مقفل کر کے سیل کر دی گئی تھی۔ لیکن جب فائل دوبارہ میرے پاس آیا تو میں نے پھر اس کوٹھی کی طرف توجہ دی! وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ سیل لگا ہوا قفل بدستور موجود ہے لیکن پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول لی گئی ہے۔ اندر کا دروازہ بھی مقفل نہیں تھا۔ بہر حال اندر جانے پر پتہ چلا کہ وہ مقفل کر دیئے جانے کے بعد بھی استعمال کی جاتی رہی ہے۔ دو عادی مجرم وہاں ہاتھ آئے۔ اُن سے کسی ہنری ڈی سوزا کا پتہ معلوم ہوا جو ٹام براؤن کے بعد اس بزنس کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اس کے ٹھکانے پر پہنچے تو

وہاں تین لاشیں ملیں۔ ایک ہنری ڈی سوزا کی لاش تھی اور دوسری اس کی بیٹی لوسی کی تیسری لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی۔! ان دونوں عادی مجرموں کے لئے بھی وہ اجنبی تھا...!"

فیاض خاموش ہو گیا! رحمان صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہا۔ "اس کیس کو محکمہ خارجہ کے سیکریٹری نے دوبارہ شروع کرایا ہے۔!"

"اوہ....!" فیاض بے ساختہ چونک پڑا۔ اُسے فوری طور پر عمران کا خودکشی نامہ یاد آ گیا تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے جناب میرے لئے پچھلا دن بے شمار حیرتیں لایا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

فیاض نے جیب سے عمران کا خط نکالا اور رحمان صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے....؟"

"ملاحظہ فرمایئے.... یہ حضرت میری عقل چکرا دیتے ہیں۔ اس خط سے کچھ ہی دیر بعد پہلے ٹام براؤن کیس کا فائل میرے پاس پہنچا تھا۔!"

رحمان صاحب نے عمران کا خط پڑھ کر بُرا سا منہ بنایا اور مستفسرانہ نظروں سے فیاض کی طرف دیکھنے لگے۔

"یہی نہیں.... کل ہی کسی نے اس عمارت کو کرایہ پر دینے کے لئے اشتہار بھی شائع کرادیا تھا لیکن اخبار کے دفتر سے اشتہار شائع کرانے والے کا صحیح نام اور پتہ نہ معلوم ہو سکا۔"

"ہوں.... تو یہ بات ہے....!" رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔

"کچھ عجیب ہی اتفاقات پیش آتے رہے ہیں جناب عالی.... میں وہیں تھا کہ دو آدمی اس اشتہار پر وہاں آ پہنچے.... اور عمارت کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگے۔ یہ بھی ہمارے لئے اجنبی نہ تھے۔ نواب مظفر الملک کا بھتیجا ظفر الملک.... یہ بھی عمران کے خاص دوستوں میں سے ہے۔!"

"ظفر الملک آیا تھا....؟"

"جی ہاں.... اور اس کا ملازم....!"

"ہوں.... اچھا.... یہ ہنری ڈی سوزا کون تھا....؟"

"ایک مقامی فرم.... پورچوگیز امپورٹرز کا منیجر.... اُن دونوں ملازموں کے بیان کے مطابق ٹام براؤن کی موت کے بعد سے وہی منشیات کے اس کاروبار کی نگرانی کر تا رہا تھا۔!"

"کیا تم نے ظفر کو پوچھ گچھ کے لئے روکا تھا....!"

"جی ہاں.... لیکن اس کے خلاف کوئی چارج لگانا ممکن نہیں۔!"

فیاض حتی الوسع کہانی کے اس ٹکڑے کو صاف چھپا جانے کی کوشش کر تا رہا تھا جس میں خود سے تہ خانوں کی سیر کرنی پڑی تھی۔

رحمان صاحب کچھ دیر خاموش رہ کر بولے۔ "میں نے تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ کیس کے دوبارہ شروع کئے جانے کی وجہ تمہیں بتادوں تاکہ تم محتاط رہ کر کام کر سکو....!"

"لیکن آخر محکمہ خارجہ کا اس سے کیا تعلق....؟ ٹام براؤن ایک غیر ملکی تھا۔ پولیس کے ہاتھوں مارا گیا.... گروہ ٹوٹ گیا۔!"

"گروہ ٹوٹ گیا....؟" رحمان صاحب پر تنفر لہجے میں بولے۔ "تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ ابھی کچھ دیر ہی پہلے تم مجھے کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کی کہانی سنا رہے تھے۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں....!" فیاض گڑگڑایا۔ "میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ دراصل پے درپے.... واقعات....!"

"خاموش رہو....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "تمہیں شرم آنی چاہئے کہ دوسرے محکمے تمہاری غلطیوں کی طرف توجہ دلانے لگے ہیں۔!"

"مم.... میں.... اپنی غفلت پر شرمندہ ہوں جناب....!"

"بس جاؤ....!" رحمان صاحب نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

فیاض چپ چاپ اٹھا اور باہر نکل آیا۔ اس کے دانت سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ اگر اس وقت کوئی ماتحت ہوتا تو اُسے عرصے تک پچھتانا پڑتا۔!

ظفر الملک کراہ کر اٹھ بیٹھا.... جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی محسوس ہوا تھا جیسے پورا جسم پھوڑا بن گیا ہو۔!

طویل انگڑائی کے ساتھ اس نے برابر والے بستر پر نظر ڈالی۔ جیمسن بے خبر سو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت اسے اس کی ڈاڑھی مضحکہ خیز معلوم ہوئی۔ عجیب انداز میں ہل رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ ڈاڑھی سے سانس لے رہا ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ اُسے دیکھتا رہا پھر اپنے بستر سے اٹھا اور اُسے جھنجھوڑ ڈالا۔

"واٹ از دیٹ....؟" جیمسن ہڑبڑا کر اٹھتا ہوا دہاڑا۔

"اردو....اردو....!"

"میں اپنی اس از خود رفتگی پر محجوب ہوں۔!" جیمسن آہستہ سے بولا۔

ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔!

اُس نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا اور پھر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ آیا۔ ایک بہت خوبصورت لڑکی سامنے کھڑی تھی اس نے فرانسیسی لہجے والی انگریزی میں اُس سے کہا۔ "تم لوگ کتنی دیر میں فارغ ہو سکو گے۔! میز پر ناشتہ لگانا ہے۔!"

"ابھی....ابھی....بہت جلد....!" ظفر نے کہا اور لڑکی چلی گئی۔

"فرانسیسی معلوم ہوتی ہے۔!" جیمسن بولا۔

دس منٹ کے اندر اندر وہ ناشتے کے لئے تیار ہو گئے۔!

وہی لڑکی پھر آئی اور انہیں ڈائیننگ روم کا راستہ بتاتی ہوئی بولی۔ "اپنی مدد آپ کرو۔ میں اس وقت بالکل تنہا ہوں اور مجھے دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔!"

"شکریہ.... شکریہ....!" جیمسن نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"اگر تم لوگ چاہو تو ناشتے کے بعد میری بھی مدد کر سکتے ہو۔!"

"یقیناً....ہم ہر قسم کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔!"

پچھلی رات جو اجنبی انہیں ٹرک کے نیچے سے نکال کر یہاں لائے تھے ان میں سے کوئی بھی اس وقت نہ دکھائی دیا۔ ناشتے کی میز پر صرف وہی دونوں تھے۔!

"یہ خونہائے رنگا رنگ ......!" جیمسن سر ہلا کر بولا۔ "کاش سنا معہ نواز ہوتی صدائے چنگ....ہو گا اس میں بھی کوئی حیلہ فرنگ....!"

"کیا بک رہا ہے....؟" ظفر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"آجکل آغا حشر کے ڈرامے بھی پڑھ رہا ہوں۔!" جیمسن نے لاپروائی سے کہا اور ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔

"پتہ نہیں یہ نیک دل لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں باسی روٹی سے بچالیا۔!" ظفر کا لہجہ بے حد غم ناک تھا۔

"بدرگاہِ قاضی الحاجات بعد مناجات میں نے پچھلی شب یہ عرضداشت پیش کی تھی کہ ٹومارو نیور کمس (Tomorrow Never Comes) جو کچھ بھی عطا کرنا ہے آج ہی عطا کر دے۔

"کلاسیکی اردو میں انگریزی کیوں ٹھونک ماری تو نے۔!" ظفر آنکھیں نکال کر بولا۔

ناشتہ کر کے وہ دونوں لڑکی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تاکہ اُس کی مدد کر سکیں۔

لیکن پوری عمارت میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

وہ بیرونی برآمدے تک آ گئے۔ باہر لان بھی سنسان تھا اور جب پھاٹک پر پہنچے تو جیمسن "یا مظہر العجائب....!" کا نعرہ مار کر اچھل پڑا۔ کیونکہ بائیں جانب لگی ہوئی نیم پلیٹ پر "ظفر الملک ایم ایس سی" تحریر تھا۔ پھر وہ ظفر کے سامنے تعظیماً جھکتا ہوا بولا۔ "یور ہائنس! خادم حاضر ہے۔!"

ظفر خاموش کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"اندر تشریف لے چلیں یور ہائی نس....!" جیمسن پھر بڑے ادب سے بولا۔

"کیا چکر ہے....؟" ظفر سر کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

"میں سینکڑوں بار آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اس خطرناک آدمی کے چکر سے نکلئے ورنہ کسی دن گردن کٹ جائے گی۔!"

"بکواس بند کرو....!"

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں یور ہائی نس.... میرا خیال ہے کہ میں نے ایک کمرے میں لائبریری دیکھی تھی.... ہو سکتا ہے اردو کی بھی کچھ کتابیں ہوں۔! میرا وقت بہر حال اچھا گذرے گا۔!"

ظفر کچھ نہ بولا۔

وہ دونوں پھر اندر چلے آئے... یہاں سچ مچ ایک کمرے میں کتابوں کی الماریاں بھی موجود تھیں۔

ظفر نے اُن کا سرسری جائزہ لیا۔ لیکن جیمسن کو ایک میں اردو کی کچھ کتابیں بھی مل گئیں اور وہ بڑے انہماک سے ان کی ورق گردانی کرنے لگا۔

اتنے میں گھنٹی کی آواز گونجی اور وہ دونوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"دیکھو....کون ہے....؟" ظفر نے جیمسن سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں یہاں بھی سکون سے مطالعہ جاری نہ رکھ سکوں گا۔!" جیمسن نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا۔"وہی محترمہ ہیں جو ہمیں ناشتے کی میز پر تنہا چھوڑ کر...!"

"تو اس طرح گھنٹی بجا کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"فرماتی ہیں پہلے میری حیثیت اور تھی اب کچھ اور ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"جا کر سمجھ لیجئے.... میں فسانۂ عجائب پڑھ رہا تھا۔ جان عالم نے طوطا خرید لیا ہے۔!"

"اور توافیون کی دو چار گولیاں خرید لے۔!" ظفر نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔

وہ لڑکی اُسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ انداز مؤدبانہ تھا۔ صبح کی گفتگو کے انداز سے بالکل مختلف!

"اب میں آپ کی سیکریٹری ہوں....!" اُس نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

"اور ناشتے سے پہلے کیا تھیں....؟"

"اُس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کی حیثیت کیا ہے۔!"

"اور اب....؟"

"آپ میرے باس ہیں....!" وہ دلآویز انداز میں مسکرا کر بولی۔ "اور خدا کا شکر ہے انگریزی بول اور سمجھ سکتے ہیں۔!"

"تم فرانسیسی ہو....!"

"جی ہاں....!"

"میرا خیال ہے کہ تم انگریزی بولنے میں بھی تکلیف محسوس کرتی ہو۔!" ظفر الملک نے فرانسیسی میں کہا۔ "لہٰذا میں تمہاری مادری ہی زبان میں گفتگو کرنا زیادہ پسند کروں گا۔!"

"اوہ خدایا.... میں کتنی خوش قسمت ہوں.... آپ فرانسیسیوں کے سے انداز میں میری زبان بول رہے ہیں۔!"

"تم لوگوں کو میرا نام کیسے معلوم ہوا....؟"

"اوہ.... میں سمجھی.... شائد آپ اپنے نام کی تختی پھاٹک پر دیکھ کر متحیر ہیں۔!"

"کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔!"

"بالکل نہیں.... آپ کی جیب میں آپ کا وزیٹنگ کارڈ موجود تھا۔!"

"لیکن اسکی کیا ضرورت تھی... تم لوگوں کا اتنا ہی احسان کافی تھا کہ چھت میسر آگئی تھی۔!"

"پولیس تھی تمہارے پیچھے۔!"

"وہ لوگ خواہ مخواہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ہمیں کرائے پر ایک بڑے مکان کی ضرورت تھی۔ جس میں کم از کم دس آدمی رہ سکیں۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مکان پولیس کسٹڈی ہے۔ کچھ بھی ہو میں اپنے ان ہمدردوں کا ممنون ہوں۔ پچھلی رات وہ تین آدمی تھے۔!"

"وہ سب میری ہی طرح باس کے ملازم ہیں۔!"

"باس....؟ کون باس....!"

"آپ میرے باس ہیں۔ فی الحال اس سے سروکار رکھئے۔! خود کو الجھن میں ڈالنے سے کیا فائدہ۔!"

"ہوں....!" ظفر نے شانوں کو جنبش دی۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور لڑکی نے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ "الو" کہہ کر وہ صرف سنتی رہی کچھ بولی نہیں.... بالآخر ریسیور کریڈل پر رکھ کر ظفر کی طرف مڑی!

"مجھے ہدایت ملی ہے کہ آپ دونوں کو آرام کرنے کا مشورہ دوں۔!" اُس نے کہا۔

"کس سے ہدایت ملی ہے....؟"

"باس سے....!"

"میں اپنے محسن کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہوں گا۔!"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ ویسے آپ لوگ بے حد خوش قسمت ہیں کہ باس خود بخود آپ پر مہربان ہو گیا ہے۔!"

"ان کی اس عنایت کی وجہ ہی بتا دو....!"

"وہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے معمہ ہے.... اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی۔!"

"خیر....!" ظفر نے طویل سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

صفدر بُری طرح چکرایا ہوا تھا۔ عمران نے ابھی تک اسے پوری بات نہیں بتائی تھی۔! پچھلی رات جب وہ کافی تیار کر کے کمرے میں واپس آیا تھا تو عمران وہاں نہیں ملا تھا۔ پھر بقیہ رات صفدر نے وہیں بسر کی۔ صبح اٹھا تو معلوم ہوا کہ جب وہ سو رہا تھا عمران اُن دونوں عورتوں کو بھی وہاں سے کہیں اور لے گیا۔

پھر اس نے سوچا کہ خود اُسے بھی وہاں سے چل دینا چاہئے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کر سکا تھا کیونکہ اس کی گاڑی عمران لے گیا تھا۔ آٹھ بجے تک وہ جھنجھلاہٹ کا شکار رہا۔ پھر کچھ کر گذرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ عمران دکھائی دیا لیکن وہ تنہا تھا۔

"ناشتہ میرے ساتھ کرنا۔۔۔۔!" وہ قریب آکر آہستہ سے بولا تھا۔

"شکریہ۔۔۔۔!" صفدر کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"چلو چھوڑو۔۔۔۔ ڈیڈی سے خفا نہیں ہوا کرتے۔!" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف کھینچ لے گیا تھا۔

اب وہ کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑے جا رہے تھے اس بار خود عمران ڈرائیو کر رہا تھا۔

"پچھلی سیٹ پر رکھی ہوئی باسکٹ میں ناشتے کا سامان موجود ہے۔!" اُس نے صفدر سے کہا۔

صفدر نے باسکٹ اٹھائی اور خاموشی سے کھاتا رہا۔ پھر تھرموس سے کافی انڈیلی اور ایک سگریٹ سلگا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔

لیکن اس نے عمران سے یہ نہ پوچھا کہ اب وہ کہاں جا رہے ہیں۔!

"دونوں عورتیں تمہیں بے تحاشہ یاد کر رہی تھیں۔!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"جہنم مین جائیں۔۔۔۔!"

"تمہیں ساتھ لئے بغیر ہرگز نہ جائیں گی کیونکہ تم نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں خود کو بحیثیت محبوب پیش کیا تھا۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی حماقت سرزد نہیں ہوئی تھی کیونکہ میری وہی حرکت آپ کی کامیابی کا باعث بنی۔!"

"اسی لئے تو میں حماقتوں کا پرچار کرتا ہوں کیونکہ عموماً یہی کارآمد ہوتی ہیں۔ آج کی حماقت کل کا فلسفہ کہلاتی ہیں۔!"

"لیکن میری کل کی حماقت آج مجھے خود کو اُلو سمجھنے پر مجبور کر رہی ہے۔!"

"کیوں تمہیں اس سے کیا نقصان پہنچا ہے۔!"

"جو کچھ کھایا ہے خدارا اُسے ہضم ہو جانے دیجئے۔!" صفدر زچ ہو کر بولا۔

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ کار سڑک سے کچے راستے پر اتار دی گئی تھی۔

جس کے دونوں اطراف میں دور دور تک گھنی جھاڑیاں تھیں۔!

صفدر نے اب بھی نہ پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔!

"ریوالور ہے۔۔۔۔؟" عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ہے۔۔۔۔!" صفدر اپنا بغلی ہولسٹر ٹٹولتا ہوا بولا۔

ایک جگہ عمران نے گاڑی جھاڑیوں کے اندر موڑ دی اور اُسے کچھ دور لے جا کر انجن بند کر دیا۔

"اب اُتر چلو۔۔۔۔!" اُس نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

پھر اُس نے ڈکے سے ایک و[illegible] سوٹ کیس نکالا اور وہ دونوں جھاڑیوں سے نکل کر پھر کچے راستے پر آگئے۔ صفدر نے مڑ کر دیکھا۔۔۔ [illegible]ڑی جھاڑیوں میں اس طرح چھپ گئی تھی کہ اُس کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔!

"اب پیدل کتنی دور چلنا پڑے گا۔!" صفدر نے پوچھا۔

"بس تھوڑی دور۔۔۔۔ کیا تم ادھر کبھی نہیں آئے۔!"

"میرا خیال ہے کہ کبھی نہیں۔۔۔۔!"

"اُدھر۔۔۔۔!" عمران بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ایک چھوٹی سی عمارت ہے جس پر ایکسٹو کا قبضہ ہے۔!"

"اور وہ زیادہ تر آپ کے استعمال میں رہتی ہے۔!" صفدر مسکرایا۔

"باتوں کا وقت نہیں ہے۔!" عمران گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "ساڑھے نو بجے ہیں۔ آدھے گھنٹے بعد وہ نامعلوم آدمی مجھ سے ٹرانس میٹر پر گفتگو کرے گا اس نے پچھلی رات وعدہ کیا تھا۔!"

"لیکن ٹرانس میٹر تو نمبر پانچ میں دفن ہیں۔۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔۔!" عمران نے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا جسے ہاتھ میں لٹکائے چل رہا تھا۔

کچھ اور آگے چل کر کچا راستہ دو سمتوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب وہ بائیں جانب مڑے تھے۔

اور پھر جلد ہی وہ اس چھوٹی سی عمارت تک جا پہنچے جس کا تذکرہ عمران نے کچھ دیر پہلے کیا تھا۔

وہ اسطرح گھنے درختوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی کہ کچے راستے پر سے نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔

اُس کی دیواریں بھی زیادہ اونچی نہیں تھیں۔!

"آخر۔۔۔۔! یہاں عمارت کا کیا مقصد۔۔۔۔!" صفدر بڑبڑایا۔

جس جگہ وہ رکے تھے اس طرف کی دیوار میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا۔

عمران وہیں زمین پر بیٹھ کر سوٹ کیس کھولنے لگا۔ سوٹ کیس سے ایک دوسرا بکس برآمد ہوا.... دراصل یہ وزن اسی بکس کا تھا۔ اس بکس کے کھلنے پر صفدر کو اس میں وہی دونوں ٹرانس میٹر نظر آئے جنہیں عمران نے پچھلی رات دفن کر دیا تھا۔

عمران نے انہیں بکس سے نکال کر کوٹ کی جیبوں میں ڈالا اور اپنے جوتے اتار دیئے۔

اور پھر صفدر نے دیکھا کہ وہ قریب ہی کے ایک درخت پر چڑھ رہا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ اترا اور سوٹ کیس اٹھاتا ہوا صفدر سے بولا۔ ”آؤ اب وہیں واپس چلیں جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔!“

”یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔!“

”ابھی تو کچھ بھی نہیں.... نتیجہ برآمد ہونے کے بعد ہی بتا سکوں گا۔!“

”عورتیں کہاں ہیں....؟“ صفدر اس کے پیچھے جھپٹتا ہوا بولا۔ عمران کی رفتار خاصی تیز تھی۔ صفدر پیچھے رہ گیا تھا۔

”عورتیں کہاں نہیں ہیں....!“ جواب ملا۔

صفدر بھنا کر رہ گیا۔ بڑی تیز رفتاری سے وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔

”اُن ٹرانس میٹروں کا سسٹم عجیب ہے لیکن میں ان سے اپنا ایک ایسا آپریٹس اٹیچ کر آیا ہوں کہ اپنے ٹرانس میٹر پر بھی کال ریسیو کر سکوں گا۔!“ عمران جیبی ٹرانس میٹر نکالتا ہوا بولا اور اس کا سوئچ آن کر دیا۔

وہ بار بار گھڑی بھی دیکھے جا رہا تھا۔ ٹھیک دس بجے ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”ہیلو.... ہیلو.... ان نون.... ہیلو.... ان نون.... ان نون.... ہیلو.... دس بجے ہیں۔!“

”ہیلو.... اٹ از اَن نون....!“ عمران بولا۔

”تم کون ہو....!“ آواز آئی۔

”اگر یہ بتانا ہوتا تو پچھلی رات ہی بتا دیتا۔!“ عمران بولا۔ ”دونوں عورتیں محفوظ اور بخیریت ہیں۔!“

”تم کیا چاہتے ہو....!“

”پچھلی رات بھی میں نے تمہارے چیف سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔!“

”جب تک کہ مقصد نہ معلوم ہو.... یہ ناممکن ہے۔!“

”میں نے سنا ہے کہ وہ بہت خوب صورت آدمی ہے لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔!

”تم اس وقت کہاں ہو!“ آواز آئی۔!

”میں تمہیں اپنا صحیح پتہ نہیں بتا سکتا۔!“

”پھر ہمارے چیف کو کیسے دیکھ سکو گے۔!“ آواز آئی۔

”تم ہی کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ میری جان بھی نہ جائے اور تمہارے چیف کو بھی دیکھ لوں۔!“

”اچھی بات ہے....!“ آواز آئی۔ ”ٹھیک گیارہ بجے دوبارہ گفتگو ہوگی۔ میں چیف سے مزید گفتگو کئے بغیر کوئی صحیح جواب نہیں دے سکتا۔!“

عمران نے پُر معنی انداز میں سر کو جنبش دی اور ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر کے جیب میں ڈال لیا۔

”مجھے یقین ہے کہ اُن کے ٹرانس میٹر اُن کی صحیح راہنمائی کریں گے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”وہ اس درخت تک پہنچ جائیں گے جس پر میں نے دونوں ٹرانس میٹر رکھے ہیں۔!“

”تو کوے اڑتے پھر رہے ہیں۔ کبھی آپ کے اندازے غلط بھی ہوئے ہیں۔!“

”صرف ایک بار.... ایک اندازہ غلط ثابت ہوا تھا۔ جسے آج تک بھگت رہا ہوں۔!“

”او ہو.... یقیناً دلچسپ کہانی ہوگی۔!“

”دو جملوں کی کہانی ہے۔!“

”اتنی مختصر....؟“

”ہاں سنو.... میرا خیال تھا کہ پیدا نہ ہو سکوں گا.... لیکن ہو گیا۔!“

”میں اس پر قہقہہ لگاؤں یا سر پیٹوں....!“

”میں اب تمہارا سر پیٹنا شروع کر دوں گا.... جو تجربہ میں نے کیا ہے اُس کے نتیجے کے لئے ناک پر ہاتھ.... اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں کچے راستے کے قریب ہی رہنا چاہئے۔!“

صفدر پھر خاموشی سے اُسکے ساتھ چلنے لگا اور وہ کچے راستے کے قریب والی جھاڑیوں میں آ چھپے۔

دفعتاً صفدر نے محسوس کیا کہ جیسے عمران کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

اور پھر ذرا ہی سی دیر میں وہ آواز اُسے بھی سنائی دے گئی۔ آواز بلاشبہ کسی ہیلی کوپٹر کی تھی۔

اب عمران صفدر کا ہاتھ پکڑے ایک طرف گھسیٹے جا رہا تھا۔ اپنی گاڑی سے کافی دور نکل جانے کے بعد عمران رک کر مڑا۔

"اوہ دیکھو.....!" اس نے صفدر کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر کہا۔ "ہیلی کوپٹر اسی درخت کے اوپر چکر لگا رہا ہے.... بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ۔!"

صفدر کا بھی یہی اندازہ تھا کہ وہ اس عمارت کے اوپر ہی منڈلا رہا ہے۔

"اس ہیلی کاپٹر میں یقینی طور پر کوئی ایسا آپریٹس موجود ہے جس نے یہاں اُن ٹرانس میٹروں کی نشاندہی کی ہے۔!" عمران پھر بولا۔

"لیکن! یہ تو محکمہ زراعت کا ہیلی کاپٹر معلوم ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ کھیتوں پر جراثیم کش دوا چھڑکی جاتی ہے۔!" صفدر اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"کئی ملک ہمیں زراعتی ترقی میں مدد دے رہے ہیں اور کئی ملکوں کے ایسے ہیلی کاپٹر محکمہ زراعت کے پاس موجود ہیں نہ صرف ہیلی کاپٹر بلکہ غیر ملکی ماہرین زراعت بھی۔!"

دفعتاً اس جگہ سے گہرے دھوئیں کا بادل فضا میں بلند ہوتا نظر آیا جہاں وہ چھوٹی سی عمارت تھی اور ہیلی کاپٹر مغرب کی طرف اڑتا چلا گیا۔

"یہ دھواں.... لیکن کیا کوئی دھماکہ ہوا تھا۔!" صفدر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"نہیں.... کوئی دھماکہ نہیں ہوا.... لیکن دھماکے کے بغیر یہ ناممکن ہے۔!"

"تو پھر کیا ہوا....؟"

"پتہ نہیں.. مجھے خود حیرت ہے۔! دھماکے کے بغیر فوری طور پر اس قسم کا دھواں ناممکن ہے۔!"

اچانک ہیلی کاپٹر کی آواز کا رخ بدلتا ہوا سا محسوس ہوا۔

"کیا وہ پھر واپس آ رہا ہے۔!" صفدر چونک کر بولا۔

"اگر ٹرانس میٹر محفوظ ہیں تو یہ ممکن ہے.... اٹھو.... اور پھر بھاگو.... میرا خیال ہے کہ اب وہ بڑے بڑے چکر لے رہا ہے۔!"

عمران کا خیال غلط نہیں نکلا تھا۔ ذرا ہی دیر بعد انہوں نے دوسری جگہ سے دھواں اٹھتے دیکھا۔

اس بار دھماکہ بھی ہوا تھا اور انہوں نے دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلے سے آنچ بھی محسوس کی تھی۔

"گاڑی ختم!" عمران بڑبڑایا۔ "یہ ٹینکی پھٹنے کا دھماکہ تھا اور اب یہ نامعقول یہاں نہیں ٹھہرے گا۔!"

یہ اندازہ بھی غلط نہ نکلا.... ہیلی کاپٹر کی آواز بتدریج دور ہوتی جا رہی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد فضا پہلے ہی کی طرح پرسکون ہو گئی۔ البتہ دھواں چاروں طرف پھیل رہا تھا۔

"اب کیا خیال ہے....!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"سوچ رہا ہوں کہ اس گاڑی کے بدلے تمہیں کون سی گاڑی دلوائی جائے۔!"

"فی الحال کہیں سے دو ٹٹو فراہم کیجئے.... تاکہ ہمیں پیدل نہ چلنا پڑے۔!"

"ابھی کام ختم نہیں ہوا۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ عمران کہتا رہا۔ "زرعی ترقی کا ایک مرکز یہاں کہیں قریب ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی اس دھوئیں کی طرف متوجہ ہو کر ادھر آ نکلے.... لہٰذا تمہارے لئے ایک تجویز ہے اس پر عمل کر کے تم پیدل چلنے سے بچ جاؤ گے۔!"

زرعی ترقی کے مرکز سے دھوئیں کے بادل صاف دکھائی دے رہے تھے۔ لوگوں کو اس سے متعلق تشویش تھی۔

اتنے میں انہیں وہ ہیلی کاپٹر دکھائی دیا جو کچھ دیر پہلے کھیتوں پر دوائیں چھڑکنے کے لئے لے جایا گیا تھا۔

ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا اور اس پر سے دو سفید فام غیر ملکی اترے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے جھاڑیوں کے درمیان سے ایسا دھواں اٹھتے دیکھا ہے جیسے کوئی عمارت جل رہی ہو۔!

ان لوگوں نے آس پاس کسی عمارت کی موجودگی سے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر ایک آدمی بولا۔

"کچھ بھی ہو.... ہمیں دھوئیں کی وجہ معلوم کرنی چاہئے۔!"

"یقیناً.... یقیناً....!" غیر ملکی بولا۔ "لیکن درختوں کے جھنڈ سے نیچے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لینڈ کرنے کی کوئی جگہ نہیں.... ہم نے لمبا چکر لگا کر دیکھا تھا۔!"

"کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔!"

وہاں دو ہیلی کوپٹر اور بھی موجود تھے۔

آخر یہ طے پایا کہ تینوں ہیلی کوپٹر ایک ساتھ اڑیں اور دھوئیں کے آس پاس لینڈ کرنے کی جگہ تلاش کریں۔ دونوں غیر ملکی اس پر متفق نہ ہو سکے۔

"ہم اب نہیں جا سکیں گے۔!" انہیں سے ایک بولا۔ "تم میں سے جو بھی جانا چاہے جا سکتا ہے۔!"

مقامی آدمیوں میں صرف ایک پائلٹ تھا اسلئے صرف ایک ہی ہیلی کوپٹر استعمال کیا جا سکا۔

اس پر دو آدمی اور بیٹھے تھے اس نے دھوئیں کے گرد ایک چکر لگایا۔ دوسرے چکر میں پرواز کا دائرہ کچھ اور وسیع کرتے ہوئے پائلٹ نے کہا۔

"مجھے نیچے کوئی آدمی دکھائی دیا تھا۔!"

"کدھر....؟" دوسرے نے چیخ کر پوچھا۔

"ٹھہرو!" پائلٹ نے کہا اور پھر چکر لگاتے ہوئے ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو فضا ہی میں روک دیا۔

"وہ دیکھو.... بائیں جانب.... کوئی آدمی ہاتھ ہلا رہا ہے۔!"

"لیکن اُدھر جھاڑیوں میں لینڈ کرنے کی جگہ نہیں ہے۔!"

"کچھ.... اور آگے بڑھا کر سیڑھی پھینکو....!"

"ہاں.... یہ ٹھیک ہے۔!"

انجن کے شور کی وجہ سے چیخ چیخ کر گفتگو کر رہے تھے۔

ہیلی کوپٹر کو بائیں جانب کچھ اور بڑھا کر رسیوں کی سیڑھی نیچے پھینکی گئی اور وہ آدمی اوپر چڑھنے لگا۔ بالآخر انہوں نے اُسے ہیلی کوپٹر میں کھینچ لیا۔

"مم.... میں.... تباہ ہو گیا.... برباد ہو گیا۔!" وہ ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میری تجربہ گاہ جل گئی.... راکھ کا ڈھیر ہو گئی.... میں کیا کروں۔!"

"کوئی اور بھی ہے....!" ایک آدمی نے پوچھا۔

"نہیں میں تنہا تھا.... لیکن آگ کیسے لگی میں نہیں جانتا۔ بتاؤ میں کیا کروں۔ میری تین سال کی محنت برباد ہو گئی۔!"

"کیا اب ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔!"

"کچھ نہیں... اب کیا مدد کرو گے۔ اب تو ایسا لگتا ہے جیسے... وہ بارود کی دیواریں رہی ہوں۔!"

"ہم نے دھماکہ بھی سنا تھا۔!"

"عمارت میں کوئی دھماکہ نہیں ہوا تھا.... لیکن کہیں قریب ہی ہوا تھا اوہ وہ ادھر کیسا دھواں ہے.... میرے خدا کیا میری گاڑی بھی تباہ ہو گئی۔!"

"کیا گاڑی کہیں اور تھی....؟"

"ہاں عمارت تک نہیں لائی جا سکتی تھی۔ اُسے دور جھاڑیوں میں پارک کیا تھا۔!"

ہیلی کوپٹر دوسری طرف بڑھا.... اور بد حواس آدمی نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔ بلاشبہ میری کار بھی تباہ ہو گئی۔ دھماکہ اُس کی ٹینکی پھٹنے سے ہوا ہو گا۔ یہ سب کیا ہے یہ سب کیا ہے.... بتاؤ مجھے بتاؤ۔!"

وہ چیختے چیختے نڈھال ہو کر گر گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو!

اسی حالت میں اسے لے کر وہ مرکز کی عمارت میں پہنچے۔ اُسے ایک آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا دونوں غیر ملکی بھی وہاں موجود تھے۔ پائلٹ انہیں بیہوش آدمی کے متعلق بتانے لگا۔

"کیسی تجربہ گاہ تھی....؟" ایک نے پوچھا۔

"یہ بتانے سے پہلے ہی وہ بیہوش ہو گیا تھا۔!"

"اسے ہوش میں لاؤ.... پولیس کے حوالے کریں گے۔ اس نے غیر قانونی طور پر آتش گیر مادوں کا ذخیرہ کر رکھا ہو گا۔!" غیر ملکی بولا۔

وہ اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"تم کون ہو....؟" غیر ملکی نے آگے بڑھ کر تحکمانہ لہجے میں سوال کیا۔

"مم.... میں.... صفدر سعید ہوں۔ ڈاکٹر صفدر سعید.... تباہ ہو گیا۔ ساری محنت ضائع ہو گئی۔ اب مجھے دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی۔ سب کچھ جہنم میں جائے۔!"

اتنے میں ایک لڑکی شور مچاتی کمرے میں داخل ہوئی۔ یہ بھی غیر ملکی ہی تھی۔ یہاں بھیڑ دیکھ کر یکلخت خاموش ہو گئی اور مستفسرانہ نظروں سے ایک ایک کی طرف دیکھنے لگی۔

دونوں غیر ملکیوں نے ہاتھ ہلا کر اُسے واپس جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ کھڑی رہی۔

"تم کیسی تباہی کا ذکر کر رہے تھے۔!" غیر ملکی نے صفدر سے پوچھا۔

"میری تجربہ گاہ تباہ ہو گئی.... میری گاڑی تباہ ہو گئی۔ میں نہیں جانتا یہ سب کیونکر ہوا۔!"

"کس قسم کی تجربہ گاہ تھی۔!"

"میں چوہوں کی ایک نسل پر تجربہ کر رہا تھا۔!"

"کس قسم کا تجربہ تھا....؟"

"میں اس وقت تفصیل سے گفتگو نہیں کر سکتا۔! میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔!"

"تمہاری تجربہ گاہ میں آتش گیر مادہ تھا....؟"

"یہ جھوٹ ہے.... اگر کوئی ثابت کر دے تو پھانسی پر چڑھ جانے کو تیار ہوں۔!" صفدر چیخ کر کہا اور جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

"تمہیں پولیس اسٹیشن چلنا پڑے گا۔!"

"میں کیا کوئی چور ہوں.... چلو جہاں چلتے ہو....!" وہ بستر سے اُتر آیا۔

دونوں غیر ملکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اُس لڑکی کی طرف متوجہ ہو جو اب بھی دروازے میں کھڑی تھی۔

انہوں نے اس کو کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ دفعتاً وہ آگے بڑھ کر بولی۔!

"کیا قصہ ہے....؟"

"غیر قانونی طور پر ذخیرہ کیے ہوئے آتش گیر مادے میں آگ لگ گئی۔!" ایک سفید فام بولا

"یہ جھوٹ ہے....!" صفدر پھر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"مجھے پوری بات بتاؤ....!" لڑکی دونوں کو باری باری سے دیکھ کر بولی۔

"کیا تم لوگ میرا تماشہ بناؤ گے۔!" صفدر غرایا۔ "تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے۔!"

"تم مجھے بتاؤ کیا بات ہے....؟" لڑکی آگے بڑھ کر نرم لہجے میں بولی۔

"میرا سب کچھ تباہ ہو گیا۔!"

"مجھے افسوس ہے.... چلو تم میرے ساتھ چلو.... یہ سب جنگلی ہیں انہیں کھیتی باڑی علاوہ دنیا کی اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔!"

"رینا....!" ایک غیر ملکی نے غصیلے لہجے میں لڑکی کو مخاطب کیا۔

"تم چپ رہو.... میں نے بھی دھواں دیکھا تھا۔!" لڑکی نے سرد لہجے میں کہا اور صفد ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ "چلو....!"

کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی اور وہ اُسے کھینچے لئے جا رہی تھی۔

اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایک عمارت اور تھی۔ وہ اُسے اُس عمارت میں لائی.... اور ایک کمرہ میں بٹھا کر خود باہر چلی گئی۔ صفدر پُر تجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران کی ہدایت کے مطابق اس نے یہ سب کچھ کیا تھا اور اب نتیجے کا منتظر تھا۔

لڑکی کچھ دیر بعد واپس آگئی اس کے ہاتھوں پر ایک کشتی تھی جس میں چائے کے لوازمات نظر آ رہے تھے۔

"ڈاکٹر سعید پلیز.... اپنی مدد آپ کرو....!" وہ مسکرا کر بولی۔ "میں نہیں جانتی کہ تم کس قسم کی چائے پیتے ہو۔!"

"میں چائے پیوں گا.... اس وقت....؟ نہیں ہرگز نہیں.... اتنا بڑا.... نقصان ہو جانے کے بعد میں شاید ہی اپنے معدے کی طرف توجہ دے سکوں۔!"

"اگر میں اس بات پر ہنس دوں تو تم بُرا تو نہ مانو گے۔!"

"تم ہنسو گی....؟ یعنی کہ میرے نقصان پر ہنسو گی۔!"

"جب تک کہ نقصان کی نوعیت نہ معلوم ہو جائے میں اس پر افسوس بھی تو نہیں ظاہر کر سکتی۔!"

"میں اس سلسلے میں تجربات کر رہا تھا کہ غلے کو چوہوں سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔!"

"ہونہہ! یہ نوعیت تھی تمہارے تجربات کی....!" لڑکی حقارت سے بولی۔

"کیوں!" صفدر چونک کر بولا۔ "تمہاری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں! میرا یہ کارنامہ ساری دنیا کیلئے خوش حالی لاتا۔ جانتی ہو یہ چوہے دنیا کا ہزاروں ٹن غلہ ہر سال کھا جاتے ہیں۔!"

"ارے اس کا نہایت آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی چوہے کھانا شروع کر دے۔ غلہ محفوظ ہو جائے گا۔ سستے داموں فروخت ہوگا۔ لوگ چوہے پالنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح بیروزگاری کا مسئلہ بھی کسی حد تک حل ہو جائے گا۔!"

"تم کھا سکتی ہو چوہے....؟" صفدر نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"یقیناً.... ذرا سلیقے سے تلے جانے چاہئیں۔!"

"گندی باتیں نہ کرو!" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم اتنی خوبصورت لڑکی چوہے کھاؤ گی۔!"

"ڈاکٹر چائے پیو.... ٹھنڈی ہو جائے گی۔!"

"اب تو ایک گھونٹ بھی نہ لے سکوں گا۔ تم نے طبیعت بدمزہ کردی۔!"

"دراصل مجھے زراعت اور اناج کے موضوع سے نفرت ہوگئی ہے۔ میرے دونوں بھائی ماہرین زراعت ہیں اور میں یہاں ان کے ساتھ جھک مار رہی ہوں۔!"

"اچھا... وہ دونوں شریف آدمی جو مجھے پولیس کے حوالے کردینے کی دھمکی دے رہے تھے۔!"

"ہاں وہی....!"

"لیکن انہیں شائد اس کا علم نہیں کہ میں اس سلسلے میں حکومت سے بھی مدد لے رہا تھا۔ میری تجربہ گاہ میں کوئی غیر قانونی کام کبھی نہیں ہوا۔!"

"میں اس مسئلے پر تم سے بحث نہیں کروں گی.... تم چائے پیئو....!"

"اچھی بات ہے....!" صفدر نے سسکیوں کے سے انداز میں کہا اور چائے انڈیلنے لگا۔

لڑکی اُسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی کام کررہے تھے....؟" لڑکی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"میرے دو اسسٹنٹ تھے.... لیکن اس حادثے کے وقت موجود نہیں تھے۔!"

"وہ اس وقت کہاں ہوں گے....؟"

"اپنے گھروں پر... یا شاید کہیں اور.... آج دراصل میں نے انہیں چھٹی دے دی تھی۔!"

"کیوں....؟"

"آرام کرنا چاہتا تھا....!"

"ویسے تم کہاں رہتے ہو....!"

"میں زیادہ تر تجربہ گاہ میں ہی رہتا تھا....!"

"پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے کسی چوہے سے گفتگو کررہی ہوں۔!"

"اوہ تو کیا تم میرا مذاق اڑاؤ گی۔!"

"سارے مرد چوہے ہوتے ہیں.... چھپ چھپ کر کھانے والے اور ذرا سی آہٹ پر بھاگ کھڑے ہونے والے۔!"

"اور ساری عورتیں بندریاں ہوتی ہیں۔ بات بات پر منہ چڑھانے والی۔!" صفدر بھنا کر بولا "چڑچڑے چوہے مجھے پسند ہیں۔!"

"لیکن تم مجھے تل کر بھی نہ کھا سکو گی۔!"

"بہت سلیقے سے تلوں گی۔!"

"بس تلتی ہی رہ جاؤ گی۔!" صفدر نے پھر جھنجھلا کر کہا اور اٹھتا ہوا بولا۔ "میرا وقت ضائع نہ کرو۔!"

"باہر نکلے اور پولیس کے حوالے کئے گئے اُسی وقت تک محفوظ ہو جب تک میرے مہمان رہو گے۔!"

وہ دھم سے بیٹھ گیا.... اور اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

جیمسن نے "فسانہ عجائب" ختم کرلی تھی اور اب ظفر الملک کو بور کررہا تھا۔ پل بھر کے لئے خاموش ہوا اور پھر بولا۔ "آپ کی سیکریٹری کا کیا نام ہے جناب والا۔!"

"لوسیل دے سوندے....!"

"لوسیل کا مخفف کیا ہوگا۔!"

"مخفف کیا....؟"

"شارٹ فارم.... آپ اردو پڑھئے جناب....!"

"تو مجھ سے انگریزی میں ہی گفتگو کیا کر.... میری سات پشتوں پر احسان ہوگا۔!"

"ہوگا.... مجھے کیا.... اب میں توبتہ النصوح پڑھنے جارہا ہوں۔!"

"جیمسن....!"

"یس یور ہائی نس....!"

"کیا تجھے ان حالات پر حیرت نہیں....!"

"کلاسیکی ادب پڑھئے.... آپ بھی ذرا ذرا سی باتوں پر حیران ہونا چھوڑ دیں گے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ہز ہائی نس پرنس جانعالم اپنی روح کو دوسرے جسموں میں منتقل کرسکتا تھا۔ ہم تو صرف سڑک سے اس عمارت میں منتقل ہوئے ہیں۔!"

"تیرا دماغ خراب ہو جائے گا۔!"

"اگر کلاسیکی ادب سے مڈبھیڑ نہ ہو جاتی تو یہاں سچ مچ میرا دماغ خراب ہو جاتا.... میں تو اب غزلیں بھی کہوں گا۔ سنیئے ایک شعر ہوا ہے۔

اُف یہ تیرا تیر نظر زخمی جگر جاؤں کدھر
ہے آج سنڈے جان من چھٹی پہ ہیں سب ڈاکٹر

"بکواس بند.....!" ظفر گھونسہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

اتنے میں سیکریٹری آ گئی.... اور ظفر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ مشغول ہیں....؟" اس نے ظفر سے پوچھا۔

"نہیں کہو.... کیا بات ہے....!"

"کیا آپ کہیں باہر نہ چلیں گے۔ شام بڑی خوش گوار ہے۔!"

"یقیناً....!" جیمسن بولا۔ "آپ کو ضرور جانا چاہئے یور ہائی نس....!"

"تم خاموش رہو....!"

"تنہائی چاہتا ہوں جناب عالی....! مجھے اپنی غزل مکمل کرنی ہے۔!"

"میں تمہیں....!" ظفر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

بہر حال جیمسن اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

ظفر باہر نکلا تو ایک بڑی شاندار گاڑی برآمدے کے سامنے کھڑی نظر آئی۔

"آپ خود ڈرائیو کریں گے.... یا ڈرائیور طلب کیا جائے۔!" لوسیل نے پوچھا۔

"پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ پولیس میری تلاش میں ہو گی۔ میں تمہیں اس کے متعلق بتا چکا ہوں۔!"

"یہ کون سی بڑی بات ہے.... اندر چلئے.... اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔!"

"کیا انتظام ہو جائے گا۔!"

"میک اپ....!"

"مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا۔!"

"مجھے تو آتا ہے.... اگر کوئی آپ کو پہچان سکے تو جو سزا میرے لئے تجویز کریں گے مجھے منظور ہو گی۔!"

ظفر تھوڑے سوچ بچار کے بعد اُس پر تیار ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ دوبارہ کار کے قریب آیا تو اس کے چہرے پر بڑی خوبصورت ڈاڑھی تھی کوئی فرانسیسی مصور معلوم ہوتا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ گرانڈ ہوٹل کے ڈائیننگ ہال میں نظر آئے۔

"آپ کو ایک مصور ہی کا رول ادا کرنا ہے۔!" لوسیل نے آہستہ سے کہا اور ظفر حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔!

"یقین کیجئے کہ یہ سب کچھ آپ کے فائدے ہی کے لئے ہے۔!"

"اچھی بات ہے.... تم مجھے پیچھے نہیں دیکھو گی۔!"

"میں یہی چاہتی ہوں.... آپ اس کی پروا نہ کیجئے کہ آپ حقیقتاً مصور نہیں ہیں۔!"

"تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ میں تھوڑا بہت پینٹ کر سکتا ہوں۔!"

"تب تو مزہ ہی آ جائے گا۔!"

"مجھے پوری بات بھی تو بتاؤ۔!"

"ابھی میں آپ کو ایک ایسے آدمی سے ملاؤں گی جو آرٹسٹوں کا قدر دان ہے۔!"

"لیکن مجھے کیا کرنا ہو گا۔!"

"مشکل آسان ہو گئی۔!"

"تم معموں میں بات کر رہی ہو.... صاف صاف کہو....!"

"آپ اگر پینٹ کر سکتے ہیں تو اس سے کھل کر گفتگو ہو سکے گی۔ وہ دراصل ایک قطعی غیر معروف آرٹسٹ کی تصاویر کی نمائش کر کے اسے دنیا کے بہترین مصوروں کی صف میں جگہ دلانا چاہتا ہے۔!"

"اس کی وجہ....!"

"وہی بہتر بتا سکے گا۔!"

"میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری ایک تصویر بناؤں۔!"

"میں اتنی اچھی تو نہیں ہوں۔!"

"مجھے فرانسیسی عورتیں بہت پسند ہیں۔! وہ سچ مچ عورتیں ہوتی ہیں۔ بڑے نازک احساسات رکھتی ہیں۔ عورت پن برقرار رکھنے کو آرٹ کا درجہ دیتی ہیں۔!"

"آپ بہت کچھ جانتے ہیں فرانسیسی عورتوں کے بارے میں۔!"

"میں نے اپنی زندگی کے دو سال پیرس میں گذارے ہیں۔!"

"وہاں کے مصوروں سے بھی رابطہ رہا ہو گا۔!"

"کیوں نہیں۔!"

"تب تو واقعی آپ بے حد کارآمد ثابت ہوں گے! اوہ وہ صاحب آگئے۔!" ظفر نے اس سمت نظر اٹھائی جدھر لوسیل دیکھ رہی تھی۔

آنے والا سفید فام ہی تھا۔ اُس نے تاریک شیشوں کی عینک لگا رکھی تھی۔ قریب آکر اس نے لوسیل کی مزاج پرسی کی اور ظفر کی طرف دیکھا۔

"آپ موسیو ظفر ہیں۔!" لوسیل نے کہا۔ "بہت اچھے آرٹسٹ ہیں اور آپ موسیو کرسٹوپاؤلس!"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی جناب!" ظفر نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہی کہوں گا....!" اُس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

پتہ نہیں کیوں ظفر نے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس کی تھی۔ کیا چیز تھی مقابل کی شخصیت میں.... جس نے اسے کسی قدر سہا دیا تھا۔!

"موسیو ظفر کا موضوع کیا ہے....!"

لوسیل کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "موسیو ظفر آپ کا موضوع کیا ہے۔!"

"دنیا کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جسے میں اپنا نہ سمجھتا ہوں۔!" ظفر نے مفکرانہ شان سے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا جناب....!" کرسٹوپاؤلس نے بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں ہر چیز کا پیمانہ ہوں.... میں نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔!"

"موسیو ظفر اچھے خاصے فلسفی بھی ہیں۔ موسیو....!" لوسیل نے مسکرا کر کہا۔

کرسٹوپاؤلس کچھ نہ بولا۔ وہ دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

ظفر عجیب سی الجھن محسوس کرتا رہا۔ اس شخص کا قرب اُسے انجانے اندیشوں کی طرف دھکیلے لئے جا رہا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے اُسکے جسم سے برقی رویں نکل کر اُس کے وجود کو جھٹکے سے دے رہی ہوں۔

"بہت خوب....!" کرسٹو تھوڑی دیر بعد مسکرا کر بولا۔ "میں تمہارے جملوں پر غور کرنے لگا تھا۔ کافی تعلیم یافتہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ فی الحال کیا مشغلہ ہے....!"

"بیکاری....!"

"مجھے حیرت ہے۔!"

"آپ کو حیرت نہ ہونی چاہئے موسیو....!" ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "آپ نے میری باتیں سمجھنے کی کوشش کی میں آپ کا ممنون ہوں.... لوگ نہ میری باتیں سمجھتے ہیں اور نہ مجھے بیکاری سے نجات ملتی ہے۔!"

"آپ میرے لئے پینٹ کیجئے.... جتنا زیادہ کر سکیں.... میں آپ کو اونچے طبقوں میں متعارف کراؤں گا۔ آپ کی تصاویر کی نمائش ہوگی۔!"

"میرا خیال ہے کہ پہلے آپ میری کوئی پینٹنگ دیکھ لیں۔!"

"یہ تجویز بھی معقول ہے۔!"

"کل شام تک میں کچھ نہ کچھ ضرور پیش کروں گا۔ آپ سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!"

"میں کل دوپہر کو تمہیں مطلع کر دوں گا۔!" کرسٹوپاؤلس نے لوسیل سے کہا۔

"بہت اچھا موسیو....!"

اس کے بعد پھر وہ کھاتے پیتے رہے تھے اور ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔

ظفر اب کھل کر گفتگو کر رہا تھا.... اور انداز گفتگو میں پیرس کی انٹلکچویل قسم کے آرٹسٹوں کی نقالی جاری تھی۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ اب اس رینا سے کس طرح پیچھا چھڑائے۔ مسلسل اُسے چڑھائے جا رہی تھی اور اس کے دونوں بھائیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔ "جب تم یہاں اتنی بوریت محسوس کر رہی ہو تو آئی کیوں تھیں۔!"

"وہاں بالکل تنہا رہ جاتی۔!"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے۔!"

"اپنے لئے خود کچھ کمانے کی عادت نہیں ہے۔! اس معاملے میں تمہارے ملک کی عورتوں سے متفق ہوں.... مرد کمانے کے لئے اور عورت گھر سنبھالنے کے لئے۔!"

"لیکن اب ہمارے ملک میں مرد اس کے قائل نہیں.... عورت کمانے کے لئے اور مرد گھر سنبھالنے کے لئے۔!"

"لیکن مجھے ایسے مرد پسند نہیں جو خواہ مخواہ چوہوں کے پیچھے پڑ جائیں۔ آخر وہ بھی تو زندگی

کے مظہر ہیں اور زندہ رہنے کے لئے کھائیں گے ضرور....!"

"میرا خیال ہے کہ اب تم چوہوں کا تذکرہ ختم کردو....!"

"کیا....؟" وہ متحیرانہ انداز میں کھڑی ہوگئی۔

"کیوں....؟ کیا ہوگیا تمہیں....!"

"حیرت کی بات ہے.... چوہے ابھی تک تمہاری زندگی رہے ہیں اور تم اُن کے ذکر سے اتنی جلدی اکتا گئے.... تم جھوٹ بولتے ہو.... یقیناً تمہاری تجربہ گاہ میں کوئی خوفناک تجربہ ہو رہا تھا۔ دھماکے کی آواز یہاں تک آئی تھی۔ تمہاری تجربہ گاہ یہاں سے کتنی دور تھی۔!"

"زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین میل کے فاصلے پر....! لیکن یقین کرو کہ عمارت میں آگ لگنے کے کافی دیر بعد دھماکہ ہوا تھا۔ میری گاڑی کی ٹنکی پھٹی تھی۔!"

"خیر اب تم پولیس ہی کے حوالے کئے جاؤ گے۔!"

"جہنم میں جاؤ تم سب.... بلاؤ پولیس کو....!"

"واقعی بے حد چڑچڑے ہو....!" وہ ہنس پڑی۔ اتنے میں اس کا ایک بھائی وہاں آگیا۔

چند لمحے صفدر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا اسسٹنٹ باہر موجود ہے۔!"

"کون سا اسسٹنٹ....!" صفدر مضطربانہ انداز میں کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"گوریلے کی شکل والا....!"

"اُوہ.... اُسے بلاؤ.... وہ تو چھٹی پر تھا.... کیسے آگیا....!"

"تو وہ سچ مچ تمہارا اسسٹنٹ ہے؟"

"ہاں وہ میرا اسسٹنٹ ہے.... لیکن میں تمہیں آگاہ کردوں کہ اس کے سامنے اس کی بدصورتی کے متعلق کچھ نہ کہنا.... بے حد خطرناک ہو جاتا ہے۔!"

"تم باہر چلو....!" اُس نے خشک لہجے میں کہا۔

صفدر اُس کے پیچھے بڑھا۔ لڑکی نے مسکرا کر اُسے کچھ اس قسم کا اشارہ کیا تھا جیسے کہنا چاہتی ہو کہ تم مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ تھوڑی ہی دیر بعد پھر میرے چنگل میں ہوگے۔!

صفدر اُس کے ساتھ باہر نکلا.... سامنے عمران ریڈی میڈ میک اپ میں نظر آیا۔ اُس کی حالت تباہ تھی۔ لباس بے ترتیب تھا اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ پھولی ہوئی ناک اور گھنی

مونچھوں میں اس وقت وہ سچ مچ جانور ہی لگ رہا تھا۔

سانس پھول رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یکساں رفتار سے دوڑتا ہوا یہاں تک پہنچا ہو۔!

"اوہ... ڈاکٹر!" وہ صفدر کو دیکھ کر ہانپتا ہوا بولا۔ "یہ کیا ہوگیا ڈاکٹر.... یہ کیسے ہوگیا ڈاکٹر!"

"میں نہیں جانتا.... کچھ نہیں جانتا.... میری گاڑی بھی تباہ ہوگئی لیکن تم یہاں تک کیسے پہنچے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔!"

دونوں کے درمیان انگریزی ہی میں گفتگو ہو رہی تھی۔

"میں اپنا پرس گاؤن کی جیب میں بھول گیا تھا۔ گھر پہنچ کر یاد آیا۔ پھر واپس آنا پڑا۔ لیکن ہائے۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔!"

"وہاں.... ایک آدمی ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ آپ کو ہیلی کوپٹر کے ذریعہ وہاں سے لے جایا گیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کہاں ہوں گے۔!"

"ایک آدمی درخت پر چڑھا ہوا تھا!" صفدر نے حیرت سے دہرایا۔ "اُدھر تو کبھی کوئی نہیں آتا۔!"

"یقین کیجئے ڈاکٹر.... میں نے ایک آدمی کو تجربہ گاہ کے قریب والے درخت پر دیکھا تھا اور اس نے مجھے اطلاع دی تھی۔!"

"تب تو یقیناً تم لوگ کسی سازش کا شکار ہوئے ہو۔!" غیر ملکی نرم لہجے میں بولا۔ "ہم تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔!"

پھر اُس نے دوسرے غیر ملکی کو آواز دی اور وہ عمارت ہی کے ایک دروازے سے برآمد ہوا۔

"شائد ہم چور کو پکڑ سکیں۔!" اُس نے دوسرے سے کہا۔ "یہ ڈاکٹر کا اسسٹنٹ ہے اور ایک نئی خبر لایا ہے۔!"

وہ چاروں ہیلی کوپٹر کی طرف چل پڑے۔

تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر ہیلی کوپٹر جنگل پر پرواز کر رہا تھا۔

"اُس درخت کی نشان دہی کرنی ہے تمہیں۔!" غیر ملکی نے عمران سے کہا۔

"ضرور کروں گا جناب!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر یہ کوئی سازش ہے تو اپنی جان لڑا دوں گا۔!"

وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر دوسری جگہ بھی ہلکا ہلکا سا دھواں اب بھی باقی تھا۔

"وہ....وہ درخت....اس طرف....!" عمران ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

ہیلی کاپٹر نے درختوں کے جھنڈ کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر ٹھیک اسی درخت کے اوپر معلق ہو گیا جس کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

پھر سیڑھی لٹکائی گئی جس کا دوسرا سرا درخت کے گھنے پتوں کے درمیان غائب ہو گیا۔

اب غیر ملکی نیچے اتر رہا تھا۔ بالآخر وہ ایک مضبوط سی شاخ پکڑ کر درخت پر جا ٹھہرا۔

عمران اور صفدر خاموش بیٹھے رہے۔ ویسے صفدر نے محسوس کیا کہ عمران اس آپریٹس کو بغور دیکھے جا رہا تھا جو پائلٹ نے اپنی گود میں رکھ چھوڑا تھا۔ اُس کی سرخ رنگ کی سوئی ڈائیل کے ایک نشان پر لرز رہی تھی۔ صفدر بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ دفعتاً وہ زور زور سے ہلنے لگی۔

نیچے جانے والا غیر ملکی اب پھر اوپر آ رہا تھا۔

جیسے ہی اُس نے ہیلی کوپٹر پر قدم رکھا آپریٹس کی سوئی زیرو پر آ رکی۔!

اوپر آنے والے کا چہرہ خوشی کے مارے سرخ ہو رہا تھا اس نے پائلٹ کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"واپس چلو....!"

اس کی دونوں جیبیں پھولی نظر آ رہی تھیں.... عمران نے طویل سانس لی۔! ہیلی کوپٹر اب پھر مستقر کی طرف مڑ رہا تھا۔

"کیا معلوم کیا دوستو....!" عمران نے اُن دونوں سے پوچھا۔

"یقیناً درخت پر کوئی تھا۔ لیکن اب یہاں اُس کی تلاش بیکار ہے۔ ہم ابھی واپس آ کر دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔!"

مستقر پر پہنچ کر وہ پھر اسی عمارت میں واپس لائے گئے اور غیر ملکی انہیں ایک کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جاتے جاتے کہہ گئے تھے کہ وہ اطمینان سے بیٹھیں۔ سازشیوں کا پتہ لگا کر انہیں ان کے انجام کو ضرور پہنچایا جائے گا۔

جیسے ہی وہ باہر نکلے عمران نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی اور اپنا جیبی ٹرانس میٹر نکال کر اس کا سوئچ آن کر دیا۔

دفعتاً اس میں سے آواز آنے لگی "ہیلو....اے ون.... ہیلو....اے ون....اے ون....!"

"پھر دوسری آواز آئی۔ "اے ون....ہوز دیٹ....!"

"بی ٹو....سر....!" پہلی آواز آئی۔ "ہم نے دونوں حاصل کر لئے ہیں۔ ایک درخت پر رکھے ہوئے تھے۔!"

پھر تجربہ گاہ کی تباہی کی داستان شروع ہو گئی۔! بات صفدر سے عمران تک پہنچی ہی تھی کہ دوسری آواز آئی۔

"انہیں کسی نہ کسی طرح رات تک روکے رکھو....رات کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا دو اور لوسیل دے سونڈے کے سپرد کر آؤ....اُوور اینڈ آل....!"

پھر کوئی آواز نہ آئی۔ عمران نے جلدی سے سوئچ آف کر کے ٹرانس میٹر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ کر دروازے کی چٹخنی بھی گرا دی۔

صفدر اسے بغور دیکھے جا رہا تھا.... دفعتاً دونوں کی نظریں ملیں اور عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔

"کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔!"

صفدر کے اندازے کے مطابق یہ اسی نامعقول لڑکی رینا کی آواز تھی۔

"ضرور آؤ....!" صفدر نے غصیلی آواز بنائی۔

وہ ہنستی ہوئی اندر آئی اور عمران کو دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر بولی۔

"واقعی میرے بھائی نے سچ کہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ گوریلے ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔!"

"بجا ارشاد فرمایا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا نام ہے تمہارا....!"

"ڈیئر گوریلا....!"

"مجھے تو ریچھ اور گوریلے کا امتزاج معلوم ہوتا ہے۔!"

"سیٹیاں بھی بجا سکتا ہوں اور شہد کے چھتے کے استعمال سے بھی بخوبی واقف ہوں۔!"

"یہ تم سے کہیں زیادہ خوش مزاج معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر!" اُس نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ڈاکٹر فرشتہ ہے....!" عمران بولا۔

"چوہے تل لاؤں....!"

"بڑی خوشی ہوئی یہ معلوم کر کے کہ اب بلیاں چوہوں کو تل کر کھانے لگی ہیں۔!"

"تم دونوں سخت نالائق معلوم ہوتے ہو! عورتوں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں ڈاکٹر نے مجھے بندریا کہا تھا اور تم بلی کہہ رہے ہو۔!"

"ڈاکٹر نے غلط کہا تھا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ بہر حال بلیاں مجھے پسند ہیں۔ اب کچھ کھلادو.... ورنہ کفن دفن کا خرچ تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔!"

"ٹھہرو.... میں ابھی آئی....!"

اُس کے چلے جانے کے بعد عمران اس طرح اونگھنے لگا جیسے بہت عرصہ سے کوئی اُس کی تنہائی میں مخل نہ ہوا ہو.... صفدر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد رینا واپس آئی۔ وہ ایک پلیٹ میں کھانے کی کچھ چیزیں لائی تھی۔

صفدر نے عمران کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑا اور وہ بوکھلا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

رینا نے پلیٹ اُسے تھماتے ہوئے کہا۔ "فوری طور پر اس سے زیادہ کا انتظام نہیں ہو سکتا۔!"

"کافی ہے.... شکریہ....!" عمران نے اُس سے پلیٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اب کھانے کیلئے تمہیں مونچھیں ہٹانی پڑیں گی... ٹھہرو میں مونچھیں ہٹاتی ہوں اور تم کھاؤ۔!"

وہ سچ مچ ایسے ہی انداز میں آگے بڑھی تھی جیسے اس کی مونچھیں اوپر اٹھانے کی کوشش کرے گی۔

عمران کی پوزیشن میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی وہ مسلسل اُس کی آنکھوں میں دیکھے جارہا تھا۔ دفعتاً وہ کھسیانی ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور عمران پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کیپٹن فیاض اور اُس کے ماتحتوں نے جیل کی آبادی میں خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے جتنے بھی افراد ان کے علم میں تھے اس بار ان کی گرفت سے نہیں بچ سکے تھے۔

لیکن ڈی سوزا کے مکان سے برآمد ہونے والی لاشوں کا معمہ حل نہ ہو سکا۔ ویسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق مردوں کی موت زہر خورانی کی بناء پر ہوئی تھی اور لڑکی کا گلا گھونٹا گیا تھا۔

پولیس کو اس قسم کے نشانات نہیں مل سکے تھے جو مجرم کی طرف اشارہ کر سکتے۔

گرفتار کئے جانے والوں سے پوچھ گچھ جاری تھی۔ لیکن ان میں ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا تھا جس سے ڈی سوزا کا تعلق ظاہر ہو سکتا۔

وہ دو آدمی بھی جو کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کے تہہ خانے میں ہاتھ لگے تھے کسی ایسے فرد کی

نشان دہی نہ کر سکے جس سے اُن تینوں لاشوں کے متعلق پوچھ گچھ کی جاسکتی۔

ڈی سوزا بظاہر نیک نام آدمی ثابت ہوا تھا۔ اُس کے فرم کے مالکان نے اس کی موت پر سخت افسوس ظاہر کیا تھا اور حکومت سے اپیل کی تھی کہ اس کے قاتل کا جلد از جلد پتہ لگایا جائے۔

دوسرے مرد کی لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔

لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ دردسر عمران کا مسئلہ تھا۔ اس نے اس طرح اس معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی؟ فیاض زیادہ تر اسی ادھیڑ بن میں رہا تھا۔

اُس کی دانست میں اس کیس کو دوبارہ اکھاڑنے میں عمران ہی کا ہاتھ تھا۔ اُسی نے محکمہ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان کو اس پر آمادہ کیا ہوگا۔

لیکن کیوں؟ محکمۂ خارجہ کو منشیات کی غیر قانونی تجارت سے کیا سروکار؟ اس کا سدباب تو خود اُس کے یا آبکاری کے محکمے کا کام تھا۔

فیاض سوچتا رہا اور عمران پر تاؤ کھاتا رہا۔

رات کا کھانا اسی کمرے کی ایک میز پر لگایا گیا جس میں صفدر اور عمران مقیم تھے۔

رینا اس وقت نہیں آئی تھی۔ ایک دیسی ملازم نے دو پلیٹیں میز پر رکھ دی تھیں اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ عمران نے اپنی اور صفدر کی پلیٹ سے تھوڑی تھوڑی چیزیں لیں اور انہیں صوفے کے نیچے ٹھونس دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں آنکھیں بند کر کے اپنی اپنی کرسیوں پر پڑ رہے۔ اُن کی گردنیں پشت گاہوں پر ڈھلکی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد دونوں غیر ملکی دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئے اور اُن کے قریب آکر انہیں ہلایا جلایا۔

"میں گاڑی لینے جارہا ہوں۔!" ایک نے دوسرے سے کہا۔ "تم برآمدے میں ٹھہرو.... برآمدے کی روشنی گل کر کے آنے جانے والوں پر نظر رکھنا۔!"

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سنی اور دم سادھے پڑا رہا۔ اُن دونوں کی دانست میں یہ لوگ گہری بے ہوشی کی حالت میں تھے۔

شائد دو منٹ بعد صفدر نے عمران کی سرگوشی سنی۔ "سچ مچ بے ہوش ہو گئے کیا... اٹھو۔!"

صفدر آنکھیں کھول کر سیدھا ہو بیٹھا.... عمران اُس کے قریب کھڑا تھا۔

"وہ بر آمدے میں بے ہوش پڑا ہے۔!" عمران نے اس سے کہا۔ "اور اب اُس کی فکر کرنی ہے جو گاڑی لینے گیا ہے۔ یقینی طور پر وہ گاڑی بر آمدے تک لائے گا۔!"

"وہ بے ہوش کیسے ہو گیا....؟"

"شائد اس دوران تم سچ مچ بے ہوش رہے ہو....!"

"آخر بات کیا ہے....؟"

"کیا تمہیں علم نہیں کہ میں اٹھ کر باہر گیا تھا۔!"

"نہیں....!"

"یار کہیں تم میری بھی گردن نہ کٹوا دینا...." عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ وہ کمرے سے نکل کر بیرونی بر آمدے میں آئے.... یہاں تاریکی تھی۔

"وہ دیوار کے قریب پڑا ہوا ہے۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔ لیکن آنکھیں پھاڑے رہنے کے باوجود بھی صفدر کو اندھیرے میں کچھ نہ دکھائی دیا۔

"بہر حال اب اُسے سنبھالنا ہے۔!" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتا ہوا بولا۔ "تم یہاں دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ....!"

صفدر نے خاموشی سے تعمیل کی۔ اب عمران بھی اُسے نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد دور سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور صفدر کسی قسم کے بھی حالات سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔

گاڑی جس کے ہیڈ لیمپ بجھے ہوئے تھے بر آمدے کے قریب آ رکی۔

تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں صفدر نے کسی کو اُس پر سے اُترتے دیکھا۔

پھر جیسے ہی بر آمدے میں داخل ہونے لگا۔ ستون کی اوٹ سے دو ہاتھ نکل کر اُس کی جانب بڑھے اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر آ رہا۔ اُس کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔

اُس کے بعد اُس نے عمران کی سرگوشی سنی! وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہارے قریب ہی جو پڑا ہوا ہے اُسے اٹھاؤ....!"

صفدر ٹٹولتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ بالآخر اُسے دوسرا بے ہوش آدمی مل ہی گیا.... وہ اُسے پیٹھ پر

لاد کر بر آمدے سے نیچے اترنے لگا۔

یہ ایک بڑی سی وین تھی۔ عمران پچھلا دروازہ کھول کر کھڑا تھا۔

صفدر نے بے ہوش آدمی کو اندر ڈال دیا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور بڑے اطمینان سے اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا.... صفدر نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور عمران کے برابر بیٹھ گیا۔

گاڑی تیزی سے آگے بڑھی تھی۔ پھاٹک سے گذر کر وہ سڑک پر آ نکلے۔

یہاں سے شہر تقریباً بائیس میل کے فاصلے پر تھا۔ صفدر خاموش رہا۔ دراصل بھوک کی شدت اُس کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

عمران بھی شائد گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ شہر پہنچ کر اس نے گاڑی کا رخ ادارہ تحقیق کی عمارت کی طرف موڑ دیا۔

عمارت کے عقبی حصے میں ایک بڑا گیراج تھا۔ جس کی کنجی ہر ممبر کے پاس رہتی تھی۔

"دروزاہ کھولو....!" عمران نے گاڑی روک کر صفدر کو ٹہوکا دیا۔ صفدر اونگھ رہا تھا۔ چونک کر بڑبڑایا۔ "اس وقت شائد میں پتھر بھی ہضم کر جاؤں....!"

"ہاں....ہاں.... چلو معلوم ہے بھوکے ہو.... جلدی کرو۔!"

اس کے بعد وہ پھاٹک بند کر دیا گیا تھا۔

⟡

تھوڑی دیر بعد دونوں قیدی کرسیوں پر بندھے ہوئے نظر آئے! وہ ہوش میں تھے۔

کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"آخر یہ کیونکر ہوا....!" ایک نے دوسرے سے پوچھا۔

"میں بر آمدے کی روشنی گل کر کے وہیں ٹھہرا تھا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے حملہ کر کے میرا منہ دبا لیا تھا۔ آواز تک نہ نکال سکا۔ پھر بے ہوشی طویل ہو گئی تھی۔!"

"میں گاڑی لایا تھا اتر کر بر آمدے میں جا رہا تھا کہ مجھ پر حملہ کیا گیا۔"

"کیا وہ دونوں بیہوش نہیں ہوئے تھے۔!"

"میرا خیال ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہماری اسکیم سے واقف ہو گئے تھے۔"

"ٹھہرو....! مجھے یاد آیا.... درخت سے اتارے جانے والے ٹرانس میٹروں میں سے ایک!

میں مجھے کوئی تبدیلی محسوس ہوئی تھی۔!"

"تبدیلی....!"

"ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ لوگ بہت زیادہ چالاک ہیں۔ اس سے کوئی دوسرا آپریٹس اٹیچ کر کے اپنے ٹرانس میٹر پر ہماری گفتگو سنتے رہے تھے۔!"

"تمہارا خیال درست ہے۔!" پشت سے آواز آئی۔ لیکن وہ اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ سر گھما کر بولنے والے کی طرف نہ دیکھ سکے۔

وہ خود ہی آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے سامنے آگیا۔

عمران اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔ اس نے بڑے سلیقے سے بہترین پریس کیا ہوا سوٹ پہنا ہوا تھا لیکن چہرے پر حماقت کی بجائے درشتی کے آثار تھے۔

"تم کون ہو....؟" دونوں نے بیک وقت سوال کیا۔

"سوالات کے جواب تمہیں دینے ہیں۔!" عمران انہیں گھورتا ہوا بولا۔ "اے ون کون ہیں۔!"

"ہم نہیں جانتے.... تمہیں اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ہم یہاں کے باشندے نہیں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر یہاں آئے ہیں۔!"

"مجھے علم ہے....!" عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "یہاں اس وقت مجھ سے جواب طلب کرنے کے لئے کوئی موجود نہیں ہے۔ نہ یہاں آکر کوئی تمہاری قبریں تلاش کرے گا۔!"

"تم کیا چاہتے ہو....!"

"اے ون.... کا پتہ.... اور تم دونوں کی مصروفیات کی تفصیل....!"

"بکواس بند کرو.... ہم کچھ نہیں جانتے۔!"

"اور لوسیل دے سوندے کا پتہ....!" عمران نے ایسے انداز میں کہا جیسے ان کی آوازیں اس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہو۔!

وہ دونوں غصے سے سرخ ہو رہے تھے۔

"یہ کرسیاں تمہارے لئے جہنم بھی بن سکتی ہیں۔!" عمران کچھ دیر بعد بولا۔

"یقین کرو کہ تم دونوں ہمیشہ کے لئے پاگل بھی ہو سکتے ہو.... اور اسے بھی ذہن نشین کر لو کہ تمہاری مدد کے لئے یہاں تک کوئی بھی نہ پہنچ سکے گا۔!"

وہ دونوں پھر کچھ نہ بولے۔

دفعتاً عمران دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔

وہ دونوں جانوروں کے سے انداز میں چیخے اور عمران نے انگلی پش سوئچ پر سے ہٹالی۔

"ایسے ہی تین چار الیکٹرک شاکس کے بعد تمہاری روحیں جسموں پر سے پرواز کر جائیں گی۔!"

ان دونوں کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔ چہروں سے ایسا لگتا تھا جیسے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی رخصت ہو گئی ہو۔!

پھر عمران انہیں اسی حال میں چھوڑ کر کمرے سے چلا گیا۔

ہوٹل سے واپسی پر ظفرالملک نے گاڑی پھاٹک کے اندر لے جانیکی بجائے باہر ہی روک دی۔

"کیوں؟ اندر ہی لے چلئے نا....!" لوسیل بولی۔

"ٹھہرو....!" ظفر نے کہا اور گاڑی سے اُتر گیا۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اپنے نام کی تختی اتاری اور اُسے لئے ہوئے گاڑی میں واپس آگیا۔

"یہ لو....!" اُس نے تختی اُس کے زانو پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے مستقل طور پر اسی میک اپ میں رہنا ہے۔ اس لئے میرے اصل نام کا یہاں موجود ہونا ضروری نہیں۔!"

"ہاں.... یہ بات مناسب ہے....!" لوسیل بولی۔

پھر وہ اندر آئے.... جیمسن ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھوں میں ایک کرم خوردہ سی کتاب تھی اور وہ آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔

ان کی آہٹ پر مڑا.... اور.... ظفرالملک کو دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ پھر دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہو جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ظفر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس مکان پر دو ڈاڑھی والے نہیں رہ سکتے۔!"

"تو پھر آپ اپنا کہیں اور انتظام کر لیجئے۔! یہاں تو کلاسیک ہی کلاسیک بھرا پڑا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان فرانسیسی خاتون کو اردو کلاسیک سے کیا دلچسپی۔!"

لوسیل دے سوندے ہنس پڑی اور ظفر چونک کر اُسے گھورنے لگا کیونکہ جیمسن نے یہ بات اردو میں کہی تھی۔

دفعتاً لوسیل رک رک کر اردو ہی میں بولی۔ "میں آپ.... حضرات کی حیرت رفع کردوں دراصل میں یہاں فورٹ ولیم کالج کے دور سے پہلے کی اردو نثر پر ریسرچ کرنے آئی ہوں۔ اتفاقاً ایک ایسے آدمی سے ملاقات ہوگئی جو مجرموں کی نفسیات پر تحقیق کر رہا ہے۔ اُس نے مجھے جز وقتی ملازمت کی پیش کش کی تھی میں نے اس کی پیشکش منظور کرلی۔ اُس کے آدمی ہر وقت مفرور مجرموں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ دونوں حضرات بھی اسی نکتہ نظر سے یہاں لائے گئے ہیں کہ آپ پر بعض تجربات کئے جائیں۔!"

"تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی تھی۔" ظفر نے بہت زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جب تک مجھے اُس شخص سے ہدایت نہ ملتی جس کی میں ملازم ہوں آپ کو کیسے بتاتی۔!"

"کب ملی ہدایت....؟"

"کیا آپ نے نہیں دیکھا تھا کہ رخصت ہوتے وقت موسیو کرسٹوپاؤلس نے مجھے الگ لے جاکر گفتگو کی تھی ان کا خیال ہے کہ اگر موجودہ حالات کے معاملے میں کسی الجھن کا شکار ہوئے تو اُن کے تجربات کامیاب نہ ہوسکیں گے۔!"

"تو یہ موسیو کرسٹوپاؤلس....!"

"جی ہاں یہی میرے باس ہیں۔!"

"لیکن یہ مصوری وغیرہ کا چکر کیا ہے۔!"

"تجربہ....! لیکن میں اس تجربے کی نوعیت سے واقف نہیں ہوں۔ کل سے آپ کوا سارا وقت پینٹنگ کر کے گذارنا ہوگا۔!"

"جہنم میں جائے۔!" ظفر الملک نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "ہمیں تو روزگار ا رہنے کے لئے مکان چاہئے۔ لیکن یہ قطعی غلط ہے کہ ہم کسی قسم کے مجرم ہیں۔ صرف ملزم کہو۔!"

"لیکن آپ بہر حال مفرور ہیں۔ پولیس اب بھی آپ دونوں کی تلاش میں ہے.... مو کرسٹوپاؤلس بہت باخبر آدمی ہیں۔! اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔!"

"لیکن میں بہت بڑے خسارے میں رہوں گا۔!" ظفر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔!"

"یہاں اس مردود کے سامنے نہیں بتا سکتا۔!" ظفر نے جیمسن کی طرف اشارہ کیا۔!

"آیئے.... تو دوسرے کمرے میں چلیں۔!"

جیمسن کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔! جیسے بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھا رہا۔ وہ دونوں وہاں سے دوسرے کمرے میں آئے۔

یہاں ایک الماری میں قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ ظفر نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا اور مڑ کر خالص رومانی لہجے میں بولا۔ "آدمی کی زندگی میں غم روزگار کے علاوہ ایک اور غم بھی شامل ہے۔!"

"تنہائی کا غم.... تم رات کو یہاں نہیں رہتیں۔!"

"میں مجبور ہوں.... ایسا کوئی حکم مجھے نہیں ملا۔!"

"پہلے تو رہتی تھیں شائد....!"

"یقیناً رہتی تھی! لیکن اب حکم ملا ہے کہ راتیں دوسری جگہ گذاروں۔!"

"کرسٹوپاؤلس مجھ سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔!"

"موسیو ظفر.... اس قسم کا تذکرہ نہ چھیڑیئے.... مجھے افسوس ہے۔!"

"فرانسیسی لڑکیاں اتنی مردہ دل تو نہیں ہوتیں۔!"

"میں ایک لکھنے والی لڑکی ہوں.... اور زندگی کا ایک مقصد رکھتی ہوں۔!"

"بہتر ہے.... جاؤ.... بامقصد زندگی بسر کرنیوالے مجھے جانور لگتے ہیں۔ بالکل جانوروں ہی کی طرح بندھے ٹکے انداز میں زندگی بسر کرتے ہیں۔! آدمی اور جانور میں کچھ فرق تو ہونا ہی چاہئے۔"

"اچھا موسیو....! شب بخیر۔!" وہ تیزی سے مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔!

ظفر ٹھنڈی سانس لے کر پھر آئینے کی طرف مڑ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آئینے ہی میں جیمسن کی شکل دکھائی دی۔! وہ دروازے کے قریب کھڑا کہہ رہا تھا۔ "کیا اس آئینے میں میری ڈاڑھی کے لئے بھی جگہ نکل سکے گی۔ یور ہائی نس....!"

ظفر نے نقلی ڈاڑھی چہرے سے الگ کردی اور مڑ کر اُسے گھورنے لگا۔

"بہت اچھا ہوا....!" جیمسن بولا۔

"کیا اچھا ہوا....؟" ظفر کا لہجہ غصیلا تھا۔

"آپ پھر لگالیں گے.... میری گئی تو گئی ہمیشہ کے لئے۔!"

"بکومت.... جاؤ آرام کرو.... میں تنہائی چاہتا ہوں۔!"

"شکریہ یور ہائی نس....!"

"ظفر اپنی خواب گاہ میں آیا.... بڑے غیر متوقع حالات سے دوچار ہو رہا تھا۔ شب خوابی کا لباس پہنتے وقت اس نے سوچا کہ وہ اس لڑکی کی سرمہری کی بناء پر کتنا اداس ہو گیا ہے۔ لیکن وہ تو بپھی ہے۔ اُسے اداسیوں سے کیا سروکار....؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر تک آیا اور دو تین منٹ کے اندر ہی اندر خراٹے بھی لینے لگا۔

اُسے جلد نیند آتی تھی اور نیند کا کچا بھی تھا۔ آس پاس کی ہلکی سی آہٹ بھی اُسے جگا دیتی۔

وہ اکثر جیمسن سے کہا کرتا کہ فٹ پاتھ اُسکو محض اسلئے ناپسند ہیں کہ وہ اُن پر سو نہیں سکتا۔!

اس وقت بھی وہ زیادہ دیر نہیں سویا ہو گا کہ اچانک اسکی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔

اچانک اُسے یاد آیا کہ سونے سے قبل اس نے کمرے کی لائٹ آف نہیں کی تھی اور بے وجہ نیند کا سلسلہ ٹوٹ جانا بھی ممکن نہیں تھا۔

پھر....؟ کیا وہ خطرے میں ہے....؟

اس نے بڑی آہستگی سے بستر چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے اپنے تحفظ کے لئے استعمال کر سکتا۔ آہستہ آہستہ سرکتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتا رہا۔

اندازے سے قریب پہنچ کر ہاتھ بڑھایا.... یہ سوئچ بورڈ ہی تھا۔ اس نے سوئچ آن کر دیا۔

پھر آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ عمران اس کے بستر کے قریب کھڑا نظر آیا۔

اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ظفر الملک جہاں تھا وہیں رک گیا۔ عمران نے اپنی جیبی ڈائری نکالی اور ظفر کے قریب پہنچ کر ایک صفحے پر پنسل سے لکھنے لگا۔

"مجھے لوسیل دی سوندے نامی ایک عورت کی تلاش ہے اگر تم اس سے واقف ہو تو لکھ کر جواب دو....!"

ظفر نے اُسے پڑھ کر متحیرانہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے پنسل اُس کی طرف بڑھا دی۔

"وہ رات یہاں نہیں بسر کرتی۔!" ظفر نے لکھا۔ "میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں جاتی ہے۔!"

"تم یہاں کیونکر پہنچے؟" عمران نے ڈائری اس سے لے کر لکھا۔

ظفر نے بُرا سا منہ بنایا اور ڈائری لے کر لکھنے لگا۔ "لمبی داستان ہے اتنا زیادہ لکھنا میرے بس سے باہر ہے۔!"

پھر عمران نے اُسے اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ مختصراً اپنی کہانی تحریر کرنے کی کوشش کرے۔ اشارۃً یہ بات بھی اس پر واضح کر دی کہ آس پاس کسی ڈکٹافون کی موجودگی کا امکان ہے اس لئے وہ گفتگو نہیں کر سکتا۔!

ظفر تیزی سے لکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی حد تک مطمئن ہو جانے کے بعد اُس نے ڈائری عمران کی طرف بڑھا دی۔

عمران اُسے پڑھتا رہا.... پھر پنسل سنبھالی اور لکھنے لگا۔ "کرسٹو پاؤلس کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرو.... لیکن ان لوگوں کو تم پر شبہ نہ ہونے پائے۔ بہت احتیاط سے ہر قدم اٹھانا.... میں حسب ضرورت تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔!"

ظفر نے پڑھ کر ڈائری عمران کو واپس کر دی.... عمران نے دروازے سے نکلتے وقت اسے اشارہ کیا کہ وہ کمرے سے باہر نکلنے کی زحمت نہ کرے۔

ظفر نے طویل سانس لی اور بستر پر بیٹھ گیا۔

صفدر گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا عمران کا منتظر تھا اور پوری طرح تیار کہ جیسے ہی وہ واپس آئے فوری طور پر گاڑی کو حرکت میں لایا جا سکے۔

عمارت میں داخل ہونے کا راستہ دونوں نے مل کر تلاش کیا تھا اور پھر عمران تو پائپ کے سہارے روشندان تک پہنچنے کی کوشش میں لگ گیا تھا اور صفدر واپس گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد عمران واپس آیا.... صفدر نے ریڈیم والی گھڑی پر نظر ڈالی ساڑھے تین بجے تھے۔! اس نے طویل سانس لے کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی۔

"بعض اوقات ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ مجھ جیسے احمق کی بھی عقل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ ہاں بھئی.... جانتے ہو.... اندر کس سے ملاقات ہوئی۔!"

"لوسیل دے سوندے کی والدہ....!"

"ظفرالملک اور جیمسن! دونوں بے خبر سو رہے تھے۔!"

"نہیں....!" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اُس نے پوچھا "اور لوسیل....؟"

"وہ بھی یہیں رہتی ہے لیکن رات کو کہیں چلی جاتی ہے۔ صبح ہوتے ہی اُس کی نگرانی شروع ہو جانی چاہئے۔!"

"تو ظفران کے ہاتھ کیونکر لگا.... کیا آپ یہی چاہتے تھے۔!"

"ظفر کو میں نے محض اس لئے کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ میں بھیجا تھا کہ کیپٹن فیاض بہت زیادہ چاق وچوبند ہو جائے۔ اُسے علم ہے کہ ظفر آج کل میری سرپرستی میں ہے۔!"

"آپ نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ منشیات کی تجارت کرنے والوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔!"

"محض اس لئے کہ یہ لوگ دو طرح کی تجارت کر رہے ہیں۔!"

"دو طرح کی تجارت سے کیا مراد ہے....!"

"ایک طرح کی تجارت ایسی ہے جسے وہ دکھا دکھا کر چھپا رہے ہیں اس کا ایک آدمی پکڑا گیا تو دوسرے نے اُس کی جگہ لے لی اور دوسری قسم کی تجارت اُن مناروں والیاں جیسے شخصیتوں سے متعلق ہے جن پر ہر کس وناکس ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔!"

"بات میرے پلے نہیں پڑی۔!"

"مثال کے طور پر وہ دو عورتیں جو اُس رات کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کے قریب ہاتھ آئی تھیں بہت زیادہ اونچی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے والی تھیں۔ اپنے انہیں مناروں سمیت جن میں ٹرانس میٹر پوشیدہ ہوتے تھے۔ بہت بڑے بڑے سرکاری آفیسروں سے ملتی تھیں۔ ان دونوں پر عرصے سے میری نظر تھی شبہ تھا کہ ان مناروں میں ٹرانس میٹر ہو سکتے ہیں۔!"

"آخر شبہ کس بناء پر تھا....!"

"آج کل جدید ترین آپریٹس ہاتھ آگئے ہیں جن کے ذریعہ آس پاس ٹرانس میٹروں کی موجودگی معلوم کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اُس وقت بروئے کار ہوں.... جوڑوں کے اندر چھپائے جانے والے ٹرانس میٹروں کو ہمہ وقت بروئے کار رہنا ہی انہیں کارآمد بنا سکتا ہے کیونکہ

بار بار انہیں چھیڑا نہیں جا سکتا۔!"

"آخر آپ نے فیاض کو چھیڑنے کی ضرورت کیوں محسوس کی! ٹام براؤن کیس کو دوبارہ کیوں اکھڑوایا.... اس کا فائل تو لال فیتے کی نظر ہو چکا تھا۔!"

"بہت دنوں کی بات ہے کہ یہی دونوں عورتیں ان اہم شخصیتوں کے ساتھ نظر آنے لگیں جو بڑی ذمہ داریوں کے حامل ہیں۔ اسی چیز نے مجھے دوبارہ ٹام براؤن کیس کی طرف متوجہ کیا۔ میں نے اپنے طور پر چھان بین شروع کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ پولیس کے قبضے میں ہونے کے باوجود بھی ٹام براؤن کے ساتھیوں کا اڈہ بنی ہوئی ہے۔!" لیکن خود میں نے ذاتی طور پر مداخلت مناسب نہ سمجھی اور فیاض کے محکمے کو کھڑکھڑا دیا۔ پھر تم نے نتیجہ دیکھا ہی ہے! تین لاشیں ڈی سوزا کے مکان سے برآمد ہوئیں اور اب یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔

صفدر نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اُسے سڑک کے کنارے روک دیا۔

"کیوں کیا بات ہے....؟"

"میرا خیال ہے کہ تعاقب کیا جا رہا ہے۔!"

"تو گاڑی روک دی تم نے....؟"

"ذرا سگریٹ بھی سلگانا چاہتا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے.... میں تو چلا....!" عمران نے کہا اور بائیں جانب والا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ صفدر نے اُسے باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گم ہوتے دیکھا جس گاڑی کی وجہ سے تعاقب کا شبہ ہوتا رہا تھا وہ ابھی دور تھی۔

حقیقتاً نیند کی جھونک میں اس سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ ورنہ ایسے کسی موقع پر چلتے ہی رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔

اُسے اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا جب اس نے عمران کو گاڑی سے کودتے دیکھا۔

پھر جتنی دیر میں وہ سنبھلتا پچھلی گاڑی نے اسے آلیا۔ آگے بڑھ کر راہ میں حائل ہونے کے لئے ترچھی ہوئی اور اس کے بریک زور سے چرچرائے۔

صفدر عمران کی تقلید بھی نہ کر سکا۔ کیونکہ کوئی چیز اندھیرے میں اس وقت اس کی طرف

لپکی تھی جب وہ گاڑی سے چھلانگ لگا رہا تھا۔

اور پھر وہ چیز اس کے جسم سے لپٹ گئی۔ جھٹکا لگا.... وہ گرا.... لیکن دوبارہ اٹھ کر بھاگ نہ سکا کیونکہ اُس کے بازوؤں کے گرد اس چیز کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

وہ رسی کا پھندا تھا جس کا دوسرا سرا تیزی سے کھینچا جا رہا تھا۔

پھر کئی آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور وہ خاموشی سے بے ہوش ہوتا چلا گیا تھا۔

لیکن اس بے بسی کے عالم میں بھی اُسے اپنی حماقت یاد آتی رہی تھی۔

دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو بعینہ ویسی ہی حالت میں پایا جس میں کچھ دیر پہلے وہ دونوں غیر ملکی ماہرین زراعت عمران کے ہاتھوں نظر آئے تھے۔

جسم کرسی سے جکڑا ہوا تھا اور کرسی بھی نوعیت کے اعتبار سے ویسی ہی لگ رہی تھی جیسی ایکس ٹو نے اپنے ادارے کے لئے فراہم کی تھی۔

اُس کے سارے جسم میں ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ کرسیاں خطرناک تھیں۔ قتل کر دیا جانا پسند کر لیتا لیکن موت کے بدلے ان کرسیوں کو قبول نہ کرتا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس پر بیٹھنے والا چیخ چیخ کر غیر ارادی طور پر وہ سب کچھ اگل دیتا ہے جسے ہر حال میں چھپاتا چلا آیا ہو۔

اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ رہا۔

کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔! اچانک کمرے میں اندھیرا چھا گیا.... چاروں بلب بجھ گئے تھے۔

پوری عمارت تاریک ہو گئی تھی۔ دفعتاً کسی نے بے حد غصیلی آواز میں کہا۔ "اوہ.... یہاں کا ناقص برقی انتظام.... جب دیکھو تب روشنی غائب....!"

"لیکن جناب عالی....!" دوسری آواز آئی۔ "سامنے والی عمارتوں کے روشن دانوں میں روشنی نظر آ رہی ہے۔!"

"تو پھر کیا ہوا....؟ سارے سرکٹوں کے فیوز بیک وقت نہیں اڑ سکتے۔!"

"میں چیک کئے لیتا ہوں جناب عالی۔!" دوسری آواز دبی دبی سی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بولنے والا بہت زیادہ خائف ہو۔!

"تم دیکھتے رہو.... میں جا رہا ہوں۔!" غصیلی آواز اندھیرے میں گونجی۔ "اُس سے سب کچھ معلوم کر کے مجھے مطلع کر دینا۔!"

"ب.... بہت بہتر جناب....!"

پھر اندھیرا خاموشی سے ہم آغوش ہو گیا تھا۔!

تھوڑی دیر بعد مین سوئچ بورڈ پر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ دکھائی دیا۔

ایک آدمی فیوز پلکس کا جائزہ لیتا رہا پھر سر سہلاتا ہوا بڑبڑایا۔ "سارے فیوز ٹھیک ہیں.... اوہ کہیں پول پر سے نہ گئی ہو۔!"

وہ سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ آیا.... اور ٹارچ کی روشنی میں متعدد کمروں سے گذرتا ہوا اُس کمرے میں آیا جہاں فون تھا۔ فون پر پاور ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے اور انہیں پول پر سے کرنٹ ڈس کنکٹ ہو جانے کی اطلاع دی۔ پھر بڑبڑایا۔ "شائد اب وہ ہوش میں آ گیا ہو۔!"

اب وہ وہاں سے نکل کر ایک دوسرے کمرے کے سامنے رکا....!

دروازے کا ہینڈل گھما کر دھکا دیتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ بائیں ہاتھ میں ٹارچ روشن تھی۔

روشنی کا دائرہ سامنے والی کرسی پر پڑا جو خالی تھی۔ اسکے ہتھوں سے چمڑے کے تسمے جھول رہے تھے۔

"خدایا....!" گھٹی گھٹی سی آواز اس کے حلق سے نکلی۔ سر چکرایا اور وہ دیوار سے جا ٹکا۔

ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ اس کے سارے جسم سے چھوٹ رہا تھا۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔

ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ وہ "موت.... موت.... موت....!" کی تکرار کئے جا رہا تھا۔

دفعتاً کسی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ لیکن ہاتھ پیر پہلے ہی بے جان ہو رہے تھے۔ گردن چھڑا لینے کے لئے جدوجہد کس طرح کرتا.... اس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی تھی۔

صبح ہونے والی تھی لیکن صفدر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سو جانے کی خواہش عرصہ سے نہ ہوئی ہو یا تو نیند کے دباؤ نے اس مصیبت میں پھنسایا تھا یا اب ذہنی تازگی کا یہ عالم تھا جیسے جنم جنم کی نیند پوری کر کے ابھی ابھی جاگا ہو۔

وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا اور عمران اسی کرسی کے ہتھے پر بیٹھا اس کا شانہ سہلا رہا تھا۔

"عشق حقیقی کی تین منزلیں ہیں۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "پہلی منزل

معمولی جان پہچان.... دوسری منزل زیادہ جان پہچان.... تیسری منزل.... یا یہ سوچنے لگنا کہ کاش ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہ ہوتے.... بہر حال "بوریت" بنیادی حقیقت ہے۔ اس لئے انکار کرنے والا جہنم کا کندہ بنے گا۔!"

"بہتر ہے کہ آپ مجھے کھلے الفاظ میں شرمندہ کرنا شروع کردیں۔!" صفدر نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اُسے بھول جاؤ....! کسی حماقت پر پچھتانا اس سے بھی بڑی حماقت ہے۔!"

"لیکن آپ مجھ تک کیسے پہنچے۔!"

"اسی گاڑی کی چھت پر تھا.... اور تمہیں یہ سن کر بے حد خوشی ہوگی کہ بڑی خوش گوار نیند آئی تھی مجھے۔!"

"گاڑی کی چھت پر.... آپ سو گئے تھے؟" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"لیکن منزل مقصود پر پہنچ کر سویا تھا۔ بس آنکھ لگ ہی گئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ راستے بھر اونگھتا رہا تھا۔ جیسے ہی گاڑی رکی سو گیا۔ کسی بہت بڑی گاڑی کے انجن کے شور کی بناء پر جاگا تھا اور بوکھلا کر گاڑی کے قریب والے الیکٹرک پول پر چڑھتا چلا گیا تھا۔"

"فوری طور پر اس عمارت میں داخل ہو جانے کا اس سے بہتر طریقہ کھڑے کھاٹ نہیں سوچ سکا تھا کہ پول پر سے اس عمارت کی لائن ڈسکنکٹ کردیتا۔"

"اور اسی چیز سے آپ کی جیت بھی ہوئی۔ ورنہ میں ہوتا اور کنفیشن چیئر.... وہ مجھ سے سب کچھ اگلوا لیتے۔!" صفدر طویل سانس لے کر بولا۔

"میں نے اندھیرے میں وہاں دو آوازیں سنی تھیں۔ لیکن صرف ایک ہی آدمی ہاتھ آیا۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا اُسے ہوش آیا....!"

عمران نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "دو تین منٹ اور لگیں گے انجکشن دے چکا ہوں۔"

عمران کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی نظر آ رہی تھیں۔

صفدر خاموشی سے اُس کے چہرے پر نظر جمائے رہا۔

عمران کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نے لوسیل والی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے پوری طرح

اطمینان کرلیا تھا کہ آس پاس نگرانی کرنیوالے تو موجود نہیں لیکن پھر واپسی پر ہمارا تعاقب کیا گیا۔!"

"عورتوں کے پاس سے برآمد ہونے والے ٹرانس میٹروں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ سراغ رسانی کے جدید ترین آلات سے لیس ہیں۔!" صفدر نے جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس روشن دان میں الیکٹرک بگ موجود تھا جس کے ذریعے میں اندر داخل ہوا تھا.... خیر....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "تم آرام کرو۔!"

یہ لوگ اس وقت سائیکو مینشن/ادارہ تحقیقات کی عمارت کے عقبی حصے کے ایک کمرے میں تھے۔!

عمران نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولنے سے پہلے جیب سے سیاہ کپڑے کا ایک خول نکال کر چہرے پر منڈھ لیا جس میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے اس طرح اس کا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا.... سامنے بستر پر وہی آدمی نیم دراز تھا۔ جسے وہ دونوں اس تاریک عمارت سے پکڑ کر لائے تھے.... اُس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹے رہو....!" عمران غرایا۔

"مم.... میں.... بے قصور ہوں.... میں نہیں جانتا کہ وہ کرسی پر سے کیسے غائب ہوگیا۔!" وہ گڑگڑانے لگا۔ "پوری عمارت تاریک پڑی تھی۔ جناب عالی میں بے قصور ہوں۔!"

عمران خاموش کھڑا رہا۔

وہ آدمی پھر گڑگڑایا۔ "میں ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل میں جان لڑاتا رہا ہوں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس طرح آزاد ہوگیا۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔!"

"کیا تم جانتے ہو کہ کس سے ہم کلام ہو۔!" عمران نے لہجے کی غراہٹ برقرار رکھی۔

"میرے باس کے علاوہ اور کون مجھے اس طرح بے بس کرسکتا ہے جناب عالی۔!"

"تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔! میں اس کا باس ہوں جسے تم نے کنفیشن چیئر پر جکڑ رکھا تھا۔!"

دفعتاً اس آدمی کا انداز بدل گیا۔! چند لمحے پیشتر چہرے پر پائے جانے والے خوفزدگی کے آثار یکسر غائب ہوگئے۔! اور اس نے بڑی پھرتی سے عمران پر چھلانگ لگائی۔

عمران جانتا تھا کہ اس پر اس انکشاف کا کیا ردعمل ہوگا۔ لہٰذا پہلے ہی سے تیار تھا۔ بائیں طرف ہٹ کر جو ٹانگ ماری ہے تو وہ کئی فٹ اوپر اچھل کر دھڑام سے فرش پر گرا۔

پھر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پشت پر ٹھوکر پڑی اور وہ منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔ تیسری ٹھوکر پسلی پر پڑی اور چوتھی پھر پشت پر ذرا ہی سی دیر میں سارے کس بل نکل گئے۔!

اب وہ چت پڑا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"تمہارا باس کون ہے....!" عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"اے ون....!"

"اے ون کون ہے....؟"

"یہ کوئی.... بھی نہیں جانتا....!"

"وہ یہاں کیا کر رہا ہے....؟"

"اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔!"

"عمارت میں تمہارے ساتھ دوسرا آدمی کون تھا۔!"

"اے ون....!"

"اب وہ کہاں مل سکے گا۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اُس کا حلیہ بتاؤ....!"

"کیا میں.... آپ کا حلیہ بتا سکتا ہوں.... جناب عالی....!"

"نقاب میں رہتا ہے۔!"

"جی ہاں.... آج تک کسی نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔!"

"تم ایسے کتنے آدمیوں سے واقف ہو جو اس کے لئے کام کرتے ہیں۔!"

"پانچ آدمیوں سے جناب عالی....!"

"میں اُن کے نام اور پتے چاہتا ہوں۔!" عمران جیب سے ڈائری نکالتا ہوا بولا۔

اُس نے پانچ آدمیوں کے نام اور پتے لکھوائے۔ ان میں دونوں غیر ملکی بھی شامل تھے جن کا تعلق زرعی ترقیات کے مرکز سے تھا۔ اس سے عمران نے اندازہ کر لیا کہ بقیہ تین نام اور پتے بھی غلط نہ ہوں گے۔!

"ڈکسن برادران بھی میری قید میں ہیں۔!" عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم

وہ ایسی عورتوں کو بھی جانتے ہو جو اپنے بالوں میں ٹرانسمیٹر چھپائے پھرتی تھیں۔!"

"نہیں....! میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتا۔!"

"فرانسیسی لڑکی لوسیل سوندے کہاں رہتی ہے۔!"

"یقین کیجئے کہ یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔!"

"لیکن ڈکسن برادران کے لئے تو نیا نہیں۔!"

"ضروری نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک باس کے سارے معاملات سے واقف ہو۔!"

"کسی کرسٹوپاؤلس سے واقف ہو....!"

"نہیں جناب عالی....!"

عمران نے طویل سانس لی اور بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے سارے سوالوں کے جوابات بالکل صحیح دیئے ہیں۔!"

"خدا کی قسم اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں۔!"

"اس لئے تمہیں رہا کیا جاتا ہے.... اٹھو اور اپنا نام بتا کر رخصت ہو جاؤ۔!"

"میرا نام ولبر سیناکس ہے.... جناب عالی.... لیکن میں فی الحال رہائی نہیں چاہتا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آپ مجھے زندہ رہنے دیں گے لیکن اے ون میرے لئے سزائے موت تجویز کریگا۔ آپکا آدمی میری نگرانی میں تھا۔ آپ اُسے نکال لائے۔ ایسی فروگذاشت اُسکے نزدیک ناقابل معافی ہے۔!"

"کیا پہلے بھی کسی کو سزائے موت دے چکا ہے۔!"

"درجنوں کو جناب عالی....!" ولبر کراہ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "تین سال گذرے اُس نے اٹلی میں گیارہ آدمیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا تھا۔!"

"اٹلی میں وہ کیا کر رہا تھا....؟"

"مجھے اس کا علم آج تک نہ ہو سکا۔!"

"یہاں تمہارے ذمے کیا کام ہے۔!"

"تصویروں کے فریم بناتا ہوں....!"

"وضاحت کرو.... میں نہیں سمجھا۔!"

"لکڑی کے کھوکھلے فریموں میں شیشے کی نلکیاں رکھ کر اُن کی جڑائی کرتا ہوں۔!"

"اُن فریموں کا کیا ہوتا ہے۔!"

"مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا جناب....! میں ایک ماہر فن پینٹر ہوں ان فریموں کو اگر آپ دیکھیں تو کہہ نہ سکیں گے کہ یہ اندر سے کھوکھلے بھی ہو سکتے ہیں اور ان میں شیشے کی نلکیاں پوشیدہ ہوں گی۔!"

"تم سے کوئی اور لے جاتا ہوگا۔!"

"جی ہاں.... یہ کام ہارپر کے سپرد ہے۔! جس کا پتہ میں آپ کو لکھوا چکا ہوں۔!"

"کیا تم نے اس سے معلوم کرنے کی کوشش نہ کی ہوگی۔!"

"ہم اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔! ہر شخص اپنی جگہ پر سمجھتا ہے کہ جو بات بھی باس کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اس کا علم کسی نہ کسی طرح اُسے ضرور ہو جاتا ہے۔!"

عمران تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"تو تم یہاں سے نہیں جانا چاہتے۔!"

"نہیں جناب عالی....!"

"اچھی بات ہے! اب تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ لیکن اگر تم نے ہماری لاعلمی میں یہاں سے نکل جانے کی کوشش کی تو تمہیں ہر حال میں مرنا پڑے گا۔!"

"آپ مطمئن رہئے.... جناب عالی! ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔!"

فون کی گھنٹی ظفر کو جگانے کا باعث بنی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اُس نے ریسیور اٹھایا اور بھرائی ہوئی آواز میں کال کرنے والے کو متوجہ کرتے ہوئے جماہی لی۔

"وہ عمارت فوراً چھوڑ دو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔!

"کون بول رہا ہے....؟"

"اس بحث میں نہ پڑو... ورنہ انکے ہاتھ لگ جاؤ گے جنہیں تمہاری تلاش ہے۔ جلدی کرو۔!"

"لیکن جاؤں کہاں....؟"

"باہر گاڑی کھڑی ہے اُسے استعمال کرو....! اُسی میک اپ میں جس میں پچھلی شام تھے۔

بارہ جمال اسٹریٹ پہنچ جاؤ۔ اب تمہیں مستقل طور پر اسی میک اپ میں رہنا ہے۔!"

ظفر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ ریسیور رکھ کر وہ کمرے سے نکلا اور جیمسن کو آوازیں دیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

وہ اپنے سونے کا کمرہ اندر سے بند کر کے سویا تھا۔! کچھ دیر دروازہ پیٹنا پڑا پھر اس کی چندھیائی آنکھوں والا چہرہ پُر احتجاج انداز میں دروازے کی اوٹ سے باہر نکلا۔

"یہاں سے فوراً روانہ ہو جانا ہے۔!" ظفر نے اُس سے کہا۔

"کیا یہاں کے باتھ روم بیکار ہو چکے ہیں۔!"

"پولیس....!"

پھر جیمسن کو کلاسیکی ادب کا بھی خیال نہیں آیا تھا۔ اُس نے بہت جلدی میں وہاں سے بھاگ نکلنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

جمال اسٹریٹ کی گیارہویں عمارت کے قریب پہنچ کر ظفر نے گاڑی روک دی اور جیمسن سے اُترنے کو کہا۔ وہ پچھلی شام والے میک اپ میں تھا۔

پھاٹک کھلا ہوا ملا تھا.... صدر دروازہ بھی مقفل نہیں تھا.... وہ اندر داخل ہوئے۔!

سب سے پہلے سٹنگ روم میں پہنچے، جو سلیقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ پھر ظفر تو وہیں بیٹھ گیا تھا اور جیمسن یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ "اگر یہاں بھی کچھ کلاسیک ہاتھ آ جائے تو کیا کہنا۔!"

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا اب عمران سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکے گا۔ ضروری نہیں کہ اُسے منتقلی کا علم ہو ہی جائے۔ فون کال ٹیپ کر لئے جانے کے اندیشے کی بناء پر فون پر بھی اُسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔

دفعتاً جیمسن گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس پر بدحواسی سی طاری تھی۔

"لل.... لاش....!" وہ آنکھیں پھاڑ کر ہکلایا۔

"ہوں.... تو پھر تم نے ایس ڈی ایل شروع کر دیا ہے۔!"

"خدا کی قسم.... لوسیل دے سوندے۔!"

"کیا مطلب....؟" ظفر اچھل کر کھڑا ہو گیا.... پھر جیمسن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے دروازے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

"کہاں....؟"

"بب....بیڈ روم میں....!"

جیمسن اُسے اُس کمرے میں لایا جہاں لوسیل دے سونڈے کی لاش چھت سے لٹک رہی تھی۔ گلے میں رسی کا پھندا تھا اور نیچے ایک کرسی الٹی پڑی تھی۔

"یہ کیا مصیبت ہے....؟" ظفر بڑبڑایا۔

"بھاگ نکلیے۔!"

"بہت زیادہ بدحواس ہونے کی ضرورت نہیں۔! آخر ہمیں ایک ایسی عمارت میں کیوں بھیجا گیا ہے جہاں ایک لاش پہلے سے موجود تھی۔!"

"آپ سوچتے ہی رہ جائیں گے....اور....!"

دفعتاً گھنٹی کی آواز گونجی اور جیمسن جملہ پورا نہ کرسکا۔

ظفر صدر دروازے کی طرف جھپٹا....اور جیمسن لاش والے کمرے کا دروازہ بند کرنے لگا تھا۔ اس کے بعد وہ بھی ظفر کے پیچھے ہی چل پڑا تھا۔

ظفر نے دروازہ کھولا....اور بھونچکا رہ گیا۔ کیپٹن فیاض کا اسسٹنٹ انسپکٹر ماجد سامنے کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک باوردی انسپکٹر اور تین کانسٹیبل تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی گفتگو ہوتی ظفر نے ماجد کو چونکتے دیکھا۔ اسے جیمسن کا خیال آیا جو میک اپ میں نہیں تھا۔

پھر وہ ماجد کو ہولسٹر سے ریوالور نکالتے بھی دیکھتا رہا۔ لیکن کیا کرسکتا تھا۔

"اگر کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو فائر کردوں گا۔!" ماجد نے بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔

ظفر نے مڑ کر دیکھا! ماجد کا مخاطب دراصل جیمسن ہی تھا۔

"پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے ہتھکڑی لگادو....!" ماجد نے باوردی انسپکٹر سے کہا۔

وہ ظفر کو ایک طرف ہٹاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ظفر سب سے الگ ہی الگ رہنا چاہتا تھا کیونکہ اُس کی اپنی ڈاڑھی مصنوعی تھی۔

پھر جب انسپکٹر جیمسن کے ہتھکڑیاں لگا رہا تھا ماجد بولا۔ "اس کا ایک ساتھی اور بھی ہے....اور آپ کون ہیں جناب....؟"

اس بار اس نے ظفر کو مخاطب کیا تھا۔

ظفر نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھا اور پُر وقار لہجے میں بولا اس سے پہلے آپ یہ بتائیں گے کہ آپ نے میرے ملازم سے یہ برتاؤ کس بناء پر کیا ہے۔!"

"یہ کب سے آپ کا ملازم ہے جناب....!"

"کل شام سے....!"

"آپ اس کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔!"

"یہی کہ یہ کل سے میرا ملازم ہے۔!"

"آپ بتائیے کہ اس کا دوسرا ساتھی کہاں ہے ورنہ آپ کو بھی ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔!"

"میں اس کے دوسرے ساتھی کو نہیں جانتا۔!"

"نہ جانتے ہوں گے۔!" ماجد اس کی آنکھوں میں گھورتا ہوا بولا۔ "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں ایک لاش بھی ہے۔!"

"یقیناً ہے....!"

"کیا....؟"

"جس بات کا مجھے علم ہے اس کا اعتراف ضرور کروں گا۔!" ظفر مسکرایا۔

"مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے....پولیس کو فون کرنے جا ہی رہا تھا کہ آپ لوگ تشریف لے آئے....جی ہاں....میری سیکریٹری لوسیل دے سونڈے نے پچھلی رات کسی وقت خودکشی کرلی۔ چلیے آپ کو دکھاؤں۔!"

وہ راہداری ہی میں تھے کہ بائیں جانب والے ایک کمرے سے فون کی گھنٹی کی آواز آئی۔ ظفر کمرے میں داخل ہونا چاہا۔

"ٹھہریئے!" ماجد ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "فی الحال آپ کال ریسیو نہ کرسکیں گے! مجھے دیکھنے دیجیے۔!"

"ضرور دیکھئے....لیکن آپ مجھے کمرے میں داخل ہونے سے تو نہیں روک سکتے۔!"

ماجد کچھ نہ بولا۔ لیکن وہ ظفر سے پہلے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

فون کی گھنٹی بج رہی تھی....اُس نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو....ہوں....آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے پھر....؟"

ماجد دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا لیکن نظریں ظفر پر جمی رہیں۔ ایک پل

عمران سیریز نمبر 56

سبز لہو

(دوسرا حصہ)

کے لئے ظفر کو محسوس ہوا جیسے گفتگو خود اسی کے بارے میں ہو رہی ہو۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا لیکن باوردی انسپکٹر راستہ روکے کھڑا تھا۔

پھر ماجد کیطرف پلٹا تو اسکا ریوالور اپنی طرف اٹھا ہوا پایا۔ وہ فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ چکا تھا۔

ظفر سوچ رہا تھا کہ جس نے انہیں یہاں بھیجا تھا اسی نے فون پر اب یہ اطلاع دی ہے کہ وہ میک اپ میں ہے۔

اس کا خیال درست نکلا.... دوسرے ہی لمحے میں ماجد نے باوردی انسپکٹر سے اس کی ڈاڑھی کھینچ لینے کو کہا۔

ظفر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

پھر ظفر کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ اس پر جیمسن نے بندروں کی طرح دانت نکال کر پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد بولا تھا۔ "کاش مجھے بھی ہز ہائی نس پرنس جانعالم کی طرح اپنی روح دوسرے جسم میں منتقل کر دینے کا طریقہ معلوم ہوتا۔!"

"کیا مطلب....!" ماجد غرایا۔

"اردو کے کلاسیکی ادب کی بات کر رہا ہے۔!" ظفر ہنس کر بولا۔ "فسانہ عجائب کا ہیرو جانعالم آگیا ہے۔!"

"میں آپ کی سیکریٹری لوسیل دے سوندے کے مردہ جسم میں اپنی روح داخل کر کے زندگی بھر بچے جنتا رہتا۔!" جیمسن نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو....!" ماجد دہاڑا "تمہیں مزید تین لاشوں کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔!"

"کون سی تین لاشیں۔!" ظفر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ڈی سوزا.... اس کی لڑکی اور ایک نامعلوم آدمی کی لاشیں.... تم مافیا کے ایجنٹ ہو.... اس گندے بزنس کی سربراہی تم ہی کرتے رہے ہو۔ اب دیکھنا....!"

"میں کسی ڈی سوزا کو نہیں جانتا۔!"

"لے جاؤ ان دونوں کو....!" اُس نے کانسٹیبلوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

اور وہ دونوں اونچی آواز میں امن کا ایک گیت گاتے ہوئے کانسٹیبلوں کے ساتھ چلنے لگے۔

پیشرس

اس بار کتاب کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے اُن بے شمار پڑھنے والوں کے بے شمار خطوط کا جواب دوں، جو ایک بے بنیاد افواہ سے متاثر ہو کر میرا اور اپنا وقت ضائع کرتے رہے ہیں۔

پتہ نہیں یہ افواہ کہاں سے پھیلی تھی کہ میں کسی صاحب کی فلم کے لئے کوئی کہانی لکھ رہا ہوں، جس میں فریدی کا رول "فلاں" صاحب ادا کریں گے! اب جو اِن "فلاں" صاحب سے متعلق اظہار خیال کے سلسلے میں خطوط آنے شروع ہوئے ہیں، تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے، جس کی بھگتان میرے سر آپڑی ہے! صرف یہی نہیں کہ "فلاں" صاحب ہی پر بات ٹل جاتی۔ دوسرے صاحبان کے لئے تجاویز بھی موصول ہوتی رہی ہیں کہ وہ فریدی کا رول بہتر طور پر کر سکیں گے۔

دوستو! کیوں بور کر رہے ہو مجھے۔ میں نے کسی سے بھی فلم کے لئے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

ہو سکتا ہے کسی صاحب نے یہ سوچا ہو کہ میرے علاوہ دوسرے بھی تو میرے کرداروں پر ناول لکھ رہے ہیں۔ میں نے اُن کا کیا بگاڑ لیا ہے کہ انہی کرداروں پر فلم بنا ڈالنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی کر سکوں گا۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ صاحب غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

چھوٹے موٹے پبلشرز کے خلاف اگر میں نے کوئی کارروائی کی بھی تو وقت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا! پبلشروں سے تو عموماً معافی تلافی ہی پر بات ٹل جاتی ہے۔!

لیکن فلم کا معاملہ اور ہے... میرا اگلا ہوا نوالہ کوئی کھانا پسند کرے....! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے... لیکن میرے حلق کا نوالہ کوئی کھالے....! یہ کیسے ممکن ہے۔

برصغیر کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ فریدی' حمید' عمران اور قاسم وغیرہ میرے ہی تخلیق کردہ کردار ہیں۔ میری طویل علالت کے دوران میں بعض پبلشروں کو موقع مل گیا کہ وہ میرے کرداروں پر ناول لکھوا کر فروخت کریں.... صحت یاب ہوا تو ایسے پبلشرز کی کثیر تعداد نظر آئی، کس کس کے خلاف کارروائی کرتا۔ علالت سے قبل ایک "ابن صفی" کے خلاف کارروائی کی تھی اور اسی دوران میں بیمار پڑ گیا تھا۔ پھر وہ کیس بھی جہاں تہاں رہ گیا تھا۔

کہنے کا مطلب یہ کہ میں چاہوں تو ان کے خلاف اب بھی قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہوں اور اگر انہوں نے میرے نئے کرداروں ظفر الملک اور جیمسن وغیرہ کو استعمال کیا تو ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کروں گا۔

ہر شعبۂ زندگی میں ہماری قوم کا کردار یہی بن گیا ہے کہ "دکھ سہیں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں۔!"

اپنے پڑھنے والوں سے گذارش ہے کہ اگر کوئی ایسی کتاب اُن کے ہاتھ لگے جس میں کسی نقال نے ظفر الملک یا جیمسن کے بارے میں کچھ لکھا ہو تو مجھے فوراً مطلع کریں۔ میں اُن حضرات کی یہ خوش فہمی بھی دور کر دینا چاہتا ہوں کہ ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔!

بات کہاں کی کہاں جا پہنچی۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے کسی کو اپنی کوئی کہانی فلم بنانے کے لئے نہیں دی۔ فریدی، حمید اور عمران کے کرداروں کے لئے قطعی طور پر نئے چہرے درکار ہوں گے! بعض پڑھنے والوں نے جو نام تجویز کئے ہیں ان کے اچھے اداکار ہونے میں کوئی شبہ نہیں، لیکن وہ میرے ان کرداروں سے ذرہ برابر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔!

اب آیئے "سبز لہو" کی طرف یہ "مناروں والیاں" کے سلسلے کی کتاب ہے! میں نے کوشش کی تھی کہ جلد از جلد آپ تک پہنچ سکے! لیکن مئی اور جون کی گرمی کہہ رہی تھی "ہینڈز اپ" غالباً اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے۔

پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں
پڑھ کر جو کوئی پھونک دے اپریل مئی جون

اور پھر کراچی کا موسم پل پل بدلنے والا۔ اچھے خاصے بیٹھے لکھ رہے تھے، اچانک ہوا میں رطوبت بڑھ گئی۔ عمران دشمن پر چھلانگ لگانے ہی والا تھا کہ دفعتاً موسم کی تبدیلی نے کھوپڑی سہلائی۔ چھلانگ لگانے کا ارادہ ترک کر کے حریف سے مؤدبانہ بولا۔ "بھائی صاحب کل یہیں ملئے گا.... خدا حافظ...."

لوگ مشورہ دیتے ہیں گرمیوں میں مری چلے جایا کرو اور میں اُن سے بصد خلوص وعدہ کرتا ہوں کہ اگلی گرمیوں میں ضرور چلا جاؤں گا۔ لیکن جہاں گھنٹے بھر بعد ہوا بدلی، یہ فلسفہ سوجھا کہ آدمی تو دراصل اپنے ذہن میں رہتا ہے! پھر مری وری کیسی؟ سب چلتا ہے.... پھر موسم میں کوئی تبدیلی آئی اور تارک الدنیا ہو جانے کو دل چاہنے لگا!

کراچی جیسے کاروباری شہر میں تو ایسی آب و ہوا نہ ہونی چاہئے۔ پتہ نہیں اللہ کی کیا مصلحت ہے۔!"

والسلام

ابن صفی

۲؍جولائی ۱۹۶۹ء

ریناڈکسن اپنے بھائیوں کے لئے بے حد پریشان تھی۔ وہ تین دن سے غائب تھے۔ ریناان کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں رہی تھی۔ ان کی شخصیتیں متوازن نہیں تھیں۔! جس کے لئے وہ ہمیشہ اپنے باپ کو الزام دیتی رہی تھی۔

یہ لوگ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔! باپ وکیل تھا اور ہندو فلسفے کا شیدائی! اپنے گھر کو اس نے دھواں دھار بنا رکھا تھا۔ ہر طرف بخور دانوں میں خوشبویات سلگتی رہتیں! فرصت کے اوقات میں گھر والوں کو اکٹھا کرتا اور ہندو فلسفے پر لیکچر شروع کر دیتا۔

بیٹوں کو زراعت کی طرف لگانے والا بھی وہی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دنیا میں زراعت سے زیادہ متبرک اور کوئی پیشہ نہیں....!

حقیقتاً بیٹوں کو زراعت سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن ان کی تربیت اس ڈھنگ سے ہوئی تھی کہ وہ باپ کا حکم نہیں ٹال سکتے تھے کم از کم اس کے سامنے تو اس کے فرمانبردار ہی بنے رہتے تھے۔! یہ اور بات ہے کہ گھر سے قدم نکالتے ہی وہ قطعی بھول جاتے ہوں کہ انہیں باپ کی نصیحت کے مطابق اُسترے کی دھار سے گزر کر نروان حاصل کرنا ہے۔!

انہوں نے زرعی اداروں میں تعلیم حاصل کی.... ڈگریاں لیں۔ کچھ دنوں اپنے ملک ہی کی خدمات انجام دیں اور اس کے بعد اپنی حکومت ہی کی طرف سے ترقی پذیر ممالک میں بھیجے جانے لگے تاکہ اُن کی زرعی اسکیموں کو پایہ تکمیل پہنچانے میں معاونت کریں۔

رینا کو یقین تھا کہ وہ جو کچھ بھی نظر آتے ہیں حقیقتاً وہ نہیں ہیں۔! وہ مقامی آدمیوں کے ساتھ انہیں اخلاق سے پیش آتے دیکھتی اور وہ جب چلے جاتے تو ان کا مضحکہ اڑاتے اور انہیں گالیوں دیتے۔!

رینا اس پر اعتراض کرتی تو جھنجھلا کر اُسے بھی بُرا بھلا کہنے لگتے۔! وہ خاموش ہو جاتی۔ اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ اُن دونوں سے محبت بھی تو کرتی تھی۔

سریت پسندی اُن تینوں کی مشترکہ خصوصیت تھی۔ لہٰذا جب اُسے معلوم ہوا تھا کہ وہ تینوں اس ملک میں اپنے ملک کے مفاد کے لئے کچھ کام چوری چھپے بھی کریں گے تو اُسے بڑی خوشی ہوتی تھی۔

سری ادب سے بھی اُسے بہت لگاؤ تھا اسرار و سراغ کی بے شمار کہانیاں اس نے پڑھی تھیں۔

یہاں آکر اسے معلوم ہوا تھا کہ اپنے ملک کے مفاد کے لئے جو کام چوری چھپے انجام دینا ہے اُس کے احکامات انہیں "اے ون" نامی شخصیت سے ملیں گے۔

اُس پر اُس نے اپنے بھائیوں جیری ڈکسن اور جرمی ڈکسن سے کہا تھا کہ "یہ سب کچھ تو بہت سنسنی خیز ہے۔! بس مزہ ہی آجائے گا۔!"

"مگر تم تو بہت نیک ہو!" جیری بولا۔ "نروان حاصل کرنا چاہتی ہو۔ یہ سب کچھ کیسے کر سکو گی۔!"

"اپنے ملک کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے.... کچھ گھٹیا کام بھی کرنے پڑیں۔!"

"ملک کے لئے سب کچھ گوارہ ہے۔!"

لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابھی تک اسے کوئی گھٹیا کام نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کے سپرد صرف اتنی خدمت تھی کہ وہ روزانہ شام کو چھ بجے اپنے ٹرانس میٹر کا سوئچ آن کر دیتی تھی۔ اگر اے ون کو کچھ کہنا ہوتا تو وہ پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر اُس کی آواز سنتی اور بھائیوں کے لئے اس کا پیغام نوٹ کر لیتی۔

مگر یہ عجیب بات تھی کہ جب سے اُس کے بھائی غائب ہوئے تھے اے ون کی طرف سے اسے کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔

اس وقت بھی وہ ٹرانس میٹر کا سوئچ آن کئے بیٹھی تھی۔! چھ بج کر دس منٹ ہو چکے تھے اور آج پھر وہ مایوس ہی ہو جانے والی تھی کہ ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔

"ہیلو.... آرڈی.... آرڈی....!"

"اٹ از آرڈی.... ہیلو....!"

"اوور ٹو اے ون....!" ٹرانس میٹر سے آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔ پھر تھوڑے وقفے سے آواز آئی "ہیلو.... آرڈی....!"

"ہیلو.... چیف....!"

"جرمی اور جمی سے کہہ دو کہ آج ٹھیک بارہ بجے......!"

"وہ تین دن سے لاپتہ ہیں چیف....!"

"لاپتہ ہیں....؟"

"لاپتہ ہیں چیف اور میں بہت پریشان ہوں۔!"

"کوئی خاص بات تھی....!"

"آپ نے جن دو آدمیوں کو کہیں پہنچانے کے لئے کہا تھا میری دانست میں وہی میرے بھائیوں کے غائب ہو جانے کا سبب بنے ہیں۔!"

"تم اس رات کہاں تھیں....؟"

"میں سر شام ہی سو گئی تھی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔!"

"اچھا... جرمی کا کیمرہ تلاش کرو۔ اگر اس میں کوئی رول موجود ہو تو اُسے فی الفور ڈیولپ کر ڈالو!"

"جرمی کا کیمرہ....؟ وہ اس کے کمرے میں موجود ہے۔!" رینا نے پُر تحیر لہجے میں کہا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔!"

"جرمی ہر اُس اجنبی کی تصویر لینے کا عادی ہے جو کسی طرح بھی اس کے قریب آیا ہو۔!"

"اوہ....!"

"مجھے یقین ہے کہ اس نے ان دونوں کی تصاویر بھی لی ہوں گی۔!"

"اوہ.... تو میرا خیال صحیح تھا کہ وہی دونوں اُن کے غائب ہو جانے کا سبب بنے ہیں۔!"

"جلدی کرو... میں تمہارے پیغام کا منتظر رہوں گا.... اوور....!" رینا نے سوئچ آف کر دیا۔

جرمی کا کیمرہ لوڈڈ تھا۔ وہ اُسے ڈارک روم میں لائی اور اُسمیں سے رول نکال کر ڈیولپ کرنے لگی۔

اس رول میں صرف تین تصویریں نظر آئیں.... بقیہ فریم ایکسپوز ہی نہیں کئے گئے تھے۔

رول کو خشک کر کے اس نے جلدی جلدی تصویروں کے پوزیٹو پرنٹس بھی نکالے۔

ان میں سے ایک تصویر ڈاکٹر کی تھی اور ایک اُس کے گوریلا نما اسسٹنٹ کی۔ تیسری تصویر کسی ایسے آدمی کی تھی جو اس کے لئے قطعی اجنبی تھا۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے پھر ٹرانس میٹر کا سوئچ آن کیا اور بولی۔ "ہیلو اے ون.... اے

ون.... اٹ از آر ڈی....!"

"ہیلو....!" ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ "آر ڈی.... کیا رہا....؟"

"آپ کا خیال درست تھا.... رول میں دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ میں نے دونوں کے پرنٹ نکال لئے ہیں۔!"

"شاباش.... تم بہت ذہین اور پھرتیلی لڑکی ہو! اب ان تصویروں کو لفافے میں رکھ کر اس پر کراس بناؤ اور فارم کے پھاٹک والے لیٹر بکس میں ڈال دو....!"

"بہت بہتر چیف....!"

"دونوں کی ایک ایک کاپی اپنے لئے بھی پرنٹ کرو.... اپنے پاس رکھو.... اگر تم ہی اُن دونوں کو تلاش کر سکیں.... تو خود کو ایک بہت بڑے انعام کی مستحق سمجھو....!"

"میرا سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ مجھے میرے بھائی مل جائیں۔!"

"اچھا.... اوور اینڈ آل....!"

ٹرانس میٹر خاموش ہو گیا اور وہ اے ون کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری کرنے لگی۔

اندھیرا پھیل چکا تھا.... قمری مہینے کی آخری تاریخیں تھیں۔ اُس نے ٹارچ اٹھائی اور عمارت سے نکل کر فارم کے پھاٹک کی طرف چل پڑی۔

سردی آج بھی مزاج پوچھ رہی تھی۔ جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے گونجتی رہنے والی فضا بالکل خاموش تھی۔

فارم کا پھاٹک رہائشی عمارت سے قریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا وہ ٹارچ کی روشنی میں راستہ طے کرتی رہی۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اُس نے کسی شیر خوار بچے کے رونے کی آواز سنی اور ٹارچ کا دائرہ اس طرف رینگ گیا۔ پھاٹک کے باہر ایک کار کھڑی نظر آئی۔

جیسے ہی روشنی کا دائرہ اس پر پڑا ایک عورت پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ یہ بھی رینا ہی کی طرح سفید فام تھی۔ لیکن اسکے چہرے پر تھکن کے آثار دور سے بھی دیکھے جاسکتے تھے۔

قریب آکر اس نے انگریزی میں کہا۔ "مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم میری زبان سمجھ سکو گی۔!"

"میں کیا مدد کر سکتی ہوں۔!"

"میرے بچے کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ سفر جاری نہیں رکھ سکتی کیا کہیں پناہ مل سکے گی۔!"

"یقیناً ایک منٹ ٹھہرو.....!" رینا نے کہا اور لیٹر بکس کی طرف مڑ گئی۔ لفافہ اُس میں ڈ
کر پھر اجنبی عورت کی طرف پلٹ آئی۔

کار میں بچہ ابھی تک روئے جا رہا تھا۔

"کیا تم تنہا ہو.....؟" رینا نے پوچھا۔

"نہیں میرا شوہر بھی ساتھ ہے۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ تھوڑی دیر بعد ہم شہر پہنچ جائیں گے
لیکن میرے لئے یہ ناقابل برداشت ہے تم محسوس کر رہی ہوگی۔ اس آواز میں کرب ہے۔
میرا خیال ہے کہ اُسے نمونیا ہو گیا ہے۔!"

"گاڑی اندر لے چلو..... تمہارا خیال درست ہے..... فی الحال سفر ملتوی کر دینا چاہئے۔!"

"سوال یہ ہے کہ نمونیا ہوا کیوں.....؟" گاڑی کے اندر سے مردانہ آواز آئی۔

"تم خاموش رہو.....!" عورت مڑ کر چیخی۔

"چلو..... بیکار بات نہ بڑھاؤ.....!" رینا نے اُسے گاڑی کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

پچھلی نشست پر بچہ پڑا رو رہا تھا۔ عورت نے اُسے گود میں اٹھا لیا اور رینا اسکے برابر جا بیٹھی
مرد نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی پھاٹک کی طرف موڑتا ہوا بڑبڑایا۔ "کاش میں نے شاد
کی ہوتی۔!"

"اب تم اپنی زبان بند رکھو گے یا نہیں.....!" عورت پھر گرجی۔

"ہاں بس سیدھے ہی چلو.....!" رینا نے مرد کو ہدایت دی۔

بچہ برابر روئے جا رہا تھا۔ رینا پہلے سے بھی کچھ زیادہ دل گرفتگی محسوس کر رہی تھی۔!
وہ انہیں اپنی رہائش گاہ پر لائی۔

عورت سفید فام تھی لیکن اس کا شوہر کوئی مقامی آدمی تھا۔ خوش شکل ضرور تھا لیکن
بیوقوف سا لگتا تھا۔ رینا نے انہیں بتایا کہ اس وقت طبی امداد تو ممکن نہیں لیکن اس کے پاس ما
کی ایک ایسی دوا موجود ہے جس سے بچے کو آرام ملے گا۔!

"مالش کی دوا سے کیا ہوگا۔!" مرد نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تم پھر بولے۔!" عورت غرائی۔

مرد نے ایسا منہ بنایا جیسے کسی سخت گیر ماں سے سابقہ ہو۔ رینا کو یہ چیز کچھ عجیب سی لگی۔

ایک گھنٹے بعد بچہ سو گیا تھا۔ انہوں نے رات کا کھانا کھایا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔

عورت نے رینا کو بتایا کہ اس کی ماں انگریز تھی اور باپ برما کا باشندہ تھا۔

"تو یہ تمہارے شوہر بھی برمیز ہیں۔!" رینا نے پوچھا۔

"نہیں محترمہ میں یہیں کا باشندہ ہوں۔!" شوہر بول پڑا۔

"تم سے سوال نہیں کیا گیا تھا۔ تم کافی ختم کر کے سونے جاؤ گے۔!" بیوی پھر غرائی۔

"بالکل..... بالکل.....!" شوہر سر ہلا کر بولا۔ "مجھے تو نمونیا بھی نہیں ہوتا۔!"

"غیر ضروری باتیں نہیں۔!"

شوہر پہلے سے بھی کچھ زیادہ سہما ہوا نظر آنے لگا۔ پھر کافی ختم کر کے وہ سچ مچ اٹھ گیا تھا۔

"دیکھو.....!" بیوی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں نے بیڈ روم میں کتابوں کی شلف دیکھی تھی۔ خبر
دار سو ہی جانا..... کوئی کتاب نہ نکال لینا۔!"

"میں سو جاؤں گا۔!" وہ مردہ سی آواز میں بولا اور چپ چاپ چلا گیا۔

"بے چارہ عبدل.....!" اس کی بیوی نے ٹھنڈی سانس لی۔

رینا خاموش تھی۔ مہمان عورت اس کی طرف مڑ کر بولی۔ "میں عبدل کے لئے بڑی دکھی
رہتی ہوں۔ وہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہے۔!"

"کیسا مرض.....؟"

"بائیں ٹانگ بالکل بے جان ہو جاتی ہے۔ کئی کئی دن بستر سے جنبش بھی نہیں کر سکتا۔!"

"کوئی اعصابی مرض۔!"

"ڈاکٹروں کا یہی خیال ہے۔!"

رینا سوچنے لگی کہ اب اس مہمان عورت کو آرام کرنا چاہئے۔ لہٰذا اس نے گفتگو کو آگے
بڑھنے سے روک دیا۔ رات کے گیارہ بجے تھے اور وہ اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہی تھی۔
بھائیوں کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو مہمانوں کی سدھ بھی نہ رہی۔ آخر وہ کہاں گئے۔
اگر ڈاکٹر اور اس کا خوف ناک چہرے والا اسسٹنٹ ہی غائب ہو جانے کے ذمہ دار ہیں تو اس
وقوعے کا مقصد کیا ہے.....؟ اگر چیف ان دونوں کی زندگیوں کا خواہاں تھا تو پھر اُن دونوں نے اس
کے بھائیوں کو کیوں چھوڑا ہوگا۔

الجھن بڑھ گئی۔ ٹھیک اسی وقت اس نے کچھ غیر معمولی قسم کی آوازیں بھی سنیں۔ ایسا معلو
ہوتا تھا جیسے عمارت ہی میں کچھ لوگ ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے ہوں۔ وہ خواب گاہ کا درو
کھول کر کھڑی ہو گئی۔ وہ طبعاً ڈرپوک لڑکی نہیں تھی۔

پھر جلد ہی اُس نے اندازہ کر لیا کہ وہ آوازیں مہمانوں کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ وہاں
روشندان میں روشنی بھی نظر آئی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے سوچا اور تیزی سے آگے بڑھی ا
دروازے کے قفل کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگی۔

وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا تھا۔ مہمان عورت اپنے شوہر کے پیچھے اس طرح جھپٹتی پھر رہی تھ
جیسے ہاتھ آ گیا تو گرا کر مارے گی اور وہ ڈری ڈری سی آوازیں نکالتا ہوا اس کی گرفت سے بچنے
کوشش کر رہا تھا۔

"کک.... کیا کر رہی ہو.... ہم ایک غیر جگہ پر ہیں۔ تمہیں شرم آنی چاہئے۔ ارے میزبا
کی نیند تو حرام نہ کرو۔!"

"میں آج تمہیں جان سے مار دوں گی۔!"

"یہاں نہیں.... گھر پہنچ کر.... خدا کے لئے اب.... ختم بھی کرو۔!"

"اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو.... رک....!"

"تم کیا کرو گی....؟"

"صرف دو تھپڑ لگاؤں گی۔!"

"نہیں.... ایک....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

آخر تھک ہار کر وہ رک گئی۔ شوہر بستر کی دوسری طرف کھڑا تھا۔ دونوں ہی بُری طرح ہانپ رہے تھے
عورت اُسے گھورے جا رہی تھی....!

آخر شوہر اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بے بسی سے بولا۔ "اس سے تو یہی بہ
ہے کہ تم مجھے زہر دے دو.... یا گولی مار دو....!"

"نہیں میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔!"

"آخر مجھ سے شادی کیوں کی تھی.... اگر یہی کرنا تھا۔!" وہ روہانسا ہو کر بولا۔

"مجھے بیوقوف مرد پسند ہیں.... لیکن تم بہت زیادہ بیوقوف ثابت ہوئے ہو۔!"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔!"

"بے بی کو نمونیا کیوں ہوا....؟" وہ غرائی۔

"بھلا میں کیونکر بتا سکتا ہوں....!" وہ بے بسی سے بولا۔

"اگر تم نہیں بتا سکتے تو اُس کے باپ بھی نہیں ہو۔!"

"اس کا باپ بن کر مجھے خوشی محسوس نہیں ہوتی.... کم بخت کو چھینک بھی آ جائے تو میری ہی شامت!"

"خبردار! اگر اس کے لئے کوئی نازیبا لفظ زبان سے نکالا۔!"

"مجھے تو اس کا رونا بھی ایسا ہی لگتا ہے جیسے مجھے.... صرف مجھے گالیاں دے رہا ہو۔!"

"میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی۔!"

"اگر تم اپنی زبان کی جنبشوں میں دس فیصد بھی کمی کر سکو تو میں اپنی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
بند کر لینے کو تیار ہوں۔!"

"شٹ اپ....!"

"تم جانتی ہو کہ جس رات میرے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتا ہے دوسری صبح کو میں مفلوج ہو جاتا ہوں۔!"

"تم جہنم میں جاؤ.... مجھے کیا۔!"

"روشی....!"

"میرا نام نہ لو.... میں عنقریب تم سے چھٹکارا حاصل کر لوں گی۔!"

"اس حال کو پہنچا دینے کے بعد....!" شوہر دردناک لہجے میں بولا۔ وہ مزید کچھ کہنے کی
بجائے دھم سے بستر پر بیٹھ گئی۔

شوہر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر رینا کو عجیب سے آثار نظر آئے۔

"اچھا بتی بجھاؤ....!" عورت تھوڑی دیر بعد غصیلی آواز میں بولی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔!
لیکن تم جاگتے رہو گے۔!"

رینا نے دیکھا کہ وہ چپ چاپ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور پھر کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

رینا اپنے ذہن پر ایک ناگوار سا تاثر لے کر وہاں سے ہٹ گئی۔ کچھ دیر بعد اُسے بھی نیند آ گئی۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو دھوپ پھیلی نظر آئی۔ دیر تک جاگتے رہنے کی بناء پر آج شائد زندگی
میں پہلی بار وہ اتنی دیر سے اٹھی تھی۔

مہمانوں کا خیال آتے ہی اس نے یک لخت بستر چھوڑ دیا۔ دوڑ کر کچن میں پہنچی.... وہاں باورچی موجود تھا۔ ناشتہ بھی تیار تھا۔ لیکن باہر مہمانوں کی گاڑی نہ دکھائی دی۔

اُس نے سوچا ممکن ہے وہ صبح ہی صبح روانہ ہو گئے ہوں۔ اُس نے باورچی سے اُنکے متعلق پوچھا۔

"میم صاحب ناشتہ کر کے چلی گئیں۔!" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔!"

"لیکن میم صاحب.... ان کا صاحب نہیں گیا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میم صاحب نے بتایا تھا کہ صاحب بیمار ہو گئے ہیں اس لئے وہ یہیں رہیں گے۔!"

رینا کو پچھلی رات کا واقعہ یاد آ گیا۔ وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف جھپٹی، جہاں مہمان سوئے ہوئے تھے۔!

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ملا.... سامنے ہی بستر پر مہمان عورت کا شوہر آنکھیں بند کئے ہوئے پڑا کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اُس کی آہٹ پر چونکا اور سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

"صبح بخیر جناب....!" رینا نرم لہجے میں بولی۔

"صبح بخیر خاتون....!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے اٹھی.... لیکن....!"

"جی ہاں.... وہ چلی گئیں.... اور میں بسترے سے جنبش بھی نہیں کر سکتا۔!"

"کیوں....؟"

"مجھ پر اعصابی دورہ پڑا ہے۔ بائیں ٹانگ بیکار ہو گئی ہے۔!"

"یہ کیونکر ہوا....؟"

"اکثر ایسا ہوتا ہے۔!"

"میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔!" وہ پُر تفکر لہجے میں بولی۔ "یہاں تو طبی امداد بھی ممکن نہیں۔!"

"آپ فکر نہ کیجئے.... خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہوں۔!"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ کی بیوی آپ کو اس حال میں چھوڑ گئیں۔!"

"وہ کر بھی کیا سکتی.... میری وجہ سے بہت پریشان رہتی ہے۔!"

"پھر بھی یہ بڑی عجیب بات ہے۔!"

"وہ دراصل بے بی کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ اسکے لئے طبی امداد بہر حال ضروری تھی۔!"

"لیکن آپ کی دیکھ بھال بھی تو ضروری ہے۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ مجھ پر ناوقت دورہ پڑا۔ آپ لوگوں کے لئے دردِ سر بن جاؤں گا۔!"

"ایسی کوئی بات نہیں.... تم نے ابھی ناشتہ نہ کیا ہو گا۔ ٹھہرو میں بھجواتی ہوں۔!"

ناشتے کے بعد وہ پھر اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔

کافی دیر تک سوچتی رہی کہ پچھلی رات والے واقعات کا ذکر کس طرح شروع کرے۔ دراصل وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ پچھلی رات ان کی لاعلمی میں وہ سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہی تھی۔

پھر دفعتاً خود اسی نے اُس کی مشکل آسان کر دی۔ کراہ کر بولا۔

"میں جانتا ہوں آپ کیا سوچ رہی ہیں.... روشی نے پچھلی رات خاصہ شور مچایا تھا۔!"

"ہاں ہاں....!" وہ جلدی سے بولی۔ "مجھے خود حیرت تھی۔ تمہاری بیوی صورت سے تیز مزاج معلوم ہوتی ہے۔!"

"بس مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ اس کے سونے سے پہلے خود سو گیا تھا....!"

"اس سے کیا ہوتا ہے.... نیند پر تو کسی کا بس نہیں چلتا۔!"

"آپ سمجھی نہیں محترمہ....!"

"تو سمجھاؤ نا....!" وہ خوش دلی سے مسکرائی۔

"اُسے خراٹوں سے نفرت ہے۔ میں سوتے میں خراٹے لیتا ہوں۔!"

"بس اتنی سی بات....!"

"وہ مجھے بہت چاہتی تھی۔ لیکن یہ شادی سے پہلے کی بات ہے۔ جب اس نے میرے خراٹے نہیں سنے تھے۔!"

"بہتیرے لوگ خراٹے لیتے ہیں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔!"

"اس کا دماغ بہت ہی اسپیشل قسم کا ہے جو ذرا ذرا سی بات پر اُلٹ جاتا ہے۔! جمالیات کا میلیا ہو گیا ہے اس کو....!"

رینا کچھ نہ بولی.... وہ بھی خاموش ہو کر چھت کو تکنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس

لے کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اب وہ مجھ سے کبھی نہ ملے گی۔! پہلے بھی کئی بار طلاق کی دھمَ
دے چکی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس قسم کے جھگڑوں کی صورت میں ہمیشہ مجھ پر نرو
اٹیک ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی۔!“

اس کی آواز بھرا گئی اور وہ بات پوری کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

ریناسچ مچ اس کے لئے مغموم ہو گئی تھی۔

”تم فکر نہ کرو.....!“ وہ کچھ دیر بعد بولی۔ ”یہاں تمہاری دیکھ بھال اچھی طرح ہو گی۔!“

”میں شرمندہ ہوں محترمہ.....!“ اُس کے لہجے میں رو دینے کا سا انداز تھا۔!

”نہیں بالکل فکر نہ کرو۔!“ رینا نے اس کا بازو تھپک کر کہا۔

ایسی معصومیت اُس نے آج تک کسی مرد کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی۔ وہ یقیناً ایک سید
سادہ اور کسی قدر بیوقوف آدمی تھا۔ خدوخال دلکش تھے اور رنگت اسکی اپنی ہی طرح سپید تھی۔

”میں تمہارا نام بھول گئی۔!“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”عبدالمنان.....!“

اس شام جب رینا کے چیف کی آواز ٹرانس میٹر پر سنائی دی تھی تو اُس نے اس کو ایک
معاملہ سمجھ کر اس کا تذکرہ اُس سے نہیں کیا تھا۔!

✥

ظفرالملک اور جیمسن..... فیاض کے محکمے کی حوالات میں تھے۔ حوالات میں ضرور تھے لیکـ
اوپر سے حکم آیا تھا کہ اُن دونوں کے معاملے کو شہرت نہ دی جائے۔ پریس رپورٹروں کو ان
نام تک معلوم نہ ہونے پائیں۔!

لوسیل دے سوندے ایک غیر ملکی معلمہ تھی۔ یہاں اسکالر شپ پر آئی تھی۔ اس لئے ا
کے ملک کا سفارت خانہ بھی پوری توجہ سے اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا۔

بہر حال ظفرالملک اور جیمسن حوالات میں ضرور تھے لیکن اس کے سلسلے میں اُن کے
نہیں لئے گئے تھے وہ ابھی تک خودکشی ہی کے کیس کی حیثیت رکھتا تھا۔

ظفرالملک کے بارے میں فیاض کے لئے ایسی کوئی ہدایت نہیں تھی کہ اس سے کسی قسم
پوچھ گچھ بھی نہ کی جائے۔ لہٰذا اس وقت فیاض اس کے سر پر سوار تھا۔ ظفرالملک نے اُسے سـ

ہ بتادیا تھا۔ لیکن اس کہانی میں عمران کے وجود کو یکسر نظرانداز کر گیا تھا۔

”کرسٹوپاؤلس تم سے پینٹنگ کیوں کرانا چاہتا تھا۔!“ فیاض نے سوال کیا۔

”اس سے دوسری ملاقات کی نوبت ہی نہیں آئی کہ تفصیلی گفتگو ہو سکتی۔!“ ظفرالملک نے
اب دیا۔

”کیوں جناب.....؟“ جیمسن نے اپنی ڈاڑھی سہلاتے ہوئے فیاض کو مخاطب کیا اور جملہ پورا
نے کی بجائے کچھ سوچنے لگا۔

”کیا مطلب.....؟“ فیاض غرا کر اس کی طرف مڑا۔

”کچھ نہیں.....!“ جیمسن نے خشک لہجے میں کہا۔ ”ضروری نہیں کہ آپ کو بھی کلاسیکی ادب
ے لگاؤ ہو۔!“

”بکواس مت کرو.....!“ فیاض اُسے جھڑک کر ظفر سے بولا۔ ”کرسٹوپاؤلس کی قومیت کے
ے میں کیا اندازہ لگایا تھا۔!“

”نام سے تو یونانی معلوم ہوتا ہے۔!“

”یہودی بھی ہو سکتا ہے۔!“ جیمسن بولا۔

”جہالت کی باتیں نہ کرو..... کیا یونان میں یہودی نہیں رہتے۔!“

”یہودی کہاں نہیں ہیں۔!“ جیمسن نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”لیکن انہیں پہچان لینا آسان کام
ں ہے۔!“

”غیر ضروری باتیں مت کرو.....!“ فیاض پیر پٹخ کر دہاڑا۔

”بات میں بات نکلتی ہے جناب.. میں گفتگو کا رخ کلاسیکی ادب کیطرف موڑ دینا چاہتا ہوں۔!“

”کہیں تمہاری گردن نہ موڑ دی جائے۔!“

”میری دانست میں گردن مروڑنا بولتے ہیں۔!“

”جیمسن زبان بند کرو.....!“ ظفر نے تیز لہجے میں کہا اور جیمسن لاپرواہی سے شانوں کو جنبش
ے کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”سوال یہ ہے کہ تم دونوں اس رات بھاگے کیوں تھے؟“ فیاض تھوڑی دیر بعد بولا۔

”اُس تہہ خانے میں کوئی باتھ روم نہیں تھا۔!“ جیمسن نے مڑ کر جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تم پھر بولے۔!" ظفر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"اچھی بات ہے یور ہائی نس تو پھر انہیں بتایئے کہ کیوں بھاگے تھے یا کلاسیکل اسٹائل میں ز
پر کیوں قرار کیا تھا۔!"

دفعتاً فیاض کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا اور وہ اٹھتا ہوا غرایا۔ "تمہاری کہانی پر کسی کو !
یقین نہیں آسکتا۔ لوسیل کی موت کے ذمے دار قرار دیئے جانے کے منتظر رہو۔!"

اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

جیمسن جھکیوں کے سے انداز میں مسکرا کر اُسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔

"دل چاہتا ہے تمہارے ہونٹ سی دوں۔!" ظفر بولا۔

"یہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے یور ہائی نس....!"

"اس سے بھی زیادہ خطرناک معاملات سے لوگ دوچار ہوتے ہوں گے۔!" ظفر نے لاپر
سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر آپ کے انکل نامدار تک یہ بات پہنچ گئی۔!"

"خود کو بہت زیادہ چچا محسوس کرنے لگیں گے۔!" ظفر نے جماہی لے کر کہا۔ "اور ہم نے
معاش سے بھی چھٹکارا پایا.... الحمدللہ۔!"

"کیا میں آپ کو ایک کلاسیکل شعر سنا سکتا ہوں۔"

"فی الحال مجھے کوئی اعتراض نہیں.... کیونکہ ابھی میں نے اونگھنا بھی شروع نہیں کیا ہے
"سنئے۔

پسِ مُردن بنائے جائیں گے ساغر میری گل کے
لب جاں بخش کے بوسے ملیں گے خاک میں مل کے"

"میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا....!" جیمسن نے بے بسی سے کہا۔

"ہری اپ ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔!"

"کیا....؟"

"تو پھر تو نے شعر کیوں سنایا.... مطلب بتانا پڑے گا۔!"

"اچھا ٹھہریئے.... میں کوشش کرتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ شاعر ٹی بی کا مریض

س نے اپنی بی لوئیڈ کو کس کرنا چاہا.... اُس نے ریفیوز کر دیا۔ شاعر بولا۔ اچھی بات ہے میں
ر جاؤں گا۔ دفن کر دیا جاؤں گا خاک میں مل جاؤں گا اور اسی خاک سے پیالہ بنایا جائے گا۔ پھر تم
سی پیالے میں پانی پیو گی۔ اس طرح میں خاک میں مل کر تمہیں کس کر لوں گا۔!"

"جیمسن.... اگر یہ سچ ہے تو اردو شاعری بڑی خوفناک چیز معلوم ہوتی ہے.... تم مجھے
رڈسورتھ کا کوئی سونیٹ سناؤ۔!"

"خاک ڈالئے ورڈسورتھ پر.... میر تقی میر کا ایک شعر سنئے

اگر یوں ہی اے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا"

"جیمسن.... یہ تو بڑا دردناک شعر ہے۔!" ظفر بولا۔ "اردو شاعری میرے لئے عجوبہ بن کر رہ گئی
ہے۔ آخر شاعر اس طرح دہاڑیں مار مار کر کیوں رو رہا تھا کہ ہمسائے کی نیند خطرے میں پڑ گئی تھی۔"

"میرے لئے بھی عجیب ہے، یور ہائی نس.... میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اردو شاعری کا
عاشق یتیموں سے بھی زیادہ بے بس ہوتا ہے۔ اس لئے رقیبوں کا وجود بھی برداشت کر لیتا ہے۔!"

"سوال یہ ہے کہ ایسے کو چاہتا ہی کیوں ہے جس کے پہلے سے کئی چاہنے والے موجود ہوں۔!"

"یہ روایت ہے اردو شاعری کی.... لہٰذا آپ اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔!"

"اعتراض تو میں اس پر بھی نہیں کر سکتا کہ تم مجھے مسلسل بور کئے جا رہے ہو۔!"

"میں چاہتا ہوں کہ آپ میں بھی ادبی ٹیسٹ پیدا کر دوں۔!"

"نوٹائیم فورنان سنس....!"

"اسے نان سنس نہ کہئے یور ہائی نس.... یہ ہمارے کلچر کا ایک حصہ ہے۔!"

"ایگریکلچر کا حصہ ہوگا۔ تو غلط سمجھا ہے۔ کوئی کسان فصل تباہ ہو جانے پر دہاڑیں مار مار کر رویا ہوگا۔!"

"نہیں باس....! محبوبہ کی جدائی پر شاعر رویا تھا....!"

"میرا دماغ خراب نہ کر.... بہت دنوں کے بعد سکون نصیب ہوا ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔!"

"دن میں سوئیں گے آپ....؟" جیمسن نے حیرت سے سوال کیا۔

"ظفر الملک نے چبوترے پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔!"

"ارے.... ارے....!" جیمسن کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"کیوں دماغ خراب کر رہا ہے۔!" ظفر آنکھیں کھول کر دہاڑا۔

"ابھی ابھی ایک انسپائریشن ہوا ہے۔!" جیمسن ڈاڑھی کھجاتا ہوا بولا۔ "ہم یہاں سے نکل کر بیکار نہ رہیں گے۔ ہو سکتا ہے لمبا بزنس ہو جائے۔!"

"ہوں....!" ظفر اٹھ بیٹھا۔

"مرزا غالب....!"

"کیا مطلب....؟"

"مرزا جی کی صد سالہ یاد منائی جانے والی ہے۔!"

"تو ہمیں کیا....!"

"لوگ دھڑا دھڑ غالب قلم، غالب ڈائری، غالب حقہ، غالب اگالدان ایجاد کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سب بکواس ہے۔ جس چیز کی بناء پر اسد اللہ خان صاحب غالب کہلائے تھے اُسے سب نے یکسر فراموش کر دیا ہے۔!"

"وہ کیا چیز تھی....؟"

"ازار بند....!"

"کیا بکواس ہے....!"

"یقین کیجئے یور ہائی نس.... اگر انہیں پاجامے کی بجائے تہمد استعمال کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تو اُن کے اشعار ہم تک ہرگز نہ پہنچ سکتے۔!"

"کیوں....؟"

"رات کو پیتے تھے اور نشے کی حالت میں شعر کہتے تھے۔ جتنے شعر کہتے اتنی ہی گرہیں ازار بند میں ڈال دیتے اور دوسری صبح ایک ایک گرہ کھولتے جاتے اور شعر یاد کر کر کے لکھتے جاتے۔!"

"دیٹ از ابسرڈ....!"

"یقین کیجئے یور ہائی نس....!"

"جہنم میں جائے.... آخر اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو....!"

"میں یہاں سے نکلنے کے بعد غالب ازار بند کا بزنس شروع کر دوں گا۔ آمدنی کے تین حصے ہوں گے۔ ایک حصہ نادار شرابیوں کے لئے، دوسرا حصہ غالب کے نام پر ایصال ثواب کے لئے

تیسرا حصہ بطور حق المحنت ہم دونوں کے کام آئے گا۔!"

"یہ شرابیوں کا حصہ کیوں نکالو گے۔!"

"کیوں مرزا صاحب شراب پی کر شعر کہتے تھے۔!"

"تو آخر موجودہ حالات پر گفتگو کیوں نہیں کرتا۔!"

"کیا ضرورت ہے.... یہ حالات ہم نے تو نہیں پیدا کئے۔!" جیمسن نے کہا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے واش بیسن کی طرف دیکھا۔

ظفر الملک استفہامیہ انداز میں اس کو تکے جا رہا تھا۔

جیمسن نے قریب آکر سرگوشی کی۔ "یہ لوگ بہت چالاک معلوم ہوتے ہیں۔! اس واش بیسن میں ڈکٹافون پوشیدہ ہے۔ ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہو گی۔!"

ظفر نے بُرا سا منہ بنا کر واش بیسن کی طرف دیکھا۔

رینا کو اپاہج مہمان کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ اس کے ذہن کے کس گوشے کو کرید بیٹھا تھا۔ ایک عجیب سی ہمدردی اور ایک عجیب سا لگاؤ اس سے محسوس کرنے لگی تھی۔!

اس وقت ناشتے کے بعد وہ اسے نوکروں کی مدد سے بیرونی برآمدے میں لائی اور دونوں سردیوں کی دھوپ سے لطف اندوز ہونے لگے۔

دفعتاً ایک پولیس کانسٹیبل برآمدے کے سامنے آرکا۔

اس نے رینا کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا اور پھر اُس کے مہمان کو دیکھنے لگا تھا۔

"کیا بات....!" رینا نے ٹوٹی پھوٹی اردو شروع کی۔

"یہاں.... کوئی عبدالمنان ہے.... میم صاحب....!" اس نے پوچھا۔

"ہاں.... میں ہوں....!" مہمان اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"اوہ.... تم آرام سے بیٹھے رہو....!" وہ جلدی سے اٹھتی ہوئی بولی اور اس کے شانے پکڑ کر اسے پھر آرام کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا دیا۔

"عبدالمنان صاحب کا سمن ہے، میم صاحب....!"

عبدالمنان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"اِدھر لاؤ....!" رینا نے ہاتھ بڑھا کر کانسٹیبل سے سمن لے لیا۔

"اوہ....!" وہ اس پر نظر ڈالتے ہی چونک پڑی۔

"کیا بات ہے....؟" عبدالمنان نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہاری بیوی نے شادی کی تنسیخ کے لئے عدالتی چارہ جوئی کی ہے۔ تمہیں اٹھائیس جنوری کو عدالت میں حاضر ہونا ہے۔!"

"نہیں....!" عبدالمنان نے سسکی لی اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

"اوہ... کیا ہوا تمہیں... چلو دستخط کرو اس پر... میں سب دیکھ لوں گی۔!" رینا نے کہا اور اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتی ہوئی بولی۔"ایسے حالات میں تمہیں بھی اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے۔!"

عبدالمنان نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے سمن کی وصولیابی کی....اور دستخط کئے۔

سپاہی کے چلے جانے کے بعد رینا نے کہا۔"واقعی بڑی سنگ دل عورت ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولا.... آنکھیں بند کئے آرام کرسی پر پڑا ہوا تھا۔!

"تم قطعی فکر نہ کرو.... میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گی۔!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا....!" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

"مرد بنو.... تم کیسے آدمی ہو....!"

"دل کے ہاتھوں....!"

"سب بکواس ہے.... عزت نفس سے زیادہ اور کوئی چیز اہم نہیں۔!"

"میں نے سب کچھ اس پر قربان کر دیا تھا۔!"

"تم نے آخر اپنی ہی قوم کی کسی لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی تھی۔ یہ دوغلی نسلیں خراب ہوتی ہیں۔!"

"ہر نسل اور ہر قوم کی عورت.... صرف عورت ہوتی ہے۔ لیکن مجھے یہ نہ کہنا چاہئے۔ تم تو بہت مہربان خاتون ہو۔ مجھے آج تک کوئی ایسی رحم دل لڑکی نہیں ملی جیسی تم ہو۔ میں نے اپنی قوم کی کسی لڑکی سے اس لئے شادی نہیں کی تھی کہ اُسے صرف غصہ نہیں آتا بلکہ وہ بیک وقت غم و غصہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ لڑتی بھی جاتی ہے اور روتی بھی جاتی ہے اور جب کسی بات کا جواب نہیں سوجھتا تو دونوں ہاتھوں سے سر بھی پیٹنے لگتی ہے۔!"

"خوب!" رینا ہنس پڑی۔"لیکن تمہاری اینگلو برمیز بیوی تو تمہارا سر پیٹنے پر آمادہ نظر آتی تھی۔!"

"تم کیا جانو....؟" عبدالمنان چونک کر بولا۔

"اس رات میں نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر سب کچھ دیکھا تھا۔!" عبدالمنان کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

"میں تمہارا مذاق نہیں اڑانا چاہتی....!" رینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں....!" عبدالمنان روہانسا ہو گیا تھا۔

رینا کچھ نہ بولی۔ وہ اس کی آنکھوں میں گہرے غم کی جھلکیاں دیکھ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں....!" عبدالمنان روہانسا ہو گیا تھا۔

رینا کچھ نہ بولی۔ وہ اس کی آنکھوں میں گہرے غم کی جھلکیاں دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عبدالمنان ہی بولا۔"وہ خود میری طرف آئی تھی۔ مہینوں میرا تعاقب کیا تھا۔ مجھ سے کہتی تھی تم میرے خوابوں کے شہزادے ہو میں جس قسم کے مرد کے خواب دیکھتی رہی ہوں وہ صرف تم ہی ہو سکتے ہو مجھے اپنی منزل مل گئی اور پھر شادی کے بعد تم تو خراٹے لیتے ہو۔ چلتے ہو تو کولہے بہت بیہودہ انداز میں ملتے ہیں۔ خراٹوں پر میرا بس اسی طرح چل سکا کہ اس کے سو جانے سے پہلے کبھی نہ سویا۔ لیکن رفتار کا بے ڈھنگا پن میرے بس سے باہر تھا۔ پھر بھی میں نے کوشش کی اور یہ روگ لگا بیٹھا۔!"

وہ خاموش ہو کر اپنی سُن ہو جانے والی ٹانگ کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھی....!" رینا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں نے ایک کمرے میں چاروں طرف بڑے بڑے آئینے لگوائے تھے اور اس طرح چلنے کی مشق کرتا تھا کہ میرے کولہوں کے ہلنے کا انداز بدل جائے۔ گھنٹوں گزر جاتے اور میں تھکتا رہتا۔ آخر ایک دن اچانک گر کر بیہوش ہو گیا۔ پھر ہوش میں آیا تو یہ ٹانگ بالکل بے جان ہو چکی تھی۔!"

"اوہ تو یہ اس طرح ہوا تھا.... واقعی تم بہت معصوم ہو۔!"

"روشی میری زندگی میں پہلی عورت تھی۔!"

"نام مت لو اُس بے ہودہ عورت کا....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا ہو گا۔!"

"تم عدالت میں جاؤ گے.... اور اسے طلاق دے دو گے۔!"

"نہیں....!" اس نے پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔

رینا کو نہ جانے کیوں اسکے اس رویئے پر غصہ آگیا اور اس نے کہا۔ "اچھی بات تو جاؤ جہنم میں۔!"

اور پھر وہ برآمدے سے اٹھ کر اندر آگئی تھی۔

اُسے کچھ دیر بعد شہر جانا تھا.... پچھلی شام ٹرانس میٹر پر اس کے چیف اے ون نے اُسے ایک آدمی کے پاس پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ آدمی اُسے اپنے بھائیوں کی تلاش میں مدد دینے والا تھا۔

شہر کی طرف روانہ ہونے سے پہلے وہ ایک بار پھر عبدالمنان کے پاس آئی اور اس سے اس کی بیوی کا پتہ پوچھا۔

"کیا تم اس سے ملو گی....؟"

"ہاں....!"

"دیکھو شائد مان جائے۔!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"میں تم سے اس کا پتہ مانگ رہی ہوں۔ فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔!"

اس نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پتہ لکھ کر اس کیطرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس سے کہہ دینا کہ مجھے اسکا ہرستم گوارہ ہے لیکن اسطرح میری تذلیل نہ کرے۔ عدالت سے درخواست واپس لے لے۔!"

رینا کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی تھی لیکن وہ خاموش ہی رہی اور پتہ اس سے لے کر گاڑی میں آبیٹھی۔

خود ہی ڈرائیو کرتی تھی اور کبھی کبھی شہر بھی جایا کرتی تھی۔ لیکن آج کے سفر میں فرق تھا۔ چیف کی طرف سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ہدایت ملی تھی۔ خصوصیت سے اُسے اس بات پر دھیان رکھنا تھا کہ کہیں اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا۔!

اُسے شہر میں کسی مسٹر کرسٹوپاؤلس سے ملنا تھا۔ آج پہلی بار وہ اپنے چیف کے لئے کوئی کام کرنے باہر نکلی تھی۔ ورنہ اس کے فرائض اس سے آگے کبھی نہیں بڑھے تھے کہ چیف سے کوئی پیغام سن کر اپنے بھائیوں تک پہنچادے۔

شہر پہنچ کر کرسٹوپاؤلس کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک مشہور شاہراہ پر واقع عمارت میں رہتا تھا۔

وہ کچھ عجیب سا آدمی ثابت ہوا.... تھا تو کسی مغربی ملک کا باشندہ لیکن اتنے عظیم الشان

ڈرائینگ روم میں اس کی شخصیت مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگ رہی تھی۔ جسم پر خانہ بدوشوں جیسا اوٹ پٹانگ لباس تھا اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک۔

"مس ڈکسن....! مجھے تمہارے بھائیوں کی تلاش میں مدد دینی ہے۔!" اس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کا ہاتھ رینا کو ایسا لگا تھا جیسے اس میں برقی رو نکل کر اس کے سارے جسم کو جھنجھوڑ گئی ہو۔

"جی ہاں.... مسٹر پاؤلس.... پلیز.... میں ان کے لئے بیحد پریشان ہوں۔!" وہ ہکلائی۔

"تم یہاں کب سے ہو مس ڈکسن....؟"

رینا نے اسے مدت قیام بتائی اور اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے اس عرصے میں کچھ مقامی دوست بھی بنائے ہوں گے۔!"

"ایسا تو نہیں ہوا....!"

"ہونا چاہئے تھا.... خیر....!" اُس نے کہا اور شائد کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"لیکن ٹھہریئے!" رینا تھوڑی دیر بعد بولی۔ "اس بے چارے کو بھی دوست ہی سمجھنا چاہئے۔!"

"کس بیچارے کا ذکر کر رہی ہو۔!" کرسٹوپاؤلس چونک کر بولا۔

رینا نے مناسب سمجھا کہ اُسے عبدالمنان کی کہانی سنادے۔!

کرسٹوپاؤلس بڑے سکون سے سنتا رہا۔ آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک ہونے کی بناء پر جذباتی تغیر کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

رینا کے خاموش ہونے پر بولا۔ "لاؤ دیکھوں اس کی بیوی کا پتہ....!"

رینا نے اپنی نوٹ بک پرس سے نکال اُس کی طرف بڑھادی۔

"نیلم پیلس....!" کرسٹوپاؤلس نوٹ بک کے صفحے پر نظر پڑتے ہی چونک پڑا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "یہ تو شہر کی مشہور عمارتوں میں سے ہے۔ ٹھہرو.... میں دیکھتا ہوں۔!"

وہ اٹھ کر ایک الماری کے قریب پہنچا۔ الماری کی بناوٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے خانے حروف تہجی کے اعتبار سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خانوں پر اے سے زیڈ تک سارے حروف بالترتیب لکھے ہوئے تھے۔ اُس نے "این" کے خانے کی دراز کھولی.... اس میں انڈکس کارڈ رکھے نظر آئے۔ وہ ان کارڈوں کو الٹتا پلٹتا رہا۔ پھر ایک کارڈ نکال کر اُس پر نظر جمائے ہوئے بڑبڑایا۔

"نیلم پیلس.... پرنس عبدالمنان کی ملکیت.... پرنس عبدالمنان سابق والئی ریاست....

اُوہ.... تو یہ عبدالمنان....!"

وہ رینا کی طرف مڑا.... وہ اُس کی بڑبڑاہٹ واضح طور پر سُن چکی تھی۔

"تو تم اس کی بیوی سے ملنے کا ارادہ رکھتی ہو!" اُس نے رینا سے پوچھا۔

"خیال تو یہی تھا.... اب جیسا آپ کہیں۔!"

"تم اُس سے ضرور ملو.... اور کوشش کرو کہ اُن دونوں میں علیحدگی ہو جائے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"کیوں....؟"

"آپ کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔!"

"چیف کی اسکیم کے مطابق ہو سکتی ہے۔! ہمیں کچھ مقامی ذی حیثیت لوگوں سے میل جول پیدا کرنا تھا۔ چلو ابتدا تم ہی سے ہو جائے۔!"

"لل.... لیکن.... میرے بھائی۔!"

"مس ڈکسن....!" کرسٹوپاؤلس بے حد نرم لہجے میں بولا۔ "مجھے حکم ملا ہے کہ تمہارے بھائیوں کو تلاش کروں.... یہ میرا کام ہے اور تم یقین کرو کہ وہ زندہ ہیں۔!"

"یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے اُن پر ہاتھ ڈالا....!"

"کسی دوسرے ملک کے ایجنٹ دونوں کا مفاد ایک ہی ہو سکتا ہے۔!"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ یہیں کی پولیس....!"

"نہیں....! مس ڈکسن....!" کرسٹوپاؤلس ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہاں کی پولیس بھی اگر ہماری طرف متوجہ ہوئی ہے تو اس میں انہیں لوگوں کا ہاتھ ہے۔! وہ چاہتے ہیں کہ ہم پر دو اطراف سے حملہ ہو.... اور ہم روشنی میں آجائیں۔ تمہارے بھائیوں کو بھی وہی لوگ لے گئے ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ کر کے چیف تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

"لیکن چیف کو تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہ دونوں تشدد کا شکار ہوتے رہیں گے۔!"

"یہ نہ بھولو کہ ہم اپنے ملک کی ایک خدمت انجام دے رہے ہیں۔!"

رینا نے طویل سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ کرسٹوپاؤلس تھوڑی دیر بعد بولا۔

"یہاں کے حکام کو بھی تمہارے بھائیوں سے متعلق تشویش ہے۔! پولیس کی اسپیشل برانچ کے آفیسر اُن کی تلاش میں ہیں۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔!"

"لہٰذا جب اپنی سمجھ میں کچھ نہ آئے تو دوسروں کے مشورے قبول کرنے میں ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہئے۔!"

"میں آپ کے پاس کیوں بھیجی گئی ہوں۔!"

"فی الحال محض جان پہچان پیدا کرنے کے لئے۔!"

پھر کرسٹوپاؤلس نے خود ہی آدھے گھنٹے بعد اُسے رخصت کر دیا تھا اور اب اس کی گاڑی نیلم پیلس کی طرف جا رہی تھی۔!

اس کے ذہن میں خوف کی وہ لرزشیں اب بھی موجود تھیں جن کا تعلق کرسٹوپاؤلس کی شخصیت سے تھا رینا اس سے خاصی مرعوب ہوئی تھی وہ کوشش کرنے لگی کہ اپنے ذہن سے ان تاثرات کو جھٹک دے۔ اس خوف زدگی سے قطع نظر کر کے بھی ایک عجیب سا احساس اس کے شعور پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ جب تک وہ اپنے اس قومی کام کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلی تھی اس سے متعلق بڑے خوش گوار تصورات رکھتی تھی۔ لیکن آج کرسٹوپاؤلس سے گفتگو کرنے کے بعد سے اس قومی جوش میں کسی قدر اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی ذہنی کیفیت کو کوئی واضح نام نہ دے سکی۔

نیلم پیلس کے پھاٹک پر پہرہ دینے والے مسلح سنتری نے الرٹ ہو کر اُسے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔

گاڑی رکنے پر وہ قریب آیا اور نہایت شستہ انگریزی میں اُس سے اس طرف آنے کا سبب دریافت کرنے لگا۔

"میں پرنس کی بیوی سے ملنا چاہتی ہوں۔!" رینا نے کہا۔

"کیا انہیں علم ہے کہ آپ تشریف لائیں گی۔!"

"نہیں۔!"

"تو پھر مجھے افسوس ہے کہ آپ نہ مل سکیں گی۔!"

"یہ بے حد ضروری ہے.... مجھے پرنس نے بھیجا ہے۔!"

"آپ کہیں سے بھی تشریف لائی ہوں محترمہ.. مادام اپائنٹمنٹ کے بغیر کسی سے بھی نہیں ملتیں!"

"میں فوری طور پر اپائنٹمنٹ چاہتی ہوں۔ اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا۔!"

سنتری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "اچھا ٹھہریئے.... میں فون پر سیکریٹری سے گفتگو کرتا ہوں۔ کیا نام بتاؤں آپ کا محترمہ۔!"

"ریناڈکسن....! تم انہیں بتاؤ کہ میں پرنس کا ایک پیغام لائی ہوں۔!"

سنتری پھاٹک سے ملحقہ کیبن میں داخل ہوا۔

دفعتاً رینا نے سوچا کہ اپائنٹمنٹ نہ ملے تو بہتر ہے۔ وہ ان لوگوں کے اُس تزک و احتشام کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اب اُسے پرنس عبدالمنان پر سچ مچ غصہ آنے لگا تھا۔ اس پائے کا آدمی اور اتنی گھٹیا قسم کی ازدواجی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اپنے ملک کے اتنے دولت مند آدمی تک تازندگی اس کی رسائی نہ ہو سکتی اور یہ عبدالمنان کتنی بے بسی سے اس کے رحم و کرم پر خود اُس کی چھت کے نیچے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ بے چارہ عبدالمنان غصے کے باوجود اُسے اس پر ترس آیا۔

اتنے میں سنتری بھی آ گیا.... اور پر تاسف لہجے میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے محترمہ.... مادام اپنی خواب گاہ میں ہیں.... ان کے آرام میں خلل نہیں ڈالا جا سکتا۔!"

"خیر.... پھر سہی....!" رینا نے مضطربانہ انداز میں کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے ٹھکانے کی طرف واپس جاتے وقت سوچ رہی تھی کہ عبدالمنان کا چھٹکارا اُس عورت سے ہونا ہی چاہئے۔ کرسٹوپاؤلس چیف ہی کا نمائندہ تو تھا۔ اس کی بھی یہی خواہش ہے کہ اُن دونوں میں علیحدگی ہو جائے۔!

پتہ نہیں یہ عبدالمنان کس قسم کا آدمی ہے۔ اگر سچ مچ وہ اپنی بیوی کو اتنا ہی چاہتا ہے تو پھر قدیم عشقیہ داستانوں پر یقین نہ کر لینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔!

کرسٹوپاؤلس نے اُسے تین مختلف فون نمبر دیئے تھے کہ وہ جب چاہے اُسے ان نمبروں پر تلاش کر سکتی ہے۔ رینا نے سوچا کیوں نہ شہر ہی کے کسی ٹیلی فون بوتھ سے اس کو بھی مطلع کر دے کہ پرنس کی بیوی سے اُس کی ملاقات نہیں ہو سکی۔

ایک جگہ گاڑی روک کر وہ اتری.... سامنے ہی ایک ڈرگ اسٹور تھا۔ اُس کے فون پر کرسٹو

پاؤلس کے دیئے گئے نمبر ڈائیل کرنے شروع کئے۔ وہ دوسرے نمبر پر مل گیا۔

رینا نے اُسے بتایا کہ وہ مادام روشی سے نہیں مل سکی۔

"تم اُسے سنبھالے رکھو جو تمہارے قبضے میں ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بقیہ معاملات میں خود دیکھوں گا۔ اس کی دلجوئی کرو۔!"

"اچھا....!" رینا نے طویل سانس لی اور ریسیور رکھ دیا۔

گھر پہنچی تو ملازم نے بتایا کہ دیر سے ایک آدمی مہمان کے کمرے میں ہے اور کبھی کبھی دونوں جوش میں آ کر اونچی آوازوں میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔

کمرے کا دروازہ اندر سے بولٹ کر دیا گیا تھا۔

ان دونوں کی آوازیں باہر بھی سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن موضوع گفتگو رینا کی سمجھ میں نہ آ سکا۔

اس نے دروازے پر دستک دی اور اندر فوری طور پر خاموشی چھا گئی پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔

"میں معافی چاہتا ہوں محترمہ....!" دروازہ کھولنے والے نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "آپ غالباً پرنس کے میزبان ہیں۔!"

پھر وہ ایک طرف ہٹ گیا اور رینا اندر داخل ہوئی۔

سامنے آرام کرسی پر پرنس نظر آیا۔ اُس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔

"مادام روشی سے ملاقات نہیں ہو سکی۔!" رینا نے پرنس سے کہا۔

اتنے میں دوسرا آدمی آگے بڑھ کر بولا۔ "میں مادام روشی کا وکیل ہوں وہ اس سلسلے میں کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتیں۔!"

"تو تم یہاں کیا کر رہے ہو....!" رینا کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"میں پرنس سے گفتگو کر رہا تھا۔!"

"کسی قسم کی گفتگو نہیں ہو سکتی۔!"

"میں نہیں سمجھا محترمہ....!" وکیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پرنس کے وکیل کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں ہو سکتی۔!"

"لیکن پرنس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں محترمہ....!"

"مجھ کو اعتراض ہے.... یہ میرے مہمان ہیں.... تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ.... پرنس نے سمن لے لیا ہے۔ اب عدالت ہی میں سارے معاملات طے ہوں گے۔!"

"لیکن پرنس تو.... کہہ رہے تھے۔!"

"پرنس کچھ بھی نہیں کہہ رہے تھے.... پرنس بیمار ہیں۔ اس قسم کی باتیں اُن کے اعصاب پر بُرا اثر ڈال سکتی ہیں۔!"

وکیل نے پرنس کی طرف دیکھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔!" پرنس بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیکن ابھی تو آپ....!"

"بس....!" رینا ہاتھ اٹھا کر چیخی۔ "باہر چلو.... اس کمرے میں کوئی بات نہیں ہو سکتی۔!"

"آپ میری توہین کر رہی ہیں محترمہ....!"

"تم جاتے ہو یا نوکروں کو آواز دوں۔!" رینا بالکل ہی آپے سے باہر ہو گئی۔

"میں جا رہا ہوں.... میں جا رہا ہوں....!" وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "لیکن شائد آپ کو بھی عدالت میں حاضر ہونا پڑے۔!"

رینا سختی سے ہونٹ بھینچے اُسے گھورتی رہی۔ وہ باہر چلا گیا۔ اسکے بعد وہ بھی کمرے سے نکلی تھی۔ اُس کو شدت سے غصہ آیا۔ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ وکیل وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر پرنس کے کمرے میں آئی۔

پرنس کی آنکھیں بند تھیں وہ آرام کرسی پر پڑا ہوا تھا۔

"مجھے افسوس ہے۔!" رینا بولی۔ "میری عدم موجودگی میں تمہیں پریشانی ہوئی۔!"

پرنس نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں اور اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ گہرے غم کی پرچھائیں اس کے چہرے پر لرز رہی تھی۔!

"تم بالکل فکر نہ کرو.... آخری سانسوں تک میں تمہارے لئے لڑوں گی۔!"

رینا آگے بڑھتی ہوئی بولی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ دو موٹے موٹے قطرے پرنس کی آنکھوں سے ڈھلک گئے۔!

یک بیک رینا کو پھر غصہ آگیا اور وہ پیر پٹخ کر بولی۔ "پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو۔!"

"مجھے آج تک کوئی بھی نہیں سمجھ پایا۔!" پرنس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کرسی سے اٹھ گیا۔

"ارے....!" رینا متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹی۔

"یہی تو میری بدنصیبی ہے۔!" وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "چلو بیرونی برآمدے میں بیٹھیں.... میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔!"

"چچ.... چلو....!" وہ اُسے گھورتی ہوئی ہکلائی۔

اس کا اس طرح اچانک اپنے پیروں پر چل پڑنا معجزہ ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آج صبح دو نوکروں مدد سے وہ بیرونی برآمدے میں لایا گیا تھا۔ نوکر بھی اُسے بڑی حیرت سے دیکھتے رہے۔

برآمدے میں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رینا خاموش کھڑی رہی۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ....!" پرنس ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میں تمہیں بتاؤں کہ یہ سب کیونکر ہوا۔!"

رینا بیٹھ گئی۔

"اس نابنجار کی ایک بات پر مجھے اس شدت سے غصہ آیا کہ میں اس پر جھپٹ پڑا۔ یقین رو.... اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں کبھی کسی تکلیف میں مبتلا نہ رہا ہوں اور پھر اُسے قع مل گیا.... بلیک میلر.... کتا....!"

"کس بات کا موقع مل گیا....؟"

"وہ کہنے لگا کہ میں اچانک اپاہج ہو جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوں۔ اب تو مادام روشی کا کیس اور ی مضبوط ہو گیا۔"

"لیکن وہ آیا کیوں تھا....؟"

"یہ میری بدنصیبی کی ایک لمبی داستان ہے۔!"

"اب اگر تم نے اپنے لئے لفظ بدنصیبی استعمال کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔

رینا نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میں تمہارا محل دیکھ آئی ہوں۔ اتنے دولت مند ہونے کے باوجود کن تم باہمت نہیں ہو۔ مجھے افسوس ہے۔!"

"وہ.... وہ عورت میری کمزوری ہے۔!"

"بکواس ہے.... تم نے فرض کر لیا ہے.... وہم میں مبتلا ہو صرف وہی عورت تم جیسے مرد

کی کمزور ہو سکتی ہے۔ جو تمہیں شدت سے چاہتی ہو۔!"

"پتہ نہیں....! میری سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"وہ کیوں آیا تھا....؟"

"روشی کا پیغام لایا تھا.... کہہ رہا تھا کہ وہ عدالت سے اپنی درخواست واپس لے سکتی ہے بشرطیکہ میں اپنا ایک کارخانہ اس کے بھائی کے نام منتقل کردوں۔!"

"ہوں....!" رینا اُسے گھورتی ہوئی غرائی۔ "اب تک اس قسم کے کتنے سودے ہو چکے ہیں۔!"

"نہیں نہیں.... اسے سودے بازی نہ سمجھو....!" وہ دردناک لہجے میں بولا۔

"تم میرے سوالات کا صرف جواب دو پرنس....!"

"میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میرے پاس جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ بہرحال میں اُسے بہت کچھ دے چکا ہوں۔"

"تو پھر تم اس بات پر تیار ہو گئے تھے۔!"

"میری دشواریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو اچھی لڑکی....!"

رینا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اُسے بغور دیکھتی ہوئی بولی۔ "تمہیں اتنا غصہ کس بات پر آیا تھا کہ تم بے ساختہ اس پر جھپٹ پڑے تھے۔!"

"وہ دوسری بات تھی۔!" پرنس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور نظریں نیچی کر لیں۔

"تم مجھے سب کچھ بتاؤ۔!"

"اُس نے مجھے دھمکی دی تھی۔!"

"کس قسم کی دھمکی....؟"

"اس نے کہا تھا کہ اس نے روشی کے لئے بہت سی خدمات انجام دی ہیں اور وہ صحیح معنوں میں اُس کا معیار ہے۔ ہو سکتا ہے تجھ سے گلوخلاصی کے بعد وہ اسی سے شادی کرے۔!"

"آہا....!" رینا زہریلے لہجے میں بولی۔ "تو یہ جوشِ رقابت تھا جس نے تمہیں اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا۔!"

"جو بھی سمجھو....!" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

"ادھر! میری طرف دیکھو تم وہی کرو گے جو میں کہوں گی۔ اس کیس کو عدالت میں جانے دو۔ ہاں کیا تم نیلم پیلس بھی اُس کے نام منتقل کر چکے ہو۔!"

"نہیں ایسا تو نہیں ہوا....!"

"اندازاً.... وہ اب تک تم سے کتنا وصول کر چکی ہو گی۔!"

"دس لاکھ کیش اور دو کارخانے۔!"

"خدا کی پناہ.... اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم قریب قریب کنگال ہو چکے ہو۔!"

"کنگال....!" وہ احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "نہیں تو.... بھلا اتنے میں کوئی کنگال کیونکر ہونے لگا۔!"

"کیا تمہارا ایسا کوئی دوست نہیں تھا جو تمہیں اُس کے چنگل میں نہ پھنسنے دیتا۔!"

"پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بھلا اس میں پھنسنے پھنسانے کی کیا بات ہے۔ میں نے اُسے چاہا۔ اس سے شادی کی۔ پھر اس کے مطالبات پورے کرتا رہا۔ کون ہے اس دنیا میں جسے دولت کی خواہش نہ ہو۔ کون نہیں چاہتا کہ اس کے اعزہ بہتر طور پر زندگی بسر نہ کریں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کی ذات سے اُس کے اعزہ کو فائدہ پہنچے۔ کتنی عمدہ اسپرٹ ہے اُس کے دل میں انسانیت کا درد ہے۔ ایک کارخانہ اس نے اپنے ایک لنگڑے خالو کو دلوا دیا اور ایک کارخانہ اپنے بوڑھے باپ کو۔!"

رینا اُسے اس طرح دیکھے جا رہی تھی جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو کم از کم اس دنیا کی مخلوق تو ہرگز نہ ہو۔

"تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔!" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن یقین کرو کہ ایک دن تمہیں بالکل کنگال کر دے گی۔!"

"ارے ایسا نہیں.... ایسا بھی کیا....!"

"اچھا تو سنو.... تم سچ مچ بالکل احمق ہو.... اسی قابل ہو کہ لوگ تمہاری کھال اتار دیں۔ میری طرف دیکھو.... عورت کو صرف عورت ہی پہچان سکتی ہے۔ مرد نہیں.... تم اسے جذبات کی آنکھ سے دیکھتے ہو۔ عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھ سکتے۔!"

"ہاں یہ بات تو ہے....!" وہ بھولے پن سے بولا۔ "میں سوچتا ہوں مجھے عقل استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود ہی بہت بڑی دانش مند ہے۔!"

"واقعی دانش مند ہے۔!" وہ زہر خند کے ساتھ بولی۔ "اپنے بچے کے ساتھ ہی ساتھ تم جیسے بالغ کا بوجھ بھی کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔!"

"میں کیا کروں! میری باتیں کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صرف وہی سمجھ سکتی ہے۔!"

"اچھا عبدالمنان اب تم خاموش رہو۔!"

"وہ بھی آخر کار یہی کہنے لگتی ہے.... میں کیا کروں....؟"

اتنے میں وکیل کی گاڑی پھر آتی دکھائی دی۔ برآمدے کے قریب ہی آرکی تھی۔

"ایک بات تو رہ گئی پرنس....!" وہ گاڑی سے اترتا ہوا بلند آواز میں بولا۔

"مجھے بھی ایک بات کہنی تھی۔!" رینا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "اچھا ہوا تم واپس آگئے۔!"

وہ برآمدے کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن رینا کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

"پرنس....! میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے مادام روشی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی.... وہ خود ہی۔!"

"شٹ اپ....!" پرنس دہاڑتا ہوا اٹھ گیا۔

"وکیل کو جملہ پورا کرنے دو....!" رینا نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر آرام کرسی پر دھکیلتے ہوئے کہا۔ "ہاں وکیل تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہ مادام روشی ہی کی پیش کش ہے کہ وہ پرنس سے چھٹکارا پانے کے بعد مجھ سے شادی کریں گی۔!"

پرنس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان بند کر لئے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

رینا ہنس پڑی اور وہ قہر آلود نظروں سے اُسے گھورنے لگا۔

"بس اب میں چلا....!" وکیل واپسی کے لئے مڑتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو....!" رینا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "روشی سے کہہ دینا کہ میں اور پرنس پرانے دوست ہیں۔ کئی سال ہوئے ہماری ملاقات فلورنس میں ہوئی تھی۔ میں پرنس کو پسند کرتی ہوں لہٰذا اسے روشی سے چھڑا دینے میں اپنا سارا زور صرف کر دوں گی اور پھر ہم دونوں شادی کر لیں گے۔!"

"یہ بات ہے....!"

"بالکل....!"

رینا نے پرنس کے چہرے پر بے بسی کے آثار دیکھے! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شکاریوں کے درمیان کھڑا ہوا کوئی چوپایہ تن بہ تقدیر ہو گیا ہو۔!

وکیل نے ایک بار غور سے رینا کو دیکھا اور چپ چاپ گاڑی میں جا بیٹھا اور پھر جب اس کی گاڑی واپسی کے لئے مڑ رہی تھی پرنس کراہا۔ "تم نہیں سمجھ سکتیں کہ کیا کر گزری ہو۔!"

"تم اب کسی معاملے میں قطعی نہیں بولو گے... سمجھے.... میں ان دوغلی عورتوں سے نپٹنا خوب جانتی ہوں۔!"

"دوغلی....!" پرنس نے خوف زدہ لہجے میں دہرایا۔

"ہاں دوغلی... اگر وہ صرف انگریز یا خالص برمیز ہوتی تو اس سے ایسی حرکت سرزد نہ ہوتی۔!"

پرنس تھوک نگل کر منہ چلانے لگا۔

"میں سچ مچ تمہیں چاہنے لگی ہوں۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"بس یہی نہ کہو....!" پرنس زور دینے والے انداز میں بولا۔

"کیوں....؟"

"مجھے اس قسم کے الفاظ زہر لگنے لگے ہیں۔ وہ بھی ابتدا میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتی تھی۔!"

"ادھر دیکھو....! میری طرف.... کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے۔!"

"نہیں....!"

"تو پھر....؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!"

"کیا سمجھ میں نہیں آتا....!"

"میں کچھ دیر کے لئے تنہائی چاہتا ہوں۔!"

"تنہائی.... تعجب ہے کہ تمہیں آج تک تنہائی کا احساس نہیں ہوا۔ تم اس وقت بھی تنہا ہو۔ میری موجودگی میں۔!"

وہ سر اٹھائے ہونقوں کی طرح اُسے دیکھتا رہا۔ پھر رینا وہاں سے چلی گئی تھی۔

صفدر کنفیشن چیمبر سے چھٹکارا پانے کے بعد سے میک اپ میں رہنے لگا۔ اپنی پچھلی رہائش گاہ الال چھوڑ کر گرینڈ ہوٹل میں دو کمروں کی جگہ حاصل کر لی تھی اور عمران کے قیدیوں کی دیکھ بھال اسی کے ذمے تھی۔

جیری اور جری صرف لوسیل دے سوندے کی نشاندہی کر سکے تھے۔ دلبر سینا کس نے جن پانچ آدمیوں کے لئے پتے لکھوائے تھے ان میں جیری اور جرمی بھی شامل تھے لیکن جیری اور جرمی نے

دلبر سینا کس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

بقیہ تین آدمیوں کے پتے صفدر کے پاس موجود تھے۔ اُس نے اُن کے متعلق چھان بین کی تھی اور اب ایکس ٹو کو اس کی رپورٹ دینے جا رہا تھا۔

ہوٹل کا فون استعمال کرنے کے بجائے اس نے کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ کو ترجیح دی۔

نمبر ڈائیل کیے! لیکن دوسری طرف سے جواب نہ ملا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آتی رہی۔ اس نے ریسیور رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

پچھلی گرفتاریوں کے بعد سے انہیں ایکس ٹو سے ہدایت ملی تھی کہ وہ ساری رپورٹیں براہِ راست ایکسٹو ہی کو دیا کریں۔ اگر فون پر رابطہ قائم نہ ہو سکے تو پھر جولیانا فٹنر واٹر کو وہی رپورٹیں دے دی جائیں۔

صفدر نے جولیا کے نمبر ڈائیل کیے۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"صفدر.... رپورٹ ہے....!"

"وقت نہ ضائع کرو.... سائیکو مینشن پہنچ جاؤ.... احکامات بدل چکے ہیں۔ اب وہ ہماری اعلیٰ ذہنی تربیت کرنا چاہتا ہے....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"یہاں آئے بغیر نہیں سمجھ سکو گے۔ اگر کوئی رپورٹ ہے تو سب موجود ملیں گے۔!"

صفدر نے سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر آ گیا۔

اس کی گاڑی تو تباہ ہی ہو چکی تھی.... فوری طور پر کسی دوسری گاڑی کا انتظام نہیں ہو سکا تھا۔ سائیکو مینشن کی سرکاری گاڑیاں بہت ہی خاص حالات میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے آج کل ٹیکسیوں ہی کے سہارے بھاگ دوڑ والی زندگی گذر رہی تھی۔

وہ فٹ پاتھ پر کھڑا ہو کر کسی خالی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی۔

"سیدھے چلو....!" وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

ٹیکسی چل پڑی لیکن ٹھیک اسی وقت ایک دوسری گاڑی نے بھی صفدر کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ وہ داہنی جانب والی گلی کے سرے پر کھڑی تھی۔ ٹیکسی کے حرکت میں آتے ہی وہ

بھی سڑک پر آ گئی تھی۔ صفدر نے اپنی پوزیشن میں تبدیلی کی اور عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ گاڑی ٹیکسی کے پیچھے آ رہی تھی۔

"اگلے چوراہے پر بائیں جانب موڑ لینا۔!" صفدر نے ڈرائیور سے کہا۔

پچھلی گاڑی اب بھی سائے کی طرح ساتھ لگی نظر آئی۔

جلد ہی صفدر کو یقین ہو گیا کہ تعاقب کیا جا رہا ہے اس لئے اس نے سائیکو مینشن جانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ "اب اگلے موڑ سے مجھے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچا دو۔!"

کلب کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر ٹیکسی رک گئی۔ صفدر نہایت اطمینان سے نیچے اترا اور ڈرائیور کو کرایہ ادا کرنے لگا۔

دوسری گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل نہیں ہوئی تھی.... لیکن اُسے ڈرائیو کرنے والا پھاٹک پر دکھائی دیا.... صفدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر اپنے لئے ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا۔

تعاقب کرنے والی گاڑی کا مالک بھی کچھ دیر بعد ڈائننگ ہال میں نظر آیا۔

اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر کا اندازہ تھا کہ اس نے بھی اپنے لئے ایسی ہی میز منتخب کی ہے جہاں سے اُس پر بخوبی نظر رکھ سکے گا۔

اس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی طلب کی اور جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا چہرے سے سخت گیری عیاں تھی۔

وہ صفدر کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لیکن صفدر کو تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے ہزار آنکھوں سے گھورے جا رہا ہو۔

اس نے سوچا کہ اس تعاقب کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ میک اپ میں ہونے کے باوجود بھی وہ پہچانا جا چکا ہے۔ لیکن کس طرح؟ پھر اچانک اسے احساس ہوا.... وہ ان تینوں آدمیوں کے متعلق چھان بین کرتے وقت اُن کی توجہ کا مرکز بنا ہوگا۔ ویسے اُس نے اس میں خاصی احتیاط برتی تھی۔ اے ون خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے اور کسی خاص نظام کے تحت اس نے اپنا جال پورے شہر میں بچھا رکھا ہے۔

تعاقب کرنے والا ویٹر کو اپنا آرڈر نوٹ کرا رہا تھا۔ اس کے بعد صفدر نے اُسے کاؤنٹر کی

طرف جاتے دیکھا۔ سگریٹ سلگا کر وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ تعاقب کرنے والا اب کاؤنٹر کے فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔

دفعتاً صفدر کو خیال آیا کہ کہیں اب اُسے گھیرنے کی کوشش تو نہیں کی جا رہی ہے۔

اتنے میں ویٹر اس کے لئے کافی لایا.... اور اُس کے لوازمات میز پر رکھنے لگا۔

تعاقب کرنیوالے نے زیادہ دیر تک فون پر گفتگو نہیں کی تھی۔ وہ بھی اپنی میز پر واپس آگیا۔

صفدر اطمینان سے کافی پی رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کافی ختم کر کے وہ بھی کاؤنٹر ہی کا فون استعمال کرے گا اور اُس وقت تک باہر نہیں نکلے گا جب تک اس کے ساتھی وہاں نہ پہنچ جائیں۔

تعاقب کرنے والا آہستہ آہستہ کچھ کھا رہا تھا.... صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ محض وقت گذاری ہی کے لئے ہو سکتا ہے۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے.... اور اس دوران مین صفدر نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کرنا بھی ملتوی کر دیا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہی کام کرتے۔ اُن سے اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔

مزید پندرہ منٹ گذر گئے... تعاقب کرنیوالا اب کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر سگار پی رہا تھا۔

صفدر نے سوچا کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہئے وہ یقینی طور پر اپنے کچھ دوسرے ساتھیوں کو طلب کر کے ان کا منتظر ہے۔

ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کو کہا اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگانے لگا۔

صفدر آج زندگی میں پہلی بار نہ جانے کیوں اپنی قوت فیصلہ کھو بیٹھا تھا۔ کبھی سوچتا کہ ساتھیوں کو اس سچویشن سے مطلع کر دینا چاہئے اور کبھی سوچتا کہیں یہ محض اتفاق ہی نہ ہو۔!

وقت تیزی سے گذر رہا تھا.... دس منٹ مزید.... اسی حیص بیص کی نذر ہو گئے۔

تعاقب کرنے والے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اب یہیں ڈیرہ ڈال دینے کا ارادہ ہو۔

دفعتاً صفدر اپنی جگہ سے اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر کلرک نے سر اٹھا کر دیکھا۔

”فون....!“

اُس نے دوسرے سرے پر رکھے ہوئے فون کیطرف اشارہ کیا اور پھر رجسٹر کیطرف متوجہ ہو گیا۔

صفدر جھک کر نمبر ڈائیل کر ہی رہا تھا کہ بائیں پہلو میں کوئی سخت سی چیز چبھی.... وہ چونک کر مڑا۔ تعاقب کرنے والا اُس سے لگا کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اور پھر وہ صفدر کے تیور بدلنے سے پہلے ہی آہستہ سے بولا۔ ”جدوجہد کا نتیجہ میرے کوٹ کی جیب سے نکل کر تمہارے دل میں پیوست ہو سکتا ہے۔! لہٰذا خاموشی سے باہر نکل چلو....!“

”میں لٹریچر کا طالب علم نہیں ہوں....!“ صفدر خوش دلی سے ہنس کر بولا۔ ”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

پہلو میں چبھنے والی چیز کا دباؤ بڑھ گیا.... وہ کسی ریوالور کی نال ہی ہو سکتی تھی۔ جو حریف کے کوٹ کی جیب میں موجود تھا۔

صفدر ٹیلی فون چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب ریوالور کی نال کمر سے جا لگی تھی۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر کلرک نے اُن پر اچٹتی سی نظر ڈالی تھی اور پھر رجسٹر پر جھک پڑا تھا۔

وہ اسی طرح باہر آئے.... اجنبی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ”تم ہی ڈرائیو کرو گے۔!“

صفدر کمپاؤنڈ کے باہر اُس کی گاڑی کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کچھ کر گذرنا چاہئے.... لیکن حریف پوری طرح ہوشیار تھا اور ایسے مواقع پر استعمال کئے جانے والے ریوالوروں میں سائیلنسر ضرور لگا ہوتا ہے۔

طوعاً و کرہاً اُس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پھر اندر بیٹھ بھی گیا لیکن اس دوران میں ریوالور کے دباؤ میں کمی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ حریف ایک پل کے لئے بھی غافل نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی خود بھی گاڑی میں داخل ہوا تھا۔ بائیں ہاتھ سے وہ صفدر کو اگنیشن کی دیتا ہوا بولا۔ ”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرنا۔!“

صفدر احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”بالکل ایسی ہی ایک سچویشن میں نے کسی انگریزی فلم میں دیکھی تھی۔ غالباً تمہاری جیب میں سائیلنسر لگا ہوا ریوالور ہے لیکن آخر اس کا مطلب کیا ہے۔!“

وہ ہونقوں کے سے انداز میں سنجیدہ نظر آنے لگا۔

”چلو....!“ حریف آنکھیں نکال کر غرایا۔

”اس کا گیئر سسٹم تو سمجھا دو پہلے....! اس میک کی گاڑی میں نے پہلے کبھی نہیں چلائی۔!“

"پہلا نیچے، دوسرا اُوپر، تیسرا دبا کر نیچے اور چوتھا.... چلو بس....!"

صفدر نے اگنیشن میں کنجی لگائی.... انجن اسٹارٹ کیا.... گاڑی چل پڑی.... ریوالور کا دباؤ بائیں پہلو پر بدستور موجود تھا۔

"بس سیدھے چلو....!"

صفدر سوچ رہا تھا بُرے پھنسے.... یقیناً اُن تینوں کے متعلق چھان بین کرنے کے دوران ہی میں وہ ان لوگوں کی نظروں میں آ گیا ہوگا۔

ولبر سناکس کے بیان کے مطابق اُس کا چیف خطرناک آدمی تھا۔ ویسے وہ ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا تھا جن کے ذریعے اس کی نشان دہی ہو سکے۔ ڈی سوزا اس کی لڑکی اور ایک اجنبی غالباً اسی لئے اپنے انجام کو پہنچے تھے۔! الوسیل بھی شاید اسی پیش بینی کا شکار ہوئی تھی لیکن یہ تین آدمی اب بھی زندہ تھے جن کی نشان دہی ولبر سناکس نے کی تھی۔!

ہو سکتا ہے یہ تینوں اسی لئے اپنی جگہوں سے نہ ہٹائے گئے ہوں کہ چیف کو ولبر سناکس کے زندہ ہونے کا ثبوت مل سکے۔ کیونکہ اُن کی نشان دہی فی الحال وہی کر سکتا تھا اور وہ خود ان کی قید میں تھا۔

واقعات کا یہ موڑ خطرناک تھا۔! صفدر ایک بار عمران کی وجہ سے کنفیشن چیئر کی اذیتوں سے بچ گیا تھا لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ آج بھی کوئی انہونی ہو سکے اور عمران....؟ اس کا تو کہیں پتہ نہ تھا۔

کاش اُس سے یہ حماقت سرزد نہ ہوئی ہوتی۔ اسی وقت جولیا کو فون پر حالات سے آگاہ کر دیتا جب تعاقب کرنے والا کھانے میں مشغول تھا۔

"اب کیا ہو سکتا ہے۔!"

اُس نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی پیچھے کئی گاڑیاں تھیں۔ دفعتاً اُسے ایکس ٹو کا خیال آیا.... وہ تو کبھی غافل نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے پچھلی گاڑیوں میں کسی ایک میں خود موجود ہو۔

اس نے طویل سانس لی۔!

"اب بائیں جانب موڑ لو....!" حریف بولا۔

صفدر خاموشی سے اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ساحل کی طرف جا رہے تھے! سڑک سنسان تھی لیکن پیچھے ایک گاڑی ابھی تک عقب نما آئینے میں دکھائی دے رہی تھی۔! صفدر نے سوچا یقیناً وہ ایکس ٹو ہی ہو سکتا ہے یا پھر

اس نے اپنے کسی ماتحت ہی کو بروقت مطلع کر دیا ہو۔

پھر خیال آیا کہ تعاقب کرنیوالے نے بھی تو فون پر کسی سے گفتگو کی تھی۔ لیکن اگر اُس نے اپنے کچھ ساتھیوں کو وہاں بلایا تھا تو پھر تنہا ہی اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لے بیٹھا۔ کسی بھری پُری جگہ سے کسی کو اس طرح نکال لانا آسان کام تو نہیں ہو سکتا ہے۔ اُس نے صرف تعاقب کی اطلاع کسی کو دی ہو۔

کچھ بھی ہو.... اب اُسے آخری جدوجہد کے لئے تیار ہو جانا چاہئے ورنہ اگر انہوں نے اس کو اذیت رساں برقی کرسی پر بٹھا کر سب کچھ اگلوا لیا تو اُس کے بعد بھی اُسے موت ہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ شاید اسے خودکشی کرنی پڑے۔ کسی ایسے حادثے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو منہ دکھانے کے قابل کہاں رہتا۔

دفعتاً اس نے گاڑی بائیں جانب والی ڈھلان کی طرف موڑ دی۔ دونوں اگلے پہئے کچے میں اترے ہی تھے کہ اس نے بڑی پھرتی سے ایکسلیٹر چھوڑ کر بریک پر پیر رکھ دیا۔ ساتھ ہی بایاں ہاتھ ریوالور کی نال پر پڑا تھا۔

یہ سب کچھ آنِ واحد میں ہوا تھا۔ ریوالور کی پوزیشن میں تبدیلی ہوتے ہی صفدر وحشیانہ انداز میں اپنے حریف پر پل پڑا۔ اس کا ریوالور جیب سے باہر آ گیا تھا لیکن شاید لاکڈ ہونے کی وجہ سے وہ اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

صفدر نے اُسے قابل استعمال بنانے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس کا پیر بریک ہی پر جما ہوا تھا اور وہ اپنے حریف کو پیسے ڈال رہا تھا لیکن اس سے قطعی بے خبر رہا کہ پیچھے آنے والی گاڑی کب رکی تھی اور کب اس پر سے ایک آدمی اترا تھا اور ایک وزنی اوزار سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ اُن دونوں کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔

پھر اُسکی لاعلمی ہی میں اُس کے سر پر قیامت ٹوٹی وہ وزنی اوزار بڑی قوت سے استعمال کیا گیا تھا۔

اس کا ذہن خود فراموشی کی تاریک دلدل میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ دونوں بے خبر سو رہے تھے۔! کسی نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ گہرے اندھیرے میں آنکھیں کھلیں اور دونوں ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔

"شور مت کرو....!" ہلکی سی غراہٹ اندھیرے میں گونجی۔

وہ فوری طور پر ساکت ہو گئے۔ کٹہرے کے باہر گلیارے میں انہیں روشنی نہ دکھائی دی حالانکہ وہاں رات بھر روشنی رہتی تھی۔

عجیب سا سناٹا تھا جو ماحول پر طاری تھا۔ سنتریوں کے وزنی بوٹوں کی کھٹ پٹ بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔

”چپ چاپ باہر نکل چلو....!“ سناٹے میں تیز قسم کی سرگوشی ابھری۔

دونوں پہلے ہی کٹہرے کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔! کسی نے انہیں دھکیل کر کٹہرے سے باہر کر دیا۔ پھر زینوں کی طرف چلنے کے لئے کہا گیا۔

کھلی چھت پر پہنچنے کے بعد ہی وہ اس آدمی کو دیکھ سکے تھے۔ سرتاپا سیاہ پوش تاروں کی چھاؤں میں وہ ایک تاریک سایہ لگ رہا تھا۔

”کیا تم دونوں رسی کے سہارے نیچے اتر سکو گے....؟“ اس نے پوچھا۔ اُس کی آواز بھی عجیب تھی۔ پھنسی پھنسی....اس آواز میں ہلکی سی غراہٹ بھی شامل تھی۔!

”سرکس میں کام کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا....!“ جیمسن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ اس کے باوجود بھی تم دونوں رسی کے سہارے ہی نیچے جاؤ گے۔!“

”آپ کون ہیں جناب....؟“ ظفرالملک نے سوال کیا۔

”یہ سب کچھ تمہیں نیچے پہنچ کر معلوم ہو گا۔!“

”اگر کچھ معلوم کرنے کے قابل ہی نہ رہ گئے تو....؟“ جیمسن بول پڑا۔

”تم خاموش رہو....!“ ظفر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”تم میں سے ظفرالملک کون ہے....؟“ سیاہ پوش کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

”میں ہوں جناب....!“

”یہ لفافہ احتیاط سے رکھو.... نیچے گاڑی موجود ہے۔! وہ تمہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچائے گی۔ وہاں تم اس لفافے میں پائی جانے والی تحریر کے مطابق عمل کرنا....!“

حوالات کی عقبی دیوار کے قریب ہی انہیں ایک سیاہ رنگ کی وین کھڑی دکھائی دی تھی۔

نیچے پہنچ کر جیمسن آہستہ سے بڑبڑایا۔ ”کلاسیکی ادب میں کمند کا ذکر بھی جابجا ملتا ہے۔ لیکن افسوس چرخ کج رفتار سے ہمیں چھت کے نیچے نہ دیکھا گیا۔!“

گاڑی سے ایک آدمی اُتر کر اُن کی طرف بڑھا.... یہاں بھی اندھیرا ہی تھا وہ اُس کی شکل نہ دیکھ سکے۔

”گاڑی میں بیٹھ جاؤ.... جلدی کرو....!“ آنے والا قریب پہنچ کر بولا۔

آواز کچھ جانی پہچانی سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ گاڑی کے پچھلے حصے میں جا بیٹھے.... دروازہ بند کر دیا گیا۔

ابھی تک سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ گاڑی کا دروازہ بند ہو جانے پر کسی قدر حرارت کا احساس ہوا۔

گاڑی حرکت میں آچکی تھی۔ اندر اندھیرا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔

”وہ آدمی کون تھا....؟ یور ہائی نس....!“ جیمسن نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا....!“

”دیکھئے اب شامت کہاں لے جائے۔!“

”تم عورتوں کے سے انداز میں کیوں گفتگو کرنے لگے ہو۔!“

”اسے چھوڑیئے جناب والا.... میں بہت سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔!“

”کس مسئلے پر....؟“

”اگر آپ نے اس سرپھرے آدمی کا ساتھ نہ چھوڑا۔“

”خاموش....!“ ظفر نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر تم نے کسی کا نام لیا تو گلا گھونٹ دوں گا۔!“

”میں کسی پردہ نشین خاتون کا نام نہیں لینے جا رہا تھا کہ آپ اس طرح برافروختہ ہو گئے۔!“

”برافروختہ کیا....؟“

”مطلب یہ کہ آپے سے باہر ہو گئے۔ خیر اسے بھی چھوڑیئے..اس بات پر ایک شعر یاد آ گیا۔!۔

داورِ حشر مرا نامہ اعمال نہ دیکھ

اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں!“

ظفر کچھ نہ بولا.... تھوڑی دیر بعد گاڑی رکی۔ لیکن اُن سے اُترنے کو نہ کہا گیا۔

”اب کیا ہوا....؟“ جیمسن بڑبڑایا۔

”خاموش بیٹھے رہو....!“

دفعتاً گاڑی کا انجن پھر جاگا اور وہ حرکت میں آ گئی۔ لیکن اس بار زیادہ دور نہیں چلی تھی۔

جھٹکے کے ساتھ کار رکی اور عقبی دروازہ کھلتے ہی دونوں روشنی میں نہا گئے۔

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا.... جس میں تیز روشنی والے بلب جگمگا رہے تھے۔

"کیا یہ کسی فلم اسٹوڈیو کا کوئی فلور ہے..!" جیمسن نے ظفر سے پوچھا۔

"بکو مت.... نیچے اترو....!"

"او ہو....!" جیمسن نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کو حیرت سے دیکھا۔

"ہیلو کیپٹن خاور....!" ظفر اُس کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"تمہارا ملازم یہیں رہے گا....!" کیپٹن خاور بولا۔ "اور تمہیں اُن ہدایات پر عمل کرنا ہے جو تمہارے پاس موجود ہیں۔!"

"اوہو....!" ظفر کو لفافہ یاد آیا۔

لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے کی تحریر کے مطابق اُسے اب عمران کے میک اپ میں اسی کے فلیٹ میں رہائش اختیار کرنی تھی۔

"لیکن جیمسن....!" ظفر نے استفہامیہ نظروں سے خاور کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ یہیں رہے گا ہمارے ساتھ.... تم اُس کی فکر نہ کرو۔!"

"کیا یہاں اردو کا کلاسیکی لٹریچر فراہم ہو سکے گا جناب....!" جیمسن بول پڑا۔

"جو کچھ بھی چاہو گے مہیا کر دیا جائے گا۔!"

"مناسب ہے....!"

ظفر اُسے گھور کر رہ گیا۔

❖

صفدر اب پوری طرح ہوش میں تھا۔ لیکن سر کی تکلیف کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔

وہ اُن لوگوں کی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ اس وقت اُس کے قریب دو آدمی موجود تھے۔!

"یہ وہی ہے.... یقین کرو....!" ایک کہہ رہا تھا۔

"جب تک کوئی واضح ثبوت نہ ہو کیسے سمجھ لوں۔!" دوسری آواز آئی۔

"میں نے کوپر کے پاس تصویر دیکھی تھی جو اُسے چیف کی طرف سے موصول ہوئی ہے

مقصد یہ تھا کہ اس آدمی کو تلاش کیا جائے۔!"

"تو پھر کوپر کو یہاں بلاؤ.... اُسے ہدایت کرو کہ تصویر سمیت آئے۔!"

"کیا یہ میک اپ میں نہیں تھا....؟"

"یقیناً تھا....!"

"تو پھر....؟"

"بیکار بحثوں میں نہ پڑو.... کوپر کو بلاؤ....!"

چند لمحے خاموشی رہی پھر صفدر نے فون پر نمبر ڈائیل کرنے کی آواز سنی۔ پھر کہا گیا۔

"شائد کوپر موجود نہیں۔!"

"کہاں ہو گا....؟"

"شاید گرینڈ میں....!"

"اُسے یہاں موجود ہونا چاہئے۔ اگر ایسی کوئی بات ہے۔!"

"او ہو.... تو کیا اب مجھے گرینڈ جانا پڑے گا۔!"

"یقیناً....!"

"اچھی بات ہے....!"

"تم جانتے ہو کہ یہ کتنا ضروری ہے.... اگر ایسی کوئی بات ہے تو چیف کو اس سے فوری طور پر آگاہ ہونا چاہئے اور ہم میں صرف کوپر ہی ایسا ہے جو بروقت چیف سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔!"

"ٹھیک ہے.... مجھے دھیان نہیں تھا....!"

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سنی.... سر کی تکلیف بدستور موجود تھی۔ لیکن شاید اب وہ آنکھیں کھول سکتا تھا۔

آنکھوں میں خفیف سا درہ کر کے اس نے آواز کی جانب دیدے گھمائے۔

یہ تو وہی آدمی تھا.... جو اُسے ٹپ ٹاپ سے یہاں تک لایا تھا۔ اُس کی مٹھیاں بھنچنے لگیں۔

وہ آدمی اس کمرے میں تنہا تھا.... اور اب یہ سوچنے کا موقع قطعی نہیں تھا کہ یہاں کے مختلف حصوں میں اور کتنے آدمی موجود ہوں گے۔!

دفعتاً اس نے اپنے حلق سے عجیب سی آواز نکالی اور وہ آدمی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

صفدر نے اسی قسم کی کچھ اور آوازیں بھی نکالیں اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بستر کے قریب آ کھڑا ہوا۔

پھر قریب سے دیکھنے کے لئے اُس کے چہرے پر جھکا ہی تھا کہ صفدر نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن دبوچ لی۔ کچھ دیر پہلے محسوس کی جانے والی نقاہت حیرت انگیز طور پر زائل ہو چکی تھی اور وہ خود کو پہلے سے بھی توانا محسوس کرنے لگا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جان لے لینے یا دے دینے کا وحشیانہ جذبہ رہا ہو جس نے اُسے فی الفور اتنی توانائی بخش دی تھی۔

وہ اُس کا گلا گھونٹتا ہی چلا گیا۔ ویسے حریف بھی جان بچانے ہی کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ لہٰذا دفاعی حرکتیں شدید تھیں۔

وہ صفدر کے اوپر ہی گرا تھا اور اُسے پیس ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کئے دے رہا تھا۔ لیکن اس کی گردن پر صفدر کی گرفت بھی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ اب حریف ایک بوجھ کی طرح اس پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

وہ اسے پرے جھٹک کر اٹھ بیٹھا۔ وہ فرش پر جا پڑا تھا۔ اُس نے بڑی تیزی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ گاڑی کی کنجی اور ایک پرس کے علاوہ اور کچھ نہ بر آمد ہوا۔

پرس اس نے وہیں ڈال دیا اور میز پر سے اُس کی فیلٹ ہیٹ اٹھائی اور اسے سر پر جماتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔ سر پر بندھی ہوئی پٹی ہیٹ کے نیچے چھپ گئی تھی۔

راہداری میں اسٹینڈ پر ایک اوورکوٹ نظر آیا۔ صفدر نے اسے بھی کھینچا اور جلدی سے پہن لیا۔

اب وہ تیزی سے راہداری کے سرے کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

نکاسی کے دروازے کی تلاش تھی۔ اس کے علاوہ اور کسی طرف دھیان دینا نہیں چاہتا تھا۔

باورچی خانے کے قریب سے گذرتے وقت اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی موجود ہے۔

صدر دروازے پر پہنچ کر اس نے نہایت اطمینان سے ہینڈل گھمایا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔

باہر کمپاؤنڈ میں وہی کار کھڑی دکھائی دی۔ جس پر یہاں تک لایا گیا تھا۔ ایک بار پھر اُسے کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع ملا اور اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زیادہ دیر تک اسٹیئرنگ نہ کر سکے گا۔

پورا جسم کانپ رہا تھا.... اور سر کی تکلیف پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔

وہ جلد از جلد اس گاڑی سے بھی پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔

اندھیرا پھیل گیا تھا۔ سڑکوں کے پول روشن ہو چکے تھے اور سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام تھا۔

اس نے ایک جگہ گاڑی روکی اور نیچے اتر کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ آیا تھا اور چلتے وقت گاڑی کے نمبر ذہن نشین کرنا نہیں بھولا تھا۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کو اپنے رہائشی مکان کا پتہ بتایا۔ ہوٹل واپس جانا اب کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ اول تو چہرے سے میک اپ ہی اتر چکا تھا، دوم یہ کہ اُن لوگوں کو اس ٹھکانے کا علم تھا۔

بہر حال اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی اصل قیام گاہ ہی کا رخ کرتا۔ زخمی حالت میں کسی تیسرے ٹھکانے کی تلاش عقل مندانہ فعل نہ ہوتا۔

ٹیکسی کچھ دیر بعد اُس کے مکان کے سامنے رکی اور اب اُسے احساس ہوا کہ نہ اُس کی جیبوں میں پیسے موجود ہیں اور نہ مکان کے قفل کی کنجی.... وہ تو ہوٹل میں ہی رہ گئی تھی اور پرس ان لوگوں میں سے کسی نے غائب کر دیا تھا۔

حریف کا پرس بھی وہ وہیں پھینک آیا تھا۔ اب کیا کرے؟ دفعتاً اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"اُوہو.... یہاں تو قفل پڑا ہوا ہے شائد وہ لوگ موجود نہیں.... اچھا واپس چلو....!"

"کدھر صاحب....؟"

"تم چلو.... میں بتاؤں گا....!"

گاڑی پھر چل پڑی۔ تھوڑی دور پر ایک ڈرگ اسٹور تھا اس نے وہاں دوبارہ رکنے کو کہا۔

گاڑی سے اتر کر ڈرگ اسٹور میں آیا۔ یہاں کے سیلز مین اسے پہچانتے تھے اس نے اُن سے فون مانگا اور پہلے ہی معذرت کر لی کہ وہ کال کے پیسے ابھی نہ دے سکے گا۔

وہ سب اخلاقاً ہنس پڑے تھے۔ جیسے وہ مذاق کر رہا ہو۔

بہر حال اس نے فون پر جولیا کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

"اوہ تم....؟ کہاں غائب ہو گئے تھے....!" اس نے پوچھا۔

مفصل گفتگو کا موقع نہیں.... تم فوری طور پر کنگسٹن کے بس اسٹاپ پر پہنچو.... میرے لئے کچھ رقم بھی لیتی آنا.... جس ٹیکسی پر سفر کر رہا ہوں اسکا کرایہ ادا کرنے کیلئے جیب میں پیسے نہیں ہیں۔!"

"سنجیدہ ہو....؟"

"جلدی کرو!" اس نے ریسیور رکھ دیا اور سیل مینوں کا شکریہ ادا کر کے ٹیکسی میں آبیٹھا۔

"کنگسٹن کے بس اسٹاپ پر چلو.....!" صفدر نے ڈرائیور سے کہا۔

اس کا اندازہ تھا کہ جولیا اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جائے گی۔ کیونکہ کنگسٹن کا بس اسٹاپ سائیکو مینشن سے زیادہ دور نہیں تھا۔

جولیا کی گاڑی اُسے دور ہی سے نظر آگئی۔ اُس کے پیچھے پارک کرنے کی جگہ بھی موجود تھی۔ اس نے ٹیکسی وہیں رکوائی اور نیچے اتر کر میٹر دیکھنے لگا۔ جولیا اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے قریب آگئی تھی۔ اس نے کچھ نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔

صفدر نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا اور پھر جولیا کے ساتھ اس کی گاڑی میں آبیٹھا۔

"کدھر.....؟" جولیا نے پوچھا۔

"میں زخمی ہوں..... اور اب میرے جسم میں سکت نہیں رہی۔ مجھے سائیکو مینشن میں لے چلو..... میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ ٹیکسی وہاں لے جا کر کسی سے کرایہ دلواؤں۔!"

"اوہو..... اچھا.....!" جولیا نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

پرنس عبدالمنان رینا کے لئے اچھا خاصا کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہے۔

اب وہ روشی کا ذکر بھی چھیڑتی تو صاف اڑا جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے اُسے بھول ہی جانا چاہتا ہو۔

اُدھر چیف اے ون ہر روز رینا کو یقین دلانے کی کوشش کرتا رہتا کہ اس کے بھائی زندہ ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں لیکن کسی مصلحت کی بناء پر فی الحال ان لوگوں کو نہیں چھیڑنا چاہتا جو اُن کے اغواء کے ذمہ دار ہیں۔

پرنس عبدالمنان میں بھی وہ بہت شدت سے دلچسپی لے رہا تھا۔

آج ہی اُس نے اُس کے متعلق رینا کو کچھ ہدایات بھی دی تھیں اور رینا سوچ میں پڑ گئی تھی کہ عبدالمنان تو قطعی طور پر اس کا ذاتی مسئلہ تھا۔ پھر چیف بھی کیوں اس میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ اُس نے اس کو اپنے کارکن کرسٹوپاؤلس کے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ اس کے بھائیوں کی تلاش میں مدد دے گا۔ لیکن عبدالمنان کی کہانی سنتے ہی وہ بھی اس ملاقات کے اصل مقصد سے روگرداں

ہو گیا تھا۔ آخر وہ لوگ عبدالمنان کو کس مقصد کے حصول کے لئے ہموار کرنا چاہتے تھے۔

یہ مسئلہ اس کے لئے ایک نئی الجھن بن گیا تھا۔ لیکن وہ اس کا ذکر عبدالمنان سے نہ کر سکی۔

وہ تو بس اُسے مختلف قسم کی تفریحات میں الجھائے رہا کرتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اسے بتا رہی تھی کہ بیس بال کیسے کھیلا جاتا ہے۔ وہ خاموش ہوئی تو عبدالمنان اپنے قومی کھیل گلی ڈنڈے کے متعلق اُسے بتانے لگا۔

"دراصل.....!" وہ محققانہ شان سے بولا۔ "دنیا کے ہر کھیل کی موجد ہماری ہی قوم ہے۔ تم لوگوں نے ان میں کلی پھندے لگائے اور ہڑپ کر گئے مثال کے طور پر گلی ڈنڈے کو تم لوگوں نے کس قدر تصرف کے ساتھ کرکٹ یا بیس بال کی شکل میں اپنا لیا.....!"

"یہ غلط ہے..... تم نے اپنی گلی ڈنڈے میں کسی گیند کا ذکر نہیں کیا.....!"

"گلی کو گول کر کے گیند بنالیا تو لوگوں نے.....!"

"گلی کیسی ہوتی ہے.....؟"

"تم اس طرح نہیں سمجھ سکو گی.....!" عبدالمنان نے کہا اور گلی ڈنڈا بنانے کی فکر میں پڑ گیا۔

رینا کے ایک ملازم نے سامان فراہم کر دیا۔

رینا گلی کی شکل دیکھ کر بہت ہنسی اور بولی۔ "اسے کس طرح کھیلتے ہوں گے۔!"

"چلو میدان میں.....!"

"یہاں نہیں.....!"

"کیوں نہیں.....!"

"تم نے دیکھا نہیں..... ملازم کس طرح ہنس رہے تھے تمہیں گلی ڈنڈا بناتے دیکھ کر۔!"

"خوش ہو رہے تھے ہم لوگ قومی چیزیں دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو جاتے ہیں۔!"

"پھر بھی یہاں نہیں..... کہیں اور چلیں..... تم جب سے یہاں آئے ہو باہر نہیں نکلے۔!"

"یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر میری شکار گاہ ہے..... وہیں چلتے ہیں۔!"

"شکار گاہ.....؟"

"ہاں ہاں..... تمہیں حیرت کیوں ہے اُس رات ہم وہیں سے آرہے تھے۔!"

"کیا اس پر بھی روشی کا قبضہ ہے۔!"

"میری زندگی میں کسی چیز پر بھی کسی کا قبضہ نہیں۔!"

"اچھا تو چلو.... لیکن ہم شام سے پہلے واپس آجائیں گے۔!"

"اب تو نہیں جائیں گے....!" دفعتاً عبدالمنان کا موڈ بگڑ گیا۔

"کیوں کیا ہوا....؟"

"تم نے یہ کیوں کہا کہ نوکر مذاق اڑائیں گے۔!"

"ارے وہ ایسے ہی انداز میں ہنس رہے تھے۔!"

"مجھے ایسے لوگ ناپسند ہیں جو دوسروں کی رائے سے متاثر ہو کر کوئی کام نہ کر سکیں۔!"

"اچھا.... چلو باہر.... ویسے شکار گاہ بڑی خوبصورت جگہ ہو گی۔!"

"وہ پھر کبھی دکھادوں گا.... لیکن گلی ڈنڈا یہیں ہو گا۔!"

"چلو بھئی.... میرے خیال میں تو یہ یقیناً کوئی مضحکہ خیز کھیل ہو گا۔ اسی لئے وہ لوگ ہنـ رہے تھے۔!"

"پرواہ نہیں.... میں اکیلے کھیلوں گا میری قومی رگ پھڑک اٹھی ہے۔!"

عبدالمنان نے گلی ڈنڈا سنبھالا اور باہر نکل گیا۔

رینا نے شانوں کو جنبش دے کر بُرا سامنہ بنایا اور وہ بھی چل پڑی۔ پرنس کے بارے میں اُ نے یہ رائے قائم کی تھی وہ بہت ہی اعلیٰ قسم کا سنکی ہے۔!

باہر نکل کر اُس نے دیکھا کہ وہ زمین پر اکڑوں بیٹھا ہوا مٹی کھود رہا ہے۔

"یہ کیا کررہے ہو....؟" وہ قریب پہنچ کر بولی۔

"بل بنارہا تھا....!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"پھر بل پر گلی رکھ کر ڈنڈا سنبھالا اور اس سے پیچھے ہٹتے چلے جانے کو کہا۔

"بس وہیں رک جاؤ.... اب میں گلی اچھالوں گا.... اگر تم کیچ کر سکیں تو سمجھو میں آؤ ہو گیا۔ ورنہ پھر تمہیں ڈنڈے پر نشانہ لگانا پڑے گا۔ بس چلو تیار....!"

اُس نے گلی اچھالی.... لیکن رینا کیچ نہ کر سکی۔ اس نے ڈنڈا بل سے ایک ڈنڈے کے فاصلے رکھ دیا۔ اور چیخ کر بولا۔ "اب گلی اس طرح پھینکو کہ ڈنڈے سے آلگے.... میں آؤٹ ہو جاؤں گا۔!"

اس نے گلی پھینکی لیکن وہ ڈنڈے سے نہ لگی۔

پرنس بچوں کے سے انداز میں قلقاری مار کر ہنسا اور کھیل شروع کر دیا۔

گلی پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچی.... ساتھ ہی وہ رینا سے دوڑنے کو کہتا جارہا تھا۔ تین شاٹ گانے کے بعد اُس نے کہا۔ "میں ڈنڈا رکھنے جارہا ہوں۔ اب تمہیں یہاں سے نشانہ لگانا پڑے گا۔ ر آؤٹ کر دیا تو پھر تم کھیلو گی۔!"

"ڈنڈا کہاں رکھو گے۔!"

"وہیں بل کے قریب!"

"میرے فرشتے بھی اتنی دور نہ پھینک سکیں گے۔!" رینا طویل سانس لے کر بولی۔ اتنے میں ے اپنی رہائشی عمارت کے قریب سبز رنگ کی ایک گاڑی دکھائی دی۔

"اوہ.... یہ کمبخت کہاں سے آمرا....!" وہ بڑبڑائی۔

"کون ہے....؟"

"میرے بھائیوں کا ایک دوست.... آٹو موبائیل انجینئر ہے۔ اکثر ادھر سے گذرتا رہتا ہے ر کرے گا۔!"

"تم کھیلو.... جہنم میں جائے وہ....!"

"نہیں یہ بُری بات ہے۔! ہمیں فی الحال واپس چلنا چاہئے۔ شام کو کھیلیں گے۔!"

"جھاڑو پھیرو اس پر.... میرے قومی جوش پر پانی نہ پھیرو۔!"

"چلو....!" وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

پرنس مردہ چال سے اس کے ساتھ چلنے لگا اور وہ بولی۔

"اس کھیل میں بہت زیادہ دوڑنا پڑتا ہے۔ میرے بس سے باہر ہے کوئی آسان سا قومی کھیل بتاؤ۔!"

"گولیاں کھیلو گی....؟" پرنس نے پوچھا۔

"یہ کیا ہوتا ہے....!"

"تم لوگوں نے اس کھیل کو انلارج کر کے بلیرڈ بنالیا ہے۔!"

"دوڑنا نہیں پڑتا اس میں....!"

"نہیں بیٹھ کر کھیلتے ہیں۔!"

"تب تو ٹھیک ہے.... یہی کھیلیں گے۔!"

گاڑی سے ایک آدمی اترا تھا اور وہیں رک اُن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"دیکھو پرنس.....! یہ آدمی اکثر نشے میں بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی باتوں کا بُرا نہ ماننا۔!"

"اگر اس نے میرے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائی تو میں قطعی بُرا نہ مانوں گا۔! اگر کسی ہنس مکھ آدمی کو نشہ ہو جائے تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔!"

"لیکن تم کیوں نہیں پیتے.....!"

"اس کا تعلق میرے مذہبی جذبات سے ہے۔!"

"ہاں میں نے سنا ہے..... کٹر مسلمان شراب نہیں پیتے.....!"

"خیر میں کٹر تو نہیں ہو..... کٹر ہوتا تو تمہارے ساتھ گلی ڈنڈا نہ کھیل رہا ہوتا..... کٹر مسلمان غیر عورت کے سائے سے بھی بدکتا ہے۔!"

"اچھا بس اب خاموش رہو.....!"

وہ گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ نووارد ریناہی کی طرح سفید فام تھا۔

وہ لپک کر ان کی طرف بڑھا۔

"ہیلو..... رینا.....!"

"ہیلو..... ٹام.....!"

"نووارد نے سوالیہ نظروں سے پرنس کی طرف دیکھا۔!"

"یہ میرے دوست پرنس عبدالمنان ہیں اور یہ ولیم ٹومپسن میرے بھائیوں کے دوست ہیں۔!"

"تمہارا نہیں.....؟" اُس نے لگاوٹ کے انداز میں سوال کیا۔

"چلو اندر چلو.....!"

"جیری اور جرمی کہاں ہیں.....؟" اس نے پرنس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اس وقت موجود نہیں ہیں.....!" رینا نے کہا۔ یہ چیف ہی کی ہدایت تھی کہ اُن دونو کے اچانک غائب ہو جانے کو شہرت نہ دی جائے۔

نووارد سچ مچ کسی قدر نشے میں تھا۔ وہ نشست کے کمرے میں آئے۔

رینا محسوس کر رہی تھی کہ وہ پرنس کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھ یہ سمجھتے ہیں کہ سفید فام اقوام کو خدا نے دست خاص سے بنایا ہے اور وہ اس کی ارفع ترین تخلیق ہیں۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم جیسی اچھے ٹیسٹ کی لڑکی کسی مقامی آدمی کو دوست بنائے گی۔!" اس نے بالآخر کہا۔

رینا نے پرنس کی طرف دیکھا..... وہ ہنس پڑی..... پھر بولی۔

"پرنس بہت شائستہ آدمی ہیں۔!"

"جی نہیں.....!" پرنس ناک بھوں چڑھا کر بولا۔ "میں بھی دوسرے مقامیوں کی طرح بہت گھٹیا آدمی ہوں۔ بلکہ سرے سے آدمی ہی نہیں ہوں۔!"

"اوہو..... تم بُرا مان گئے پرنس..... ہنسی کی بات تھی۔!" رینا بولی۔

"پرنس.....!" نووارد حماقت آمیز لہجے میں بولا۔ "اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ پرنس ہیں۔ ہاؤ ڈو یو ڈو یور ہائی نس.....!"

"فائن.....!" پرنس کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

"تم کیا پیئو گے ٹام.....!" رینا جلدی سے بول پڑی۔

"جو بھی مل جائے..... میں بہت پیاسا ہوں۔!"

وہ وہاں سے اٹھ کر ڈائننگ روم میں آئی اور ریفریجریٹر سے بیئر کی ایک بوتل نکال کر ملازم کو دی۔

خود ڈرائنگ روم میں واپس آئی تو ان دونوں کے درمیان تیز کلامی کا آغاز ہو چکا تھا۔

وہ ولیم ٹامپسن کے چھچھورے پن سے بخوبی واقف تھی۔

"کیا بات ہے بھئی.....! تم لوگ چیخ رہے ہو۔!" اس نے زبردستی ہنس کر کہا۔

"یہ بے وقوف آدمی مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں شراب نہ پیا کروں۔!" ٹام غرایا۔ "تم جانتی ہو کہ اسی بات پر فادر جوشوا سے میری لڑائی ہو گئی تھی۔!"

"لڑائی کا انجام کیا ہوا تھا.....!" پرنس نے پوچھا۔ پھر ہنس کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ فادر جوشوا نے تمہاری پٹائی کر دی ہو گی۔!"

"بکواس بند کرو.....!" ٹام مٹھیاں بھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ارے یہ کیا حماقت ہے بیٹھ جاؤ.....!" رینا بوکھلا کر آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔!" پرنس نے ہنس کر کہا۔ "شائد مجھے اب فادر جوشوا کی جگہ سنبھالنی پڑے گی۔!"

"میں کہتی ہوں ٹام بیٹھ جاؤ.... اور پرنس تم خاموش رہو۔!"

"میں بالکل خاموش ہوں....!" پرنس نے کہا اور لاپرواہی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

ٹام ہانپتا ہوا بیٹھ گیا۔ اتنے میں ملازم نے بیئر کی ٹرے میز پر رکھ دی۔

پرنس اپنی کرسی وہاں سے کافی فاصلے پر لے گیا۔

"تم دیکھ رہی ہو....!" ٹام غرا کر رینا کی طرف مڑا۔

"اونہہ ختم کرو.... تم پیئو.... اُسے ہٹ جانے دو....!"

"یہ میری توہین ہے.... میں اسے مزا چکھاؤں گا۔!"

رینا نے بوتل کھولی اور گلاس میں انڈیلنے لگی.... پھر وہ بے تکی بکواس کرتا اور بیئر پیتا رہا۔

اس دوران میں ایک بار بھی اس نے اپنے دوستوں کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔

پرنس اس ماحول سے قطعی بیگانہ نظر آ رہا تھا۔

دفعتاً ٹام نے رینا سے کہا۔ "آج موسم بڑا خوش گوار ہے۔ میرے ساتھ کہیں چلو۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں فی الحال کہیں نہ جاسکوں گی۔!"

"یہ کیا بات ہوئی۔!"

"سچ مچ.... مجھے کچھ ضروری کام انجام دینے ہیں۔!"

"کام پھر کر لینا.... آج تو چلو....!" وہ آگے جھک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اس انداز میں رینا کو اتنا گھٹیا پن محسوس ہوا کہ وہ جھنجھلا گئی۔

"نہیں....! میں نہیں جاسکتی۔!" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"تم اس گدھے کو یہاں چھوڑ کر میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں۔!" ٹام پرنس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"بہت ہو گیا۔!" پرنس اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بہت ہی نرم لہجے میں بولا۔ "اب یہ تمہاری توہین کر رہا ہے اسے میں برداشت نہیں کر سکتا۔!"

"تم کیا بگاڑ لو گے میرا....!" ٹام بھی اٹھتا ہوا بولا۔

"تمہیں اٹھاؤں گا اور گاڑی میں رکھ آؤں گا۔!" پرنس نے نرمی سے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں جھلاہٹ یا غصے کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ٹام تم واقعی حد سے بڑھ رہے ہو۔!" رینا غصیلے لہجے میں بولی۔ "ہمارے درمیان کبھی اتنی بے تکلفی نہیں رہی۔ تمہارے اس لہجے کو جیری اور جرمی بھی برداشت نہ کر سکتے۔!"

"کوئی شریف آدمی نہیں برداشت کر سکتا محترمہ....!" پرنس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔!" ٹام گھونسہ تان کر پرنس پر جھپٹ پڑا۔

پرنس نے بڑی پھرتی سے اس کا وار خالی دے کر اس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ لیکن اُسے منہ کے بل فرش پر نہ گرنے دیا۔ وہ گر ہی رہا تھا کہ بجلی کی سی سرعت سے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر سر سے اونچا اٹھا لیا۔

رینا بے حس و حرکت کھڑی دیکھتی رہی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ وہ دخل اندازی بھی نہیں کر سکی تھی۔

پرنس اس کو اسی طرح اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

رینا کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ وہ بھی غیر ارادی طور پر اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

ٹام اسکے ہاتھوں میں بالکل بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیہوش ہو گیا ہو۔

وہ اس کو اُسی طرح اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا اور گاڑی کے قریب پہنچ کر رینا کی طرف مڑے بغیر بولا۔ "ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول دو....!"

رینا نے بے چون و چرا تعمیل کی اور پھر وہ اسے دروازے سے ٹھونسنے کی کوشش کرنے لگا۔!

ٹام سچ مچ بے ہوش ہی لگ رہا تھا۔ اُسے سیٹ پر اسٹیئرنگ کے سامنے بٹھا دینے کے بعد پرنس نے ایسے ہی اطمینان سے دروازہ بند کیا تھا جیسے کسی معزز مہمان کو رخصت کر رہا ہو۔

رینا نے مڑ کر دیکھا... تینوں ملازم برآمدے میں کھڑے حیرت سے انہیں دیکھے جا رہے تھے۔

"اب یہ ہوش میں آکر یہاں سے رخصت ہو جائے گا تو پھر گلی ڈنڈا جمائیں گے۔!" پرنس نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

"اسے.... کک.... کیا ہو گیا ہے....!" رینا ہکلائی۔

"میرا خیال ہے بیہوش ہو گیا ہے۔ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔" پرنس نے لاپرواہی سے کہا اور ہاتھ کھڑکی سے اندر لے جا کر ٹام کی گدی سہلانے لگا۔ اس کا سر پشت گاہ سے ٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

"آخر یہ کیونکر ہوا....!" رینا آگے بڑھ کر بولی۔

"مجھے خود نہیں معلوم!" پرنس نے لاپرواہی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے میرا ہاتھ زور سے پڑ گیا ہو۔!"

"اس کو یہاں سے چلا جانا چاہئے۔!" رینا نے مضطربانہ انداز میں کہا اور مڑ کر نوکروں کی طرف دیکھنے لگی۔

"فکر نہ کرو جلد ہی ہوش میں آئے گا۔!"

"لیکن اگر ہوش آنے پر پھر جھگڑا شروع کر دیا تو....؟"

"تو پھر اس بار گاڑی سمیت اٹھا کر سڑک تک پہنچانا پڑے گا۔!"

"مجھے حیرت ہے تم آخر ہو کیا چیز.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔!"

"کبھی کبھی میں بالکل ہی پاگل ہو جاتا ہوں۔!"

"لیکن....!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ ٹام کے جسم میں جنبش ہوئی تھی۔

پرنس کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر گاڑی کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

ٹام نے آنکھیں کھولیں.... تھوڑی دیر تک خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر ڈیش بورڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ رینا خاموش کھڑی رہی۔

اس نے رینا کی طرف دیکھے بغیر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

رینا نے پرنس کی طرف دیکھا جو احمقانہ انداز میں دور ہوتی ہوئی گاڑی کو گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ چونکا اور رینا سے بولا۔ "چلو اب تم کو گلی ڈنڈے کا دوسرا طریقہ سکھاؤں۔ یہ کھیل کئی طرح کھیلا جاتا ہے۔ اب جو طریقہ بتاؤں گا اس میں گلی کے آگے دوڑنا پڑتا ہے.... اگر کوئی بھی شاٹ تم نے کیچ کر لیا تو میں آؤٹ....!"

"خدا کے لئے خاموش رہو.... ورنہ شاید اب میں بیہوش ہو کر گر جاؤں۔!"

"کیوں....؟" بڑے بھولے پن سے سوال کیا گیا۔

"اندر چلو....!" وہ برآمدے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

وہ سوچ رہی تھی یہ وہی آدمی تو ہے جو پچھلے دنوں ایک اپاہج کی حیثیت سے اس کے رحم و کرم پر پڑا ہوا تھا اور آج اس نے ٹام جیسے ہٹے کٹے آدمی کی یہ درگت بنائی۔

اُسے اُس رات کا منظر بھی یاد آیا جب روشی اُسے خواب گاہ میں دوڑاتی پھر رہی تھی اور وہ اس

طرح گھگھیا رہا تھا جیسے وہ اُس کے ہاتھ پیر توڑ دینے کا ارادہ رکھتی ہو۔

ڈرائینگ روم میں پہنچ کر وہ کرسی میں گر گئی۔

پرنس خاموش کھڑا اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔

"اب کیا سوچ رہے ہو....!" رینا بالآخر بولی۔

"کیا تمہاری طبیعت خراب ہے۔!" پرنس نے سوال کیا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ ٹام بہت کینہ توز آدمی ہے۔!"

"تو اس میں میرا کیا قصور....!"

"تمہیں بہت ہوشیار رہنا پڑے گا۔! وہ میرے ملک کے ایک ایسے خطے کا باشندہ ہے جہاں کے لوگ معاف کرنا تو جانتے ہی نہیں۔ زندگی میں ان کا جواب روئے زمین پر نہ مل سکے گا۔!"

"اس واقعہ کو بیس منٹ سے زیادہ گذر چکے! لہٰذا اب میں اس کے متعلق کسی قسم کی بھی گفتگو پسند نہیں کروں گا۔ گلی ڈنڈے کی بات کرو....!"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ تم وہی آدمی ہو۔ اس بد مزاج عورت کے ڈرپوک شوہر۔!"

"رینا پلیز....!" وہ احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولا اور خود بھی سامنے والی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

اس کے چہرے پر دفعتاً مردنی سی چھا گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے ستاروں کی طرح دمکنے والی آنکھیں حیرت انگیز طور پر دھندلا گئی تھیں!

رینا اُسے بغور دیکھتی رہی۔ پھر تیزی سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "ارے یہ کیا ہو گیا تمہیں۔!"

"کچھ نہیں...!" اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"واقعی تم حیرت انگیز ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ بے بسی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔

"تمہارا جیسا بے جگر آدمی کسی عورت سے اس حد تک متاثر ہو یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیوں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔!"

"میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ اس کا نام مت لیا کرو۔!" وہ مضمحل سی آواز میں بولا۔

"نام لینے سے کیا ہوتا ہے۔!"

"میرے ذہن کو جھٹکا سا لگتا ہے اور طاقت جواب دینے لگتی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا

کیوں ہے۔!"

"تھوڑی سی نفسیات میں نے بھی پڑھی ہے۔ لیکن تمہارا کیس بالکل انوکھا ہے۔! آخر اس مرض کو کیا نام دیا جائے۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"تو پھر اب تم کس طرح معمول پر آؤ گے۔!"

"میں نہیں جانتا.... کچھ نہیں جانتا۔!"

"اچھا چلو.... گلی ڈنڈا کھیلیں۔!"

"موڈ تباہ کر دیا تم نے.... اب اس وقت مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔!"

صفدر سائیکو مینشن ہی میں مقیم تھا۔ اس کا زخم کافی گہرا ثابت ہوا تھا۔ اس لئے اسے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ صرف آرام کرے۔

اس عمارت کی نگرانی چوہان اور خاور کر رہے تھے جہاں سے صفدر زخمی حالت میں فرار ہوا تھا۔

یہ ساحلی علاقے کی ایک عمارت تھی۔ یہاں کی آبادی زیادہ گھنی نہیں تھی۔ عمارتیں ایک دوسری سے فاصلے پر واقع تھیں اور ابھی یہاں تعمیر کا کام جاری تھا۔ اسے ایک زیر تعمیر بستی کہنا مناسب ہوتا۔ اس عمارت کے قریب بھی ایک پلاٹ کی بنیادیں بھری جا رہی تھیں۔ اس لئے خاور اور چوہان کو مزدوروں میں شامل ہونے کا موقع مل گیا۔

کام کا سلسلہ اُس عمارت کی کمپاؤنڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ چوہان اور خاور کمپاؤنڈ کے قریب ہی تھے وہ لوہے کی سلاخیں سیدھی کرنے میں لوہار کو مدد دے رہے تھے۔

یہاں سے پھاٹک کی نگرانی بخوبی کی جا سکتی تھی۔ انہوں نے صبح ہی صبح پھاٹک میں ایک گاڑی داخل ہوتے دیکھی جسے ایک پادری ڈرائیو کر رہا تھا۔ سفید فام آدمی تھا۔ اُس کی سیاہ گھنی ڈاڑھی نے اُس کے چہرے کو پُر تقدس بنا دیا تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

پھر کچھ دیر بعد ایک ٹرک پھاٹک پر آرکا۔ پھاٹک سے گذر کر اندر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اس کی چوڑائی پھاٹک کی چوڑائی سے زیادہ تھی۔

"کیا چکر ہے....؟" چوہان بڑبڑایا۔

"میرا خیال ہے وہ لاش کو یہاں سے نکال لے جانے کی فکر میں ہیں۔!"

"لاش....؟"

"صفدر کا خیال ہے کہ اس نے مار ڈالنے کی حد تک اُس کا گلا گھونٹ دیا تھا۔!"

"ممکن ہے....! لیکن کچھ دیر پہلے ایک پادری بھی تو اندر گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اُسے تابوت میں لے جائیں گے اور کسی قبرستان میں دفن کر دیں گے۔!"

چوہان کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد خاور کے شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ اندر سے ایک تابوت لایا گیا تھا اور اب ٹرک پر رکھا جا رہا تھا۔ لیکن اٹھانے والوں کی کمی کی بناء پر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔!

پادری کے علاوہ دو سفید فام آدمی اور بھی تابوت کے ساتھ تھے۔ لیکن انہوں نے تابوت میں ہاتھ نہیں لگایا تھا دو مقامی آدمی اُسے اندر سے اٹھا کر لائے تھے۔ اور اب وہی اُسے ٹرک پر چڑھانے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔ دفعتاً پادری مزدوروں کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا۔

چوہان نے اٹھنا ہی چاہا تھا کہ خاور اُس کا زانو دبا کر بڑبڑایا۔ "خود سے نہیں۔ اگر وہ بلائے تو۔!"

اتنے میں پادری کچھ اور قریب آکر بولا۔ "میرے بچو! کیا تم اپنے بھائیوں کی مدد نہ کرو گے۔!"

وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوہار بھی اُن کے ساتھ ہی تابوت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اُن سبھوں نے تابوت کو ٹرک پر رکھوا دیا۔

"اگر آگے بھی ضرورت ہو تو.... انہیں بھیج دوں۔!" لوہار نے چوہان اور خاور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں... شکریہ... تم پر برکتیں نازل ہوں۔!" پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ وہ لوگ پیچھے ہٹ آئے۔

ٹرک آگے بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پادری کی گاڑی بھی نکل گئی۔

"ہم تعاقب بھی نہیں کر سکتے۔!" چوہان نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

"ٹرک اور کار کے نمبر ذہن نشین کر لو.... اتنا ہی کافی ہے۔!" خاور بولا۔

پھاٹک پر ایک دیسی ملازم کھڑا گاڑیوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئیں وہ واپسی کیلئے پھاٹک میں مڑنے لگا۔ لیکن اس سے پہلے ہی چوہان اور خاور اسکے پاس پہنچ چکے تھے۔

"کون مر گیا بھائی....؟" خاور نے اس سے پوچھا۔

"صاحب....!" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ "رات اچانک ہارٹ فیل ہو گیا۔!"

"انگریز تھے....!"

"نہیں پھلپائن کے....!"

"کیا کرتے تھے....؟"

"مشینوں کا دھندا تھا....!"

"بیوی بچے ہیں....!"

"نہیں وہ ملک میں ہیں۔!"

"بڑا افسوس ہوا....!" دونوں نے بیک وقت کہا اور ملازم واپسی کے لئے مڑ گیا۔

وہ پھر اپنے کام پر واپس آئے۔ خاور کو ہدایت ملی تھی کہ وہ صرف نگرانی کرتا رہے کسی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ چوہان کو اس کا علم نہیں تھا۔ اُسے صرف خاور کے مشوروں پر عمل کرنا تھا۔

ان میں لیفٹیننٹ صدیقی موجود نہیں تھا اور وہ اسی کے منتظر تھے۔ صفدر کا زخم مندمل ہونے لگا تھا اور اس کی جنرل کنڈیشن بھی ٹھیک ہی تھی۔ اس لئے وہ بھی موجود تھا اور اس نے اُن تینوں کی کہانی چھیڑ رکھی تھی جن کی نگرانی کے دوران میں وہ اُن لوگوں کی نظروں میں آ گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"ہارپر اُن میں سب سے نمایاں ہے۔! کیونکہ وہ ایک بہت اچھا مصور ہے۔ آرٹ کونسل کے کارکنوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابھی حال ہی میں اس کی تصاویر کی نمائش بھی ہو چکی ہے۔ جو بہت زیادہ کامیاب رہی تھی۔"

"دلبر ساکس تصویروں کے فریم بنا کر اسی کے پاس تو پہنچایا کرتا تھا۔!" جولیا بولی۔

"بقیہ دو آدمی کون ہیں....!" چوہان نے پوچھا۔

"دونوں آٹو موبائیل انجینئرز ہیں۔!" صفدر بولا۔ "ایک کا نام کرسٹوفر بکسلے ہے اور دوسرے کو موبی ٹرنر....!"

اتنے میں صدیقی آ گیا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔

"کیا رہا....؟" جولیا نے اُس سے پوچھا۔

"کار ایک پادری کی ہے۔ نام فرڈی نینڈ.... ایک غیر ملکی تبلیغی جماعت کا سربراہ ہے اور مرنے ا فلپائن کا باشندہ تھا۔ جارج تھیو نام تھا۔ ایک جاپانی فرم کا نمائندہ تھا۔ ٹرک بھی اسی تبلیغی اعت کی ملکیت ہے۔!"

"بڑا لمبا چوڑا جال پھیلایا ہے۔ ان لوگوں نے۔" صفدر بولا۔

"ضروری نہیں کہ پادری بھی ان سے متعلق ہو۔!" جولیا بولی۔

اس کے اس خیال پر کسی نے رائے زنی نہیں کی تھی۔!

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ جولیا نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"اوہ ہیلو....!" وہ مسکرائی۔ "ہاں.... ہاں.... اوہ.... اچھا.... میں بھلا کیا مشورے دے تی ہوں۔ جو مناسب سمجھو کرو.... تم نے تو اُسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ اکثر فخریہ کہا تا ہے کہ اُس نے تمہیں اپنی ٹرو کاپی بنا دیا ہے۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے.... اچھا.... ہاں.... خود تمادی بحال رکھو۔!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر ہنستی ہوئی دوسروں کی طرف مڑی۔

"کون تھا....!" صفدر نے پوچھا۔

"ظفر الملک....! عمران کے فلیٹ میں.... زندگی سے تنگ سلیمان اور جوزف اس کا دماغ اٹ رہے ہیں اور اب مسٹر رحمان نے گھر پر طلب کیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ عمران کی گھریلو زندگی کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ مسٹر رحمان سے کیونکر نپٹے گا۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!" صفدر بڑبڑایا۔

"کیا ہو رہا ہے....؟" تنویر آنکھیں نکال کر بولا۔ "وہ شیخ چلی مصیبتیں تلاش کر کے لاتا ہے ور ایکس ٹو کے سر منڈھ دیتا ہے۔!"

"لیکن وہ ہے کہاں....؟" جولیا نے صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے علم نہیں۔!"

"تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو۔!"

"خواہ مخواہ میرے بیان پر شبہہ نہ کرو۔!"

"ہو گا....!" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ "آٹھ بجنے والے ہیں۔ میں آپریشن روم میں جا رہی

ہوں۔ دن بھر کی رپورٹ دینی ہے۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو گے ہو سکتا ہے کچھ ہدایات ملیں۔!"
ان دنوں ایکس ٹو سے ایک مقررہ وقت پر صرف ٹرانس میٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا!

ظفرالملک بحیثیت عمران اتنے شدید زکام میں مبتلا تھا کہ آواز بیٹھ گئی تھی۔ گفتگو کر سکتا تھا لیکن حلق سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے کسی مینڈک کو برحمت پروردگار نطق انسانی نصیب ہو گیا ہو۔

اس وقت وہ نشست کے کمرے میں ناشتہ کر رہا تھا۔ سلیمان میز پر ناشتہ لگا کر ترکاریاں خریدنے نیچے چلا گیا تھا۔

واپسی پر ظفر نے اُس کے ہاتھوں میں ایک بڑا سا گوبھی کا پھول دیکھا!

"ٹھہرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

سلیمان رک گیا۔

"اسے کہاں لئے جا رہے ہو۔!"

"باورچی خانے میں۔!" سلیمان نے خوش ہو کر جواب دیا۔

"نہیں.... اسے گلدان میں سجادو....!"

"گلدان میں....!"

"ہاں.... کفائت شعاری سکھا رہا ہوں تجھے۔! آج اس سے سجاوٹ کا کام لے۔ کل ہانڈی کی نذر کر دیجو....!"

"میں صدقے قربان.... آپ بولے تو....!" سلیمان کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔

"میری آواز بیٹھ گئی ہے۔!"

"خدارا.... مجھے بتائیے کہ آپ نے خودکشی کی کیوں کوشش کی تھی۔!"

"خودکشی ہی کا موڈ تھا۔!"

"تو پھر بچ کیوں گئے....؟"

"اُو.... مردود تو میرا اثاثہ ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔!" ظفر گھونسہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

"اس سے زیادہ مجھے اس کی فکر تھی کہ اس کا لئے کو ایک کوڑی بھی نہ مل سکے۔!"

"جاؤ دوپہر کا کھانا تیار کرو....!" ظفر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"پھول گلدان میں سجادیا جائے گا تو پھر کیا اپنا مغز پکاؤں گا۔ آج ناغے کا دن ہے گوشت نہیں ملا۔!"

"مرغ....!"

"جی.... ای.... ای.... ایغ....!" سلیمان کی آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑیں۔!

ظفر نے فوراً اندازہ کر لیا کہ شاید عمران سے اس قسم کا مشورہ غیر متوقع ہو گا۔ لہٰذا فوراً سنبھل کر بولا۔ "ناکام خودکشی کے بعد سے زبان کچھ چٹوری ہو گئی ہے۔ چٹ پٹی چیزیں کھانے کو دل چاہتا ہے۔!"

"ایک بار پھر کوشش کیجئے جناب عالی.... تاکہ یہ ذوق اور پختہ ہو جائے۔!"

ظفر نے پرس سے دس کا ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھاگ جاؤ....!"

"ڈیڑھ ماہ بعد مرغ نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ شکر ہے تیرا....!"

"اسی طرح دوسروں کے سامنے بھی تو بکواس کرتا ہو گا۔!"

سلیمان پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہے....؟"

"آپ تو بالکل ہی بدل گئے ہیں صاحب۔!"

"کیا مطلب....؟"

"یہی کہ.... دوسروں کے سامنے کہنے سننے والی بات.... آپ کو کب پرواہ ہوتی تھی چاہے بن چوراہے پر کھڑا ہو کر فریاد کرتا۔!"

"واقعی!" ظفر خیالات میں کھو جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بڑبڑایا۔ "کیا میں سچ مچ بدل گیا ہوں۔!"

پھر چونک کر بولا۔ "اُوہ.... مردود تم سچ مچ چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں۔!"

"اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں جا کر مرغ لے آؤں.... ورنہ دیر ہو جانے پر صرف ہڈیاں در پسلیاں ہاتھ آئیں گی۔!"

"ہاں.... جاؤ.... ہڈی ایک بھی نہ ہونی چاہئے۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی.... اور اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔ "تم ابھی تک نہیں پہنچے۔!"

"جی.... وہ سینے میں شدید درد.... میرا خیال ہے نمونیا ہو گیا ہے۔!"

"آپ کا خیال؟"

"جی ہاں۔۔۔!"

"گدھے ہو۔۔۔ فوراً آؤ۔۔۔ میں گھر پر ہی۔۔۔ آج آفس نہیں جاؤں گا۔!"

"جج۔۔۔جی۔۔۔ بہت اچھا۔۔۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ سلیمان کمرے سے جا چکا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب جانا پڑے گا۔ رحمان صاحب بہر حال عمران کے باپ ہیں اگر انہوں نے پہچان لیا تو۔

جولیا سے مشورہ لے چکا تھا۔ لیکن رحمان صاحب اُسے کیوں بلا رہے ہیں۔ کیا پوچھیں گے؟ ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات پوچھ بیٹھیں جس کا علم اُسے نہ ہو۔۔۔ اونہہ دیکھا جائے گا۔!

پندرہ منٹ کے اندر اندر وہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

رحمان صاحب اس کے منتظر تھے۔ دیکھتے ہی پوچھا۔ "کس کا علاج کر رہے ہو۔!"

"فی الحال سینے پر آئیوڈکس کی مالش کر لی ہے۔!"

رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا۔۔۔ اور ظفر گڑبڑا گیا۔

کیا کوئی غلطی ہو گئی۔۔۔ کوئی ایسی بات جو عمران کے لئے غیر معمولی ہو۔

"خیر تمہارا اپنا معاملہ ہے۔!" انہوں نے تھوڑی دیر بعد خشک لہجے میں کہا۔ "تم نے خودکشی کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا۔ کیا سیدھی طرح اطلاع نہیں دے سکتے تھے کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ پولیس کسٹڈی ہونے کے باوجود بھی مجرموں کے استعمال میں تھی۔!"

"مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کوئی بات سیدھی طرح کی ہو۔!" ظفر نے جی کڑا کر کے کہا۔ "اب یہی دیکھئے کہ خودکشی بھی سیدھی طرح نہ کر سکا۔ کبھی کسی کو کہتے سنا تھا کہ غذا بھی اگر اعتدال کے ساتھ نہ ہو تو وہ بھی زہر بن سکتی ہے لہٰذا حلوہ پوری ٹھونس لیا حلق تک اور پھر پتہ نہیں کیا گھپلا ہوا کہ یہ نامعقول غذا زہر بن سکی میرے لئے۔!"

"میں نے تمہیں بکواس کے لئے نہیں بلایا۔!" رحمان صاحب گرجے "ظفر الملک کہاں ہے؟"

"ارے باپ رے۔!" ظفر نے بالکل عمران کی ایکٹنگ کی حالانکہ اپنا نام سن کر وہ چوکڑی بھول

گیا تھا۔ پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ہکلانے لگا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ حوالات۔۔۔!"

"بکواس ہے۔۔۔! اب وہ حوالات میں نہیں ہے۔!"

"پپ پھر کہاں ہے۔۔۔؟"

"یہ تم بتاؤ گے۔!"

"ام۔۔۔ام۔۔۔ اماں بی کہاں ہیں۔!"

"گھر میں آج میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔!"

"یہ تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔ بہت اچھی بات ہے۔!" ظفر خوش ہو کر بولا۔

"پھر بکواس شروع کر دی۔!"

"جی۔۔۔ دراصل۔۔۔ اب میری دنیا بدل گئی ہے۔۔۔ اپنے کئے پر نادم ہوں۔ آپ کے قدموں پر سر جھکاتا ہوں۔!" ظفر کہتا ہوا اٹھا اور رحمان صاحب کے قدموں پر جھک گیا۔

دفعتاً رحمان صاحب چونک پڑے۔ پھر۔۔۔ پھر انہوں نے کرسی پیچھے کھسکائی اور جیب سے چھوٹا سا براؤنی پستول نکال کر گرجے۔ "سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!"

ظفر نے ان کے ہاتھوں میں پستول دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا۔

"جج۔۔۔جی۔۔۔!"

"تم عمران نہیں ہو۔۔۔ وہ مصلحتاً بھی میرے قدموں پر سر نہیں جھکا سکتا۔!"

"بتاؤ تم کون ہو۔۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔!"

"آپ کے ہاتھوں مرنا تھا۔۔۔ بھلا خودکشی کیونکر کامیاب ہوتی۔ اب یہ وقت آ گیا ہے کہ پ بیٹے کو نہیں پہچانتا۔۔۔ حالانکہ ابھی کل ہی میں نے ایک فلم میں دیکھا تھا۔!"

"اپنی اصلی آواز میں بکواس کرو۔۔۔ گلا رندھ جانے کی ایکٹنگ ختم کر دو۔۔۔ ورنہ سچ مچ حلق ں خراشیں پڑ جائیں گی۔!" رحمان صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!"

"سچی بات اگل دو۔۔۔ ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔!"

"کچھ نہیں.... میرا خیال ہے کہ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ لیکن تم میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکو گے۔ عمران کہاں ہے۔!"

"جناب عالی پہچاننے مجھے.... ہر چند کہ نالائق ہوں مگر آپ ہی کا بیٹا ہوں۔!"

"اچھی ایکٹنگ کر لیتے ہو.... تم ظفر الملک ہو۔!"

"مرضی کے مالک ہیں... نجم الدولہ اور دبیر الملک... کے خطاب سے بھی نواز سکتے ہیں۔!"

"بیٹھ جاؤ....!" رحمان صاحب نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پستول پھر جیب میں ڈال لیا۔

ظفر نے طویل سانس لی اور چپ چاپ سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا۔

"حوالات سے اپنے فرار کو کوئی غیر معمولی واقعہ نہ سمجھ لینا۔!"

"جو آپ فرمائیں گے! وہی سمجھوں گا۔!" ظفر نے مودبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہے۔!"

ظفر کچھ نہ بولا۔ "رحمان صاحب کہتے رہے۔ اکثر تمہارے چچا مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ عمران نے تمہیں تباہ کر دیا۔!"

"یہ قطعی غلط ہے جناب عالی۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اب وہ خود میری وجہ سے تباہ ہو جائیں گے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میں ان کے دونوں ملازموں کی عادتیں خراب کئے دے رہا ہوں۔ وہ انہیں جزرسی کا سبق دیتے تھے۔ میں روزانہ مرغ پکوانے کا پروگرام بنا بیٹھا ہوں۔!"

"فضول باتیں ختم کرو۔ میرے پاس وقت کم ہے۔!" رحمان صاحب گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولے۔ "عمران کہاں ہے....؟"

"یقین فرمائیے.... مجھے علم نہیں۔!"

"تم اس کے فلیٹ میں کیوں مقیم ہو۔!"

"مجھے ان کا ایک خط ملا تھا اسی کے مطابق یہ سب کچھ کرنا پڑا تھا۔!"

اس نے رحمان صاحب کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھے۔

"اچھا سنو....!" وہ تھوڑی دیر بعد متفکرانہ لہجے میں بولے۔ "جب بھی اُس سے ملاقات ہو میرے پاس بھیج دینا۔ اس سے کہنا یہ ایک قطعی نجی معاملہ ہے.... اس کے معاملات سے اس

کوئی سروکار نہیں۔!"

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔!"

"نہیں تمہارے بس کا روگ نہیں۔ اچھا اب جاؤ۔!"

ظفر اٹھ گیا۔ کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر اُس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

سلیمان اور جوزف اُسے نہیں پہچان سکے تھے۔ لیکن رحمان صاحب کی تیز نظروں سے وہ نہ بچ سکا۔

فٹ پاتھ پر رک کر وہ کسی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ کیا رحمان صاحب کسی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کوئی ایسی دشواری جس پر ان کے سرکاری اختیارات بھی قابو نہ پا سکے ہوں۔ عمران جیسے معتوب کی ضرورت اس شدت سے محسوس کرنے کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے؟ اسے تو صرف عمران کی ہدایات پر عمل کرنا تھا.... یا پھر اسی کی ہدایت کے مطابق جولیانا فٹنر واٹر کے مشوروں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی اور وہ فلیٹ میں واپس آ گیا۔ جوزف سٹنگ روم میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا بات ہے....؟"

"ڈینی کی کال آئی تھی باس وہ آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔!"

"ڈینی....؟ کون ڈینی....!"

"ڈینی کو بھول گئے باس.... وہی ڈینی جس کے سرکس سمیت تم شکرال گئے تھے۔ اس نے اپنا نمبر نوٹ کرایا ہے۔ کہا ہے جیسے ہی تم آؤ گے اُسے رنگ کر لو۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں اتنا بیمار ہوں۔ سینے میں درد ہے گلا رندھ گیا ہے۔ میں اُسے رنگ کروں گا۔ ہونہہ.... تم خود رنگ کر کے پوچھو کیا بات ہے۔!"

جوزف نے شانوں کو جنبش دی.... اور میز کی طرف بڑھ کر فون پر نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

"ہلو.... ڈینی.... ہاں.... باس واپس آ گئے ہیں۔ لیکن بیمار ہیں۔ سینے میں درد ہے.... گلا رندھ گیا ہے.... دیر تک گفتگو نہ کرنا.... انہیں تکلیف ہو گی.... اچھا.... اچھا۔!"

جوزف نے خاموش ہو کر ریسیور ظفر کی طرف بڑھا دیا۔

"ہلو....!" ظفر نے پھنسی پھنسی آواز نکالی۔

"ماسٹر عمران.... ہاؤڈو یوڈو....!"

"میں بیمار ہوں دوست....!"

"تمہارے لئے ایک اطلاع ہے.... کچھ لوگوں کو تمہارے ایک ساتھی کی تلاش ہے....اُن کے پاس اس کی ایک تصویر ہے۔!"

"اُوہو.... کس کی تصویر ہے۔!"

"مجھے اس کا نام یاد نہیں لیکن.... میں نے اُسے اکثر تمہارے ساتھ دیکھا ہے....اس نے تمہارے ساتھ سفر بھی کیا تھا۔!"

"سفر میں تو کئی ساتھی تھے.... تصویر دیکھے بغیر میں کیونکر اندازہ کر سکوں گا۔!"

"تصویر! انہیں کے پاس ہے.... لیکن میں نے ان پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اُس سے شناسائی رکھتا ہوں۔ البتہ میں نے تمہارا ذکر اُن سے کر دیا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میں نے اُن سے کہا کہ میرا ایک دوست اگر شہر میں موجود ہے تو اس تلاش میں مدد دے سکے گا۔ لیکن وہ بھاری معاوضہ لئے بغیر کام نہیں کرتا۔!"

"یہ تم نے اچھا کیا....!"

"تو پھر انہیں بھیج دوں.... تمہارا پتہ بتا کر....!"

"کیا وہ غیر ملکی ہیں....؟"

"لڑکی غیر ملکی ہے.... لیکن اس کے دونوں ساتھی مقامی ہی ہیں۔!"

"تلاش کیوں ہے....!"

"لڑکی کا لہجہ بڑا رومینٹک تھا....ماسٹر.... میرا خیال ہے کہ کبھی دونوں ملے تھے اور اب لڑکی کو اس کی تلاش ہے۔!"

"لیکن میں بیمار ہوں دوست.... پھر بھی تم انہیں میرا پتہ بتا سکتے ہو۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونیکی آواز سنکر اس نے بھی ریسیور جوزف کیطرف بڑھادیا۔

"کیا کہہ رہا تھا باس....!" جوزف بولا۔ "مجھے تمہارا یہ دوست ڈینی بہت اچھا لگتا ہے۔!"

"کیا عمر ہو گی اس کی....!"

"عمر....؟ کیا تم نہیں جانتے باس....!"

"اس خودکشی کے بعد سے میری یادداشت پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ ڈینی کون ہے۔!"

"باس....!" جوزف نے دانت نکال دیئے۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے ظفر کے بیان پر یقین نہیں آیا۔

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو ان حالات سے آگاہ ہونا چاہئے لیکن اسے کہاں تلاش کیا جائے۔ جولیانافٹنر واٹر کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کہاں مل سکے گا۔!

پھر بھی ظفر نے مناسب سمجھا کہ جولیا کو اس نئی خبر سے مطلع کر دیا جائے۔

جولیا کا مشورہ تھا کہ وہ اُس پارٹی سے ضرور ملے اور اُسے حالات سے آگاہ کرتا رہے۔ اس بار بھی اس نے عمران کے "محل وقوع" سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔

ظفر نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ایک گھنٹے بعد ڈینی کی کال پھر آئی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ دونوں پارٹیوں کی ملاقات آٹھ بجے شب ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں ہونی چاہئے۔ ظفر نے فون کر کے وہاں ایک میز مخصوص کرائی۔

سات بجے پھر ڈینی کی کال آئی۔ اس نے بتایا کہ وہ لڑکی اسی کے ساتھ کلب آئے گی۔

سوال یہ تھا کہ ظفر ڈینی کو کیسے پہچانے گا۔

اُس نے جوزف کو آواز دی اور اس سے پھر ڈینی کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"باس....!" جوزف حیرت سے بولا۔ "میں سمجھ نہیں سکتا کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ جب تمہاری طبیعت خراب ہے تو اُسے یہیں بلواؤ کلب جانے کی کیا ضرورت ہے۔!"

"پھر کیا کروں....؟ میں تو اُس سے کہہ چکا ہوں کہ آٹھ بجے تک کلب پہنچ جاؤں گا۔!"

جوزف نے پھر اُسے حیرت سے دیکھا۔

"باس یقیناً تمہاری طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے۔ تم آرام کرو.... میں کلب جا کر انہیں یہیں لاؤں گا۔!"

ظفر نے طویل سانس لی.... حقیقتاً اُسے کلب جانے سے انکار کر دینا چاہئے تھا کیونکہ وہ تو "علیل" تھا۔

ساڑھے سات بجے جوزف کلب کے لئے روانہ ہو گیا اور ظفر کوشش کرنے لگا کہ اس پر کچھ اور زیادہ "علالت" طاری ہو جائے۔ سوا آٹھ بجے جوزف تنہا واپس آیا۔

ظفر نے اس کے چہرے پر عجیب سی سرخی دیکھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ پُر جوش لہجے میں بولا۔ "بہت اچھا ہوا باس کہ تم نہیں گئے۔!"

"کیوں....؟ کیا ہوا....!"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے.... وہ یہاں آنے پر تیار نہیں ہوئی اور میں چاروں طرف خطرے کی بو سونگھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھنی جھاڑیوں میں بے شمار نیزہ بردار چھپے بیٹھے ہوں۔!"

"کیا تو نے وہاں بھی پی لی تھی....؟"

"نہیں باس قسم لے لو.... میں اپنی چھ بوتلوں سے آگے قدم نہیں بڑھاتا۔!"

"کلب میں گھنی جھاڑیوں کا ذکر کر رہا تھا۔!"

"میرا مطلب تھا کہ اس وقت میں نے ایسا محسوس کیا تھا جیسے اپنے جنگلوں سے گذر رہا ہوں اور کئی لوگ میری تاک میں ہوں۔!"

"اچھا بکواس بند.... اگر وہ کوئی لڑکی تھی تو اچھا ہوا نہیں آئی ورنہ میری آواز سن کر اُسے گہرا صدمہ پہنچتا۔!"

"ڈینی نے مجھے بھی وہ تصویر دکھائی تھی۔ جانتے ہو کس کی تصویر تھی۔!"

"میں کیا جانوں؟ تو خواہ مخواہ بات کو طول دے رہا ہے۔!"

"تمہارے دوست مسٹر صفدر کی.... لڑکی کو اس کی تلاش ہے لیکن میں ایسا بن گیا جیسے تصویر میرے لئے کسی اجنبی کی ہو۔!"

"تم نے ڈینی سے تو اس کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔!"

"قطعی نہیں باس....! میں نے بالکل چپ سادھ لی تھی۔ بہر حال لڑکی نے کہا کہ اس وقت وہ جلدی میں ہے.... پھر سہی۔!"

"ہوں.... اچھا....!"

"ڈینی دس بجے تمہیں پھر فون کرے گا۔!" جوزف بولا۔

ظفر دس بجے والی کال کا انتظار کرتا رہا.... فی الحال اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ جولیا کو

جوزف کی لائی ہوئی اطلاع سے آگاہ کر دے۔ اسے دیکھنا تھا کہ ڈینی دس بجے کس قسم کی گفتگو کرنے والا ہے۔ اس دوران میں وہ جوزف سے ڈینی کے متعلق معلومات فراہم کرتا رہا۔

"سچ بتاؤ.... تم خود کشی کیوں کرنا چاہتے تھے۔!" جوزف اچانک پوچھ بیٹھا۔

"ہوں....!" ظفر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "میں تجھے بتا دوں گا لیکن اگر تو نے کسی سے اس کا ذکر کیا تو تیری خیر نہیں۔!"

"میں تذکرہ کروں گا....؟" جوزف نے غمگین لہجے میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میری ماں مجھے روئے! تمہاری زبان سے کیسی باتیں سن رہا ہوں۔!"

"بات ایسی ہی ہے کہ تو خوش ہو ہو کر دوسروں کو بتاتا پھرے گا۔!"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ باس....!" اس کا لہجہ کچھ اور زیادہ دردناک ہو گیا۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

جوزف نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا پھر ظفر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ڈینی ولسن باس....!"

ڈینی اندر آیا.... ظفر نے بڑی گرم جوشی سے اُس کا استقبال کیا۔ ڈینی نے حسب عادت اس وقت بھی پی رکھی تھی۔ اس نے اپنے مخصوص پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ہلو ماسٹر....! مجھے افسوس ہے کہ تم بیمار ہو۔ لیکن کیا کر سکتا ہوں میرا بس چلے تو دنیا میں کسی کو بھی بیمار نہ ہونے دوں۔!"

"شکریہ ڈینی....! بیٹھ جاؤ.... آج سردی بڑھ گئی ہے۔!" ظفر بولا۔ "میں تو تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔!"

"میں نے سوچا یہ بہت بُری بات ہو گی اگر تمہاری عیادت کو نہ آؤں۔ یہ بات اور ہے کہ معمولی حالات میں مہینوں ہماری ملاقات نہ ہوتی ہو۔!"

"خیر اب بتاؤ کہ کیا قصہ ہے۔!"

"لڑکی کا نام روزا فرڈی ننڈ ہے......ایک غیر ملکی پادری فرڈی ننڈ کی بیٹی ہے۔ اپنے باپ کی لاعلمی میں تمہارے دوست کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ تمہارا ملازم بھی اس دوست کو نہ پہچان سکا۔!"

"تم نے اُسے یہ تو نہیں بتایا کہ وہ میرا دوست ہے۔!"

"ہرگز نہیں ماسٹر....!اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ایک تصویر اور بھی تھی اس کے پاس۔بڑا بھیانک چہرہ تھا اس کا۔وہ کہہ رہی تھی کہ اُن دونوں کے درمیان تفریق کا باعث وہی بھیانک چہرے والا بنا تھا۔!"

"اوہو....تو پریم کہانی ہے....!" ظفر سر ہلا کر بولا۔

"یہی چیز ہے....جو اُسے دربدر پھرا رہی ہے۔!محبت بڑی ظالم چیز ہے ماسٹر....!"

"وہ یہاں کیوں نہیں آئی....!"

"پتہ نہیں....!"

"تم نے دو مقامی آدمیوں کا ذکر کیا تھا۔!"

"وہ یہاں کسی فرم میں ملازم ہیں۔وہ دراصل میری شہرت کی بناء پر اُسے میرے پاس لائے تھے۔!تم جانتے ہی ہو ماسٹر کہ اس بے خبری کے عالم میں بھی مجھ سے زیادہ باخبر آدمی پورے شہر میں کوئی دوسرا نہ ہوگا۔!"

"ہاں میں تمہاری شہرت سے بخوبی واقف ہوں۔!"

"تم یقیناً یہ جاننے کے لئے بے چین ہو گے کہ وہ دوست کون ہے۔!"

"قدرتی بات ہے ڈینی....!"

"مجھے افسوس ہے کہ تصویر اس سے حاصل نہ کر سکا۔!"

"ابھی تم نے کسی پادری کا نام لیا تھا....!"

"فادر فرڈی ننڈ....ایک غیر ملکی مبلغ ہے۔!"

"کیا تم اس سے واقف ہو۔!"

"ہاں میں نے اُسے دیکھا ہے۔!"

"پتہ معلوم ہے۔!"

"نہیں....!لڑکی نے پتہ نہیں بتایا تھا۔لیکن ماسٹر میں نے اُسے یقین دلایا ہے کہ اس کا کام اس شہر میں تمہارے علاوہ اور کوئی نہ کر سکے گا۔!"

"شکریہ ڈینی....تم میرے لئے بزنس لائے ہو۔بتاؤ تمہاری کیا تواضع کروں؟"

"تم کیا تواضع کرو گے جب کہ شراب جیسی نعمت سے محروم ہو....!"

"ہاں میں تمہیں شراب تو نہ پیش کر سکوں گا۔!"

"کوئی بات نہیں!مجھے شکایت بھی نہ ہوگی۔!"

"تو کیا تم نے اُسے میرے فلیٹ کا پتہ بتا دیا ہے۔!"

"ہاں....شائد وہ کل آئے!میری دانست میں آج جلدی میں تھی۔!"

پھر ڈینی کچھ دیر بعد رخصت ہو گیا تھا....ظفر نے جولیا تک یہ اطلاع بھی پہنچا دی۔

اب تو ذرا ذرا سی بات پر عبدالمنان کا منہ پھول جاتا تھا۔

جہاں رینا سے کوئی فروگذاشت ہوئی اور پرنس نے ایسا منہ بنایا جیسے جنم جنم کی یہ ساتھی اس سے پیچھا چھڑا لینے کا ارادہ رکھتی ہو۔!

"آج دن بھر غائب رہنے کے بعد وہ قریباً دس بجے شب کو واپس آئی تھی۔!"

پرنس اُسے بیرونی برآمدے میں ٹہلتا ہوا ملا۔اس کی آنکھوں میں ذہنی الجھن کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔رینا ہنس پڑی۔

"ہنستی ہو!شرم نہیں آتی۔میں سارا دن بور ہوتا رہا۔!"

"مجھے اطمینان تھا کہ تم گلی ڈنڈا کھیل رہے ہو گے۔!"

"کیا تم جھگڑا کرنا چاہتی ہو۔!"

"عبدل ڈیئر....تمہیں علم نہیں کہ میں کتنی پریشان ہوں۔" وہ اس کا شانہ تھپکتی ہوئی بولی۔ چلو اندر چلو....میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔!"

"میں نے رات کے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔!"

"کیوں....اوہ تم نے کھانا نہیں کھایا۔!"

"تنہا کھانے کا عادی نہیں ہوں۔!"

"میں نے کب کھایا ہے کھانا....ابھی کھائیں گے۔کاش تم میری پریشانیوں کا اندازہ کر سکتے۔!"

"تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ تم کسی مسئلے پر پریشان ہو۔!"

"چھوڑو ختم کرو....اطمینان سے بتاؤں گی۔!"

کھانے کی میز پر خاموشی ہی رہی۔ پھر کافی کا دور چلا۔

رینا بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"تم نے اکثر میرے دو بھائیوں کا ذکر سنا ہوگا۔ وہ اچانک غائب ہوگئے ہیں۔!"

"اچانک غائب ہوگئے ہیں۔ کیا مطلب....؟" پرنس چونک کر بولا۔

رینا نے بالتفصیل ان کے غائب ہونے کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ "ہم نے ان دونوں کو پناہ دی تھی اور وہ ہمیں دھوکا دے گئے۔!"

"لیکن آخر انہیں تمہارے بھائیوں سے کیا سروکار۔!"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا.... وہ دونوں ہمارے لئے قطعی اجنبی تھے۔!"

"تو پھر.... تم نے پولیس کو مطلع کیا تھا۔!"

"محکمہ اس سلسلے میں چھان بین کر رہا ہے۔ وہی جو چاہے گا کرے گا۔ یقین کے ساتھ کچھ کہا بھی تو نہیں جاسکتا۔ وہ ننھے بچے تو تھے نہیں کہ کوئی انہیں ورغلا کر لے گیا۔ بہر حال میں آج کل دن بھر انہیں کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہوں....!"

"تم تنہا کیسے تلاش کر سکو گی انہیں....!"

رینا کچھ نہ بولی۔ بار بار اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ پوری طرح اس کو اپنے رازوں میں شریک کرلے۔ لیکن پھر؟ اس عہد کا خیال آیا جو ان تینوں سے لیا گیا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!" پرنس نے اُسے کچھ دیر تک بغور دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

"آج میں ایک پرائیویٹ سراغرساں سے ملنے والی تھی۔ لیکن اچانک اسکی طبیعت خراب ہوگئی۔"

"پرائیویٹ سراغرساں....؟" پرنس کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"ہاں.... کیوں.... تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔!"

"کیونکہ میرے ملک میں پرائیویٹ سراغرساں قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔"

"وہ دراصل ایک بارسوخ آدمی ہے۔ مقامی پولیس سے خاصی رسم و راہ رکھتا ہے اور معقول معاوضے پر اس قسم کے کام کر دیتا ہے۔!"

"کیا تم مجھے اس کا نام بتانا پسند کرو گی۔!"

"نام یاد نہیں آرہا.... میں نے اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا تھا۔ ٹھہرو میں ابھی آئی۔!"

وہ ڈرائینگ روم سے اٹھ کر اپنے بیڈروم میں آئی اور وینٹی بیگ سے ڈائری نکال کر اس کے ورق الٹنے لگی۔!

پھر ڈائری کو سرہانے والی چھوٹی میز پر ڈال کر دوبارہ ڈرائینگ روم میں واپس آئی۔

"اس کا نام علی عمران ہے....!" اُس نے پرنس سے کہا۔

"علی عمران!" پرنس اس طرح اچھل پڑا جیسے یہ نام اس کے سر پر اچانک پتھر بن کر گرا ہو۔

"کیوں....؟ کیا ہوا....!"

"میں پوچھتا ہوں کیا تم نے اُس سے معاملات طے کر لئے ہیں۔!"

"نہیں ملاقات ہی نہیں ہوسکی۔!"

"یہ بہت اچھا ہوا.... لیکن تمہیں اس کا پتہ کس نے بتایا تھا۔!"

"ایک بوڑھا یوریشین ڈینی ولسن ہے۔!"

"اس سے کب سے جان پہچان ہے۔!"

"آج ہی ملاقات ہوئی تھی۔ میرے ایک ہمدرد نے اُس سے ملوایا تھا۔!"

"علی عمران کے بارے میں اُس نے تمہیں کیا بتایا....!"

"یہی کہ وہ ایسے کام بڑی خوبی سے نپٹاتا ہے۔!"

"یہ بہت اچھا ہوا کہ تم اس سے نہ مل سکیں۔!"

"کیوں....؟ کیا تم اُسے جانتے ہو۔!"

"یقیناً.... وہ خطرناک آدمی ہے۔ بسا اوقات وہ پولیس سے بھی سازباز کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس نے تم سے اس کام کے لئے بھاری رقم وصول کرلی کہ تمہارے بھائیوں کو ڈھونڈ نکالے گا۔ لیکن اسی دوران میں اُسے معلوم ہوگیا کہ وہ دونوں کسی طرح ملکی قانون کی گرفت میں بھی آسکتے ہیں تو وہ انہیں پولیس کے حوالے کر دے گا۔!"

"لیکن وہ ملکی قانون کی گرفت میں کیسے آسکتے ہیں۔" رینا نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے مثال کے طور پر یہ بات کہی تھی۔ بہر حال میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کہ تم اُس سے کسی قسم کی گفتگو کرو۔ وہ یہاں کے محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل کی نالائق اولاد

ہے۔ باپ نے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ ایسے ہی اوٹ پٹانگ پیشے اختیار کر کے زندگی بسر کر رہا ہے۔ اکثر بلیک میلنگ بھی کرتا ہے۔!"

"میرے خدا....!" ریناطویل سانس لے کر رہ گئی۔

"تمہیں کم از کم مجھے تو بتانا چاہئے تھا۔ میں مقامی آدمی ہوں۔!"

"میں تو تمہیں ایک بالکل ہی سیدھا سادھا آدمی سمجھتی تھی۔!"

"کیا میں نہیں ہوں....؟" پرنس نے بھولے پن سے پوچھا۔

"تم تو مجھے پتہ نہیں کیا معلوم ہوتے ہو....!" رینا کے لہجے میں بناوٹ نہیں تھی اور وہ سو فیصد پیار بھرا لہجہ تھا۔

پرنس تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "مجھے اُن دونوں کے حلئے بتاؤ جو تمہارے مہمان ہوئے تھے۔!"

"میں تمہیں ان دونوں کی تصویریں دے سکتی ہوں۔!"

"اب تم بھی بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو۔!" وہ بے اعتباری سے ہنسا۔

"کیوں....؟"

"وہ تمہیں اپنی تصویریں بھی دے گئے تھے۔ بڑے دلیر تھے۔!"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو....!" رینا جھنجھلا گئی۔

"اس میں مجھے کسی قسم کا فلسفہ نظر نہیں آتا۔!"

"میرے ایک بھائی کی عادت ہے کہ وہ اجنبیوں کی تصویریں کھینچتا رہتا ہے۔ اُن دونوں کے غائب ہو جانے کے دو دن بعد اچانک مجھے خیال آیا اُس کا کیمرہ تو دیکھوں.... وہ لوڈڈ ملا.... میں نے رول نکال کر ڈیولپ کر ڈالا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اُن دونوں کی تصویریں اس میں موجود تھیں۔!"

"اُوہ....!" پرنس اُسے پُر تفکر نظروں سے دیکھتا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں تصویریں اس کے سامنے میز پر پڑی ہوئی تھیں اور وہ ساکت و صامت خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔

"کیوں.... کیا ہو گیا تمہیں۔!"

"اُوں....؟" پرنس چونک کر اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔!

"تم کہاں گم ہو گئے....؟"

اس بار پرنس براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم میرا مذاق اڑانا چاہتی ہو۔!" دفعتاً وہ غصیلی آواز میں بولا۔ "یا اسی بلیک میلر کی ساتھی ہو۔!"

"کیا مطلب....؟"

پرنس کی انگلی اب بھی خوفناک چہرے والے کی تصویر کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"بننے کی کوشش نہ کرو....!" پرنس غرایا۔ "میں صرف اپنی عزت کو ڈرتا تھا لیکن کب تک! تم لوگوں سے کھل کر نپٹنا پڑے گا۔!"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو.... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔!"

"اب تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بتاؤ؟ میں روشی کے کیس کو عدالت میں جانے دوں گا۔ اس بار تم لوگ مجھ سے ایک حبہ بھی وصول نہ کر سکو گے۔!"

"خدا کے لئے مجھے اور زیادہ پریشان نہ کرو۔!" دفعتاً رینا روہانسی ہو کر بولی۔

"تم کسی طرح بھی مجھے یقین نہیں دلا سکتیں۔! اب یہ پورا پلاٹ میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ روشی نے اس رات دیدہ دانستہ یہاں گاڑی روکی تھی۔! پھر مجھے ناکارہ کر کے یہیں ڈال گئی تاکہ مجھ پر ان لوگوں کے لمبے چوڑے گروہ کا رعب پڑ سکے۔"

"خاموش رہو....!" رینا میز پر ہاتھ مار کر چیخی اور کرسی سے اٹھ گئی۔ چند لمحے اُسے گھورتی رہی پھر دانت پیس کر بولی۔ "تم بھی جہنم میں جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہری۔ سیدھی اپنے بیڈ روم میں آئی اور زور دار آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا۔

وہ اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے دم لینے کے لئے رکی ہو۔

بہت شدت سے غصہ آیا تھا.... پتہ نہیں کیا بکواس شروع کر دی تھی۔ اس جھکی آدمی نے.... وہ سوچتی اور ہانپتی رہی۔! ذرا بھی تو سمجھ میں نہیں آئی تھیں اس کی باتیں.... حسب عادت اوٹ پٹانگ ہانکنے لگا۔ کیا وہ سچ مچ پاگل ہے۔!

دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"کیا ہے....؟" وہ جھلا کر چیخی۔

"میری بات سنو.....!" باہر سے مضمحل سی آواز آئی۔ "ہو سکتا ہے یہ محض اتفاق ہو۔ حالات کی ستم ظریفی۔!"

رینا نے بولٹ گرا کر جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھولا۔ پرنس کا مغموم چہرہ سامنے تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اچانک کسی اذیت میں مبتلا ہو گیا ہو۔ رینا کچھ نہ بولی۔ وہ کمرے کے باہر ہی کھڑا رہا۔

"اب کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہی کہ خدا کرے یہ محض اتفاق ہو۔ کیونکہ میں تمہیں ایک بہت اچھی لڑکی سمجھتا ہوں اور سمجھتے رہنا چاہتا ہوں۔!"

"اندر آ جاؤ.....!" وہ مڑتی ہوئی بولی اور پھر کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ خود بستر پر جا بیٹھی تھی۔

"میری تمام تر پریشانیوں کا سبب یہی شخص ہے۔!" پرنس نے خوف ناک اور بھدے چہرے والے آدمی کی تصویر رینا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چھوٹے چھوٹے جملوں سے میری الجھن میں اضافہ نہ کرو۔!"

"روشی سے شادی کے تین ماہ بعد یہ شخص میرے پاس آیا تھا اور مجھے اطلاع دی تھی کہ روشی قاتلہ ہے اور حقیقتاً اس کا نام ہلدا جیر اللہ ہے۔ برما کے ایک کروڑ پتی کی بیوی تھی۔ اُس کو قتل کر کے یہاں بھاگ آئی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے اس راز کی قیمت طلب کی تھی۔ میں نے ثبوت مانگا تھا۔ اس پر اس نے مجھے چند تصاویر دکھائیں اور کچھ دستاویزیں پیش کیں۔ میں نے وقتی طور پر اُسے ٹال دیا کیونکہ روشی سے بھی اُس کی تصدیق کرنی تھی۔ روشی نے اعتراف کر لیا لیکن ساتھ ہی مجھے اپنی بے پناہ محبت کا یقین بھی دلاتی رہی۔ میں الجھن میں پڑ گیا کیونکہ روشی سے شادی پر میرے خاندان والے خوش نہیں تھے میں نے سوچا اگر اُس شخص نے اس راز کو ظاہر کر دیا تو میں اپنے خاندان والوں کو کبھی منہ نہ دکھا سکوں گا۔ مجھے اس کا مطالبہ پورا کرنا پڑا یہ ایک بھاری رقم تھی۔ ہر ماہ مجھے دس ہزار روپے اس کے حوالے کرنے پڑتے تھے۔ آخر کار ایک دن تنگ آ کر میں نے روشی سے صاف صاف کہہ دیا کہ اب اس کا تصفیہ ہو جانا ہی چاہئے۔ میں اس مقدمے پر لاکھوں پھونک سکتا ہوں۔ لیکن اب اس بلیک میلر کو ایک کوڑی بھی ادا نہ کروں گا۔ اس پر روشی نے کہا یہاں مقدمہ نہیں چلے گا۔ بلکہ تمہاری حکومت مجھے برما کی حکومت کے حوالے کر دے گی۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو میں

اپنے لئے کسی قسم کی بھی الجھن نہیں پالنا چاہتا۔ بلیک میلر سے ملاقات ہوئی تو اس سے بھی کہہ دیا۔ اُس پر وہ بولا۔ اچھی بات ہے اب تم اگر مجھے پچاس ہزار دے دو تو آئندہ کبھی اپنی شکل نہ دکھاؤں گا۔ میں نے پچاس ہزار دے کر اُس سے وہ تصاویر اور دستاویزات حاصل کر لیں اور انہیں نذر آتش کر دیا۔ کچھ دن سکون سے گذرے پھر روشی نے مجھ سے بات بات پر لڑنا شروع کر دیا اور روز ہی یہ دھمکی دینے لگی کہ عدالت میں درخواست دے کر مجھ سے طلاق حاصل کر لے گی۔ اُسی دوران میں مجھ پر نروس اٹیک ہونے لگے۔ ایسے ہی دورے پڑنے لگے جیسا تم دیکھ چکی ہو اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہوں کہ روشی بھی دراصل اس بلیک میلر ہی کی ساتھی ہے۔!"

پرنس خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"تم نے اُسے جانے کیوں نہیں دیا عدالت میں....؟" رینا نے پوچھا۔

"محض شرمندگی سے بچنے کے لئے.... میرے خاندان والے مجھ پر تھوکتے میرا مضحکہ اڑاتے۔ لیکن بالآخر وہ عدالت میں پہنچ ہی گئی اور اب اس کا وکیل جو خود بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی تھا مجھے اور زیادہ نروس کرنے کے لئے آیا تھا لیکن میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے اس پر بے تحاشہ غصہ آ گیا اور دفعتاً میری ساری کمزوریاں دور ہو گئیں۔ سارے وہم مٹ گئے۔!"

وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

رینا ہاتھ پر ٹھوڑی ٹکائے اُسے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

دفعتاً پرنس نے اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارے بھائی کسی غیر قانونی کام میں بھی ملوث تھے۔!"

"نہیں تو.....!" رینا بے ساختہ چونک پڑی۔

"پھر اس بلیک میلر کا یہاں کیا کام....؟"

"مم.... میں.... کک.... کیا بتا سکتی ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے تمہیں علم نہ ہو.... اکثر غیر ملکی لوگ یہاں آتے ہیں کسی کام کے لئے۔ کرتے کچھ اور رہتے ہیں۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو.....!"

"کئی سال ہوئے یہاں ایک غیر ملکی انجینئر پکڑا گیا تھا جو آیا تو اس لئے تھا کہ ہمیں فنی تربیت دے لیکن حقیقتاً مافیا کا ایک سرگرم ایجنٹ تھا۔ منشیات کی ناجائز فروخت کی دیکھ بھال کرتا تھا اور

اس کی بیوی بیچاری اُس کے دوسرے روپ سے قطعی لاعلم تھی۔!"

"مجھے یقین ہے کہ میرے بھائی ایسے نہیں ہیں۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" پرنس نے خشک لہجے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

"یقین کرو عبدل ڈیئر.....!"

"خیر مجھے اس سے کیا سروکار..... میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اس لئے مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا کروں گا۔!"

"آخر تم نے کس بناء پر اندازہ لگایا کہ میرے بھائی کوئی غیر قانونی کام کرتے رہے ہوں گے۔!"

"یہاں اس بلیک میلر کی آمد اور تمہارے بھائیوں کا اچانک غائب ہو جانا یہی ثابت کرتا ہے۔ وہ انہیں بے بس کر کے زبردستی لے گیا ہو گا اور اُن پر تشدد کر کے خود ان ہی سے اُن کے خلاف ثبوت حاصل کرے گا اور پھر بلیک میل کرنے کے لئے چھوڑ دے گا۔!"

"میرے خدا.....؟"

"بہر حال تمہیں اس کا علم نہیں کہ وہ یہاں کوئی غیر قانونی حرکت کر رہے تھے۔!"

"ہرگز نہیں..... میں کچھ بھی نہیں جانتی۔!" ریتا نے کہا اور اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"اچھی بات ہے.....! اب تم سو جاؤ.....!" پرنس اٹھتا ہوا بولا۔ "میں دیکھوں گا تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اپنے لئے تو آج تک کچھ بھی نہ کر سکا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!"

"اب تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔!"

رات کے ڈھائی بجے تھے۔ جولیانا فنٹر واٹر سائیکو مینشن کے آپریشن روم میں ٹرانس میٹر پر ایکس ٹو سے گفتگو کر رہی تھی۔

سب سے پہلے اس نے ظفر سے ملی ہوئی اطلاعات اُس تک پہنچائیں۔ پھر عمران کے متعلق پوچھا۔

"کیوں تمہیں اس سے کیا سروکار.....!" جواب میں ایکس ٹو کی غراہٹ سنائی دی۔

"مجھے کوئی سروکار نہیں ہے جناب! مسٹر رحمان اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ ظفر کا خیال ہے کہ وہ

سی مشکل میں پڑ گئے ہیں۔!"

"ظفر سے کہو وقت نہ ضائع کرے۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

"پادری فرڈی ننڈ کی نگرانی میں احتیاط برتی جائے۔ صفدر نے بے احتیاطی کی بناء پر چوٹ کھائی ہے۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

"ان تینوں کے بارے میں کوئی رپورٹ.....؟"

"ہارپر اور وہ دونوں جن کی نگرانی ظفر کر رہا تھا۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں وہی.....!"

"وہ جہاں تھے وہیں موجود ہیں۔ کل سے ہارپر کی تصاویر کی نمائش پھر شروع ہو رہی ہے۔!"

"اس کی جو تصویر سب سے پہلے فروخت ہو اُس پر نظر رکھنا۔ اُسے کسی نہ کسی طرح حاصل بھی کرنا ہو گا۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

"اوور اینڈ آل!" دوسری طرف سے آواز آئی اور جولیا نے ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

پھر وہ اوپری منزل پر اپنے فلیٹ میں آئی۔ اب سو جانا چاہتی تھی۔ ابھی خواب گاہ تک بھی نہیں پہنچنے پائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

بھنا کر پلٹی اور دروازہ کھول دیا۔ سامنے جیمسن کھڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اندھیرے سے اچانک تیز روشنی میں آ گیا ہو۔

"معاف کیجئے گا مادام.....!" دفعتاً وہ بڑے ادب سے بولا۔ "ناوقت آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔!"

"لہٰذا تم مجھے تکلیف دینا چاہتے ہو۔!" جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہر آدمی کا دوسرے پر حق ہے۔!"

"اچھی بات ہے! اندر آ جاؤ۔!"

"اس کی ضرورت نہیں..... میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ فرانسیسی کلاسیکی ادب میں گدھے کے بچے کا کیا مقام ہے۔!"

"اندر آؤ تو بتاؤں....!" جولیا دانت پیس کر بولی۔ لیکن پھر چونک پڑی۔ اسے ایک ہاتھ نظر آیا تھا جو ریوالور سمیت جیمسن کے بائیں پہلو سے لگا ہوا تھا۔

وہ یک بیک سنجیدہ ہو گئی اور جیمسن کی طرف دیکھا اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ ایک قدم بڑھا کر وہ کمرے میں داخل ہو گیا اس کے پیچھے ایک نقاب پوش بھی داخل ہوا لیکن اب اس کا ریوالور جیمسن کے پہلو کی بجائے پشت پر تھا۔

جولیا غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹتی چلی گئی۔

نقاب پوش کا پورا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ نظر آرہے تھے۔

اس نے ان دونوں کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

"یہ کون ہے....؟" جولیا نے جیمسن سے پوچھا۔

"پتہ نہیں....! میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی۔! آنکھ کھل گئی۔ دروازہ کھولا تو جناب والا نظر آئے۔ فرمایا تم یہاں کیسے.... تم تو حوالات میں تھے۔ میں نے گذارش کی کہ اُن لوگوں نے مجھے ناکارہ سمجھ کر نکال باہر کیا۔ البتہ میرے مالک کو روک لیا۔ اب میں یہاں سوئیس خاتون کو اردو پڑھاتا ہوں۔!"

"لیکن یہ ہے کون....؟"

"آپ کا نام کیا ہے جناب والا....؟" جیمسن نے نقاب پوش سے پوچھا۔

"بکو مت.... تم بتاؤ.... یہ عورت کون ہے۔!" نقاب پوش غرایا۔

اور جولیا چونک کر اُسے گھورنے لگی۔ کیونکہ وہ بھی انگریزی ہی میں بولا تھا اور لہجہ مقامی نہیں تھا۔

"یہ میری مالکہ ہیں....!"

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے۔!" نقاب پوش نے جولیا سے پوچھا۔

"ہاں یہ سچ کہہ رہا ہے۔ تین دن ہوئے میں نے اُسے ملازمت دی ہے۔!"

"تم کیا کرتی ہو....!"

"ایک بزنس مین کی اسٹینو ہوں۔!"

"اس آدمی کا کیا مصرف ہے تمہارے لئے۔!"

"اس ملک میں پہلا آدمی ملا ہے جو انگریزی بھی بول سکتا ہے اور بہترین قسم کے کھانے بھی پکا

سکتا ہے۔!"

"لیکن کچھ دنوں پہلے یہ حوالات میں تھا۔!"

جولیا نے خوف زدہ نظروں سے جیمسن کی طرف دیکھا۔

"میں ایک شریف آدمی ہوں مادام.... لیکن نہیں سمجھ سکتا کہ کس قسم کے جال میں پھنس گیا ہوں۔!" جیمسن بولا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔!" نقاب پوش غرایا۔

"میرا خیال ہے تم وہی پُر اسرار ہمدرد ہو جس نے لوسیل وے سوندے کے قتل کے الزام میں ہمیں گرفتار کرایا تھا۔!"

"بکواس مت کرو.... میرے ساتھ چلو....!"

"مم.... میں قطعی نہیں جانتی تھی۔!" جولیا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"کیا نہیں جانتی تھیں۔!" نقاب پوش اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہی کہ یہ آدمی سزا یافتہ ہے۔!"

اچانک جیمسن نے بڑی پھرتی سے جھک کر اسٹول اٹھایا اور اس کے ریوالور والے ہاتھ پر پھینک مارا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ لیکن اس نے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر جیمسن پر چھلانگ لگا دی۔

جولیا اس کا حشر دیکھنے کے لئے نہیں مڑی تھی۔ وہ تو کسی چیل کی طرح ریوالور پر جھپٹی تھی۔ پھر ریوالور پر قبضہ کر کے مڑ ہی رہی تھی کہ جیمسن کی آواز سنی۔

"اُوہ.... مسٹر پلیز.... میری ہڈی.... ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اف.... اوہ....!"

"خبردار.... ہٹ جاؤ....!" جولیا ریوالور کا رخ ان کی طرف کرتی ہوئی بولی۔

لیکن نقاب پوش پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور جیمسن کو بازوؤں میں دبائے ہوئے بھینچتا رہا۔

جیمسن کی آخری چیخ بڑی کربناک تھی۔ اس چیخ کے ساتھ ہی نقاب پوش نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ کسی مردہ جانور کی طرح فرش پر گرا تھا اور بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

جولیا نے نقاب پوش پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن وہ جہاں تھا وہیں کھڑا قہقہے لگاتا رہا۔ گولیاں اس کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑ رہی تھیں اور زخموں سے سبز رنگ کے سیال

مادے کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔

جولیا بوکھلا گئی اور ٹھیک اسی وقت کوئی زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا۔

وہ نہایت اطمینان سے کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا اور اُس کے جسم کے مختلف حصوں سے سبز رنگ کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

جولیا کے حلق سے بے تحاشہ قسم کا قہقہہ نکلا تھا۔ ہڈیاں سرمہ ہو گئی ہوں گی۔ دیوار بالکل سپاٹ تھی۔ راہ میں اسے کوئی بالکنی بھی نہ مل سکی ہوگی۔

دروازہ پیٹنے کے ساتھ ہی ساتھ اب اُسے آوازیں بھی دی جا رہی تھیں لیکن وہ سب سے پہلے کھڑکی کی طرف جھپٹی تھی۔ آدھے دھڑ سے نیچے جھک کر دیکھا۔

فٹ پاتھ لیمپ پوسٹ کی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ لیکن اُسے وہاں کوئی لاش نظر نہ آئی۔

اب وہ بوکھلا کر دروازے کی طرف بڑھی اور اُس کا بولٹ گرادیا۔

چوہان اور صدیقی درانہ گھستے چلے آئے۔

"کیا ہوا.... کیا بات ہے۔!" دونوں بیک وقت بولے اور جیمسن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہ اب بھی بے حس و حرکت فرش پر پڑا ہوا تھا۔

"اسے کیا ہوا.... فائر کس نے کئے تھے۔!" چوہان نے جولیا سے پوچھا اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور پر اس کی نظر جم گئی۔

"تم نے اسے مار ڈالا....!" صدیقی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں.... وہ نقاب پوش تھا.... یہ دیکھو.... یہ کیا ہے....؟" جولیا نے فرش پر پھیلے ہوئے سبز رنگ کے سیال کی طرف اشارہ کیا۔

"پتہ نہیں....! تم کیا کہہ رہی ہو.... یہ.... ہم کیا بتائیں۔!"

"میں نے اس پر چھ فائر کئے تھے.... اور یہ.... خون نکلا ہے اس کے زخموں سے۔ جب تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کھڑکی سے چھلانگ لگادی۔

"نہیں!" وہ دونوں بے ساختہ کھڑکی کی طرف جھپٹے اور جولیا آگے بڑھ کر جیمسن پر جھک پڑی۔

"زندہ ہے.... زندہ ہے۔!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

وہ کھڑکی سے پلٹ آئے۔

"لیکن نیچے فٹ پاتھ پر تو کچھ بھی نہیں ہے۔!" چوہان بولا۔

"اُسے جہنم میں جھونکو۔ اس کیلئے کچھ کرو.. ورنہ مر جائے گا۔!" جولیا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

وہ اسے نیچے لے گئے۔ جولیا اپنے کمرے ہی میں ٹھہری رہی۔ اُس کے پورے جسم میں تھرتھری پیدا ہو گئی تھی۔ اس واقعہ نے اعصاب پر عجیب سا اثر ڈالا تھا وہ خوف زدہ بھی نہیں تھی۔

ایک بار پھر کھڑکی کی طرف گئی اور جھانک کر نیچے دیکھا۔ فٹ پاتھ اب بھی اُسی طرح سنسان پڑا تھا۔ اتنے میں چوہان واپس آیا.. اس نے اطلاع دی کہ جیمسن کی داہنی پسلی کی دو ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔!"

"وہ کون تھا....؟ آخر کون تھا....؟" جولیا ہذیانی انداز میں بولی۔

"اُسے علم تھا کہ جیمسن حوالات میں تھا۔ جیمسن نے لوسیل دے سوندے کا بھی حوالہ دیا تھا۔!"

"تم آرام سے بیٹھ جاؤ....!" چوہان نے پر سکون لہجے میں کہا۔ "ظاہر ہے وہ انہی میں سے کوئی ہوگا جن سے ہم دو چار ہیں۔!"

"لیکن یہ ہرے رنگ کا خون....!"

"لیبارٹری اسسٹنٹ اس کا نمونہ لینے کے لئے آرہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تم آرام کرو۔ وہ کسی باقاعدہ راستے سے عمارت میں داخل نہ ہوا ہوگا۔ پوری طرح چیکنگ کر لی گئی ہے۔!"

"کیا وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا....؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔!"

"میں نے خاور سے کہا تھا کہ کوئی باہر نہ نکلے۔!"

"فکر نہ کرو۔!"

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" چوہان چونک کر بولا۔

آنے والا لیبارٹری اسسٹنٹ تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کچھ آلات تھے۔

کچھ دیر بعد وہ فرش پر پڑے ہوئے سیال کا نمونہ لے کر چلا گیا۔

"دراصل اس جیمسن ہی کی وجہ سے وہ اس عمارت کی طرف متوجہ ہوا ہوگا۔!" چوہان بڑبڑایا۔

لیکن وہ تو اس ون سے باہر نکلا ہی نہیں۔!"

"کیا کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب بھی نہ کھڑا ہوا ہوگا۔ ویسے بھی وہ خبطی آدمی ہے۔ کسی طرح

بھی ڈاڑھی صاف کرا دینے پر تیار نہیں ہوا تھا۔!"

آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صبح سے ہی ایسا محسوس ہو تا رہا تھا جیسے اب برسا تب برسا۔

وہ دونوں بیرونی بر آمدے میں ناشتہ کر رہے تھے۔ پرنس کچھ متفکر سا نظر آ رہا تھا۔ ریٹا بھی کچھ زیادہ زندہ دلی کا مظاہرہ نہیں کر رہی تھی۔

دفعتاً پرنس نے ٹھنڈی سانس لی اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کتنا عجیب اتفاق ہے۔! ہم دونوں کی ایک ہی بد نصیبی ہے لیکن اب یہ آدمی میرے ہاتھوں سے نہ بچ سکے گا۔!"

"اُوہو.... کیا تم ایسے ہی جیالے ہو۔!"

"موڈ پر منحصر ہے.... موڈ نہ ہوا تو پٹ کر چلا آؤں گا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"تین سال پہلے کی بات ہے۔! پیرس کے ہوٹل میں میرا ایک آدمی سے جھگڑا ہو گیا۔ زیادتی اسی کی تھی مجھے غصہ آ گیا۔ اس نے گندی سی گالی دی.... اچانک میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا تو اس پر یتیمی برس رہی تھی۔ غصے میں بگڑا ہوا چہرہ ایسا لگتا تھا جیسے بسور رہا ہو۔ میرے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور اس نے مجھے جی بھر کے مارا۔ پھر میرا ہاتھ اُس پر نہیں اٹھا تھا۔"

"کیا یہ سچ ہے....!"

"یقین کرو....!" پرنس ٹھنڈی سانس لے کر بولا "کچھ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اس کا تاثر ان کے چہرے پر نہیں ملتا۔ آنکھیں بالکل سپاٹ ہوتی ہیں۔ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں بعض لڑکیاں بے حد جذباتی قسم کی گفتگو کے دوران میں بھی بیوہ بیوہ سی لگتی ہیں۔ جو کچھ بھی کہہ رہی ہوتی ہیں اُس کا عکس ان کی آنکھوں میں نہیں ملتا۔!"

"روشی کے متعلق کیا خیال ہے۔!"

"میں بُری طرح پھنس گیا ہوں ریٹا وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ اُن لمحات میں جب اُس کی آنکھوں میں نشے کے بادل چھائے ہونے چاہئیں وہ اس طرح پٹا پٹ پلکیں جھپکاتی رہتی ہے جیسے دل ہی دل میں بینک بیلنس کا حساب کر رہی ہو۔!"

"بھئی تم تو کمال کے آدمی نکلے.... میں بالکل بدھو سمجھی تھی۔!"

"یہ بھی میرے موڈ پر منحصر ہے۔ بعض اوقات بالکل جی نہیں چاہتا کہ لوگ مجھے عقلمند سمجھیں۔!"

"اس وقت کس قسم کا موڈ ہے۔!"

"چلو کبڈی کھیلیں۔!"

"یہ کیا ہے....؟"

"ایک اور قومی کھیل.... بڑی شاندار چیز ہوتی ہے۔!"

"مگر اس کا نام مجھے پسند نہیں۔!"

"مجبوری ہے.... کبڈی کو کبڈی ہی کہیں گے۔ گلگشت تو کہہ نہیں سکتے۔!"

"گلگشت کیا....؟"

"باغ میں ٹہلنے کو کہتے ہیں۔!"

دفعتاً کسی گاڑی کی آواز سنائی دی اور ریٹا جو ناشتہ کر چکی تھی اٹھ کر آواز کی سمت دیکھنے لگی۔

"اوہ... عبدل... تم اندر چلے جاؤ... فوراً!" وہ اس کی طرف مڑ کر مضطربانہ انداز میں بولی۔

"کیوں....؟"

"ٹام آ رہا ہے.... اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں۔!"

"کون ٹام....؟"

"وہی جس سے اُس دن جھگڑا ہوا تھا۔!"

"اُوہ.... آنے دو.... دس آدمی بھی ساتھ ہوں تو کیا پرواہے۔!"

"دیکھو.... اگر جھگڑا بڑھ گیا تو زحمت ہوگی۔ میرے ملازم ڈرپوک ہیں اور اتنے سویرے دفتر کا عملہ بھی موجود نہیں ہے۔!"

"تم فکر نہ کرو....!" پرنس نے بڑے اطمینان سے کہا اور اونگھنے کے سے انداز میں کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔

گاڑی بر آمدے کے سامنے رکی۔ ٹام نیچے اُترا۔ پچھلی نشست پر دو قوی ہیکل دیسی آدمی تھے۔ وہ بیٹھے رہے۔!

"جیری اور جری واپس آئے یا نہیں۔!" ٹام نے بر آمدے کے نیچے ہی سے گرج کر پوچھا۔

"نہیں وہ نہیں آئے....!" "آؤ وہاں کیوں کھڑے ہو۔!" ریتا مسکرا کر بولی۔

"نہیں.... اُس کو یہاں بھیج دو...." ٹام نے پرنس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔!"

"ٹام.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو.... جرمی اور جیری اسے پسند نہیں کریں گے۔!"

"دونوں جہنم میں جائیں.... او گدھے نیچے آؤ....!"

"میں گدھا ہوں....؟" پرنس نے اٹھتے ہوئے بگڑ کر کہا۔

"ہم تمہیں گدھے سے بھی بدتر بنا دیں گے۔!"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر دیکھو میرا گدھا پن....!" پرنس نے کہہ کر چھلانگ لگائی اور اُس کے سینے پر لات رسید کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ٹام اچھل کر دور جا پڑا تھا۔ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں دیسی آدمی نیچے اتر آئے۔

وہ تیزی سے پرنس کی طرف جھپٹے تھے۔ ریتا چیخنے لگی لیکن ان میں سے ایک نے جبڑے پر مکا کھایا اور دوسرے کے پیٹ پر لات پڑی۔

ٹام پھر گالیاں بکتا ہوا پرنس کیطرف بڑھ رہا تھا۔ اس بار اُن تینوں نے ملکر اس پر یلغار کر دی۔

ریتا مضبوط اعصاب رکھتی تھی۔ لیکن اس وقت اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود ہوا میں اڑی جا رہی ہو۔

اور پرنس کے پاؤں تو سچ مچ زمین سے لگتے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اتنا تیز ایکشن یا تو فلموں میں نظر آتا ہے یا وہ اس وقت دیکھ رہی تھی۔ پرنس کے دونوں ہاتھ اور پیر یکساں رفتار سے چل رہے تھے اور اُن تینوں کے حصے میں برابر کی چوٹیں آ رہی تھیں۔

دفعتاً ایک دیسی آدمی نے کسی قدر پیچھے ہٹ کر چاقو نکال لیا۔

"عبدل دیکھو....!" ریتا حلق کے بل چیخی۔

"میں دیکھ رہا ہوں تم فکر نہ کرو....!"

جس نے چاقو نکالا تھا للکارتا ہوا پھر آگے بڑھا۔

ٹام اور اس کا دوسرا ساتھی اس کی راہ سے ہٹ گئے اور پرنس جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

چاقو بردار اس سے دو گز کے فاصلے پر کھڑا اُسے خون خوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

دفعتاً پرنس ہنس پڑا اور حریف نے اس پر چھلانگ لگائی پھر ریتا اتنا ہی دیکھ سکی کہ حریف دوسرے ہی لمحے میں کسی طرح اچھل کر دور جا پڑا تھا اور چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر مخالف سمت میں کیسے اڑتا چلا گیا تھا۔

اس کے بعد تو پرنس نے کمال ہی کر دیا تھا۔ ریتا سمجھی تھی کہ وہ جھپٹ کر چاقو پر قبضہ کر لے گا لیکن وہ تو اُن سے پوچھ رہا تھا۔

"کیوں بھئی بس.... یا دوسرا راؤنڈ بھی چلے گا۔ میرے خیال سے تو ایک ایک کپ کافی کا ہو جائے اس کے بعد چلے دوسرا راؤنڈ....!"

"کیا حماقت ہے۔!" ریتا جھنجھلا کر چیخی۔ "تم چاقو کیوں نہیں اٹھا لیتے۔!"

"میں اپنے ناخنوں سے ان کے پیٹ پھاڑ سکتا ہوں۔ ان میں سے جو بھی چاہے چاقو اٹھا لے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!"

وہ تینوں گاڑی کے قریب کھڑے ہانپتے رہے۔!

دفعتاً پرنس اُن کی طرف مڑا اور اپنے ہم وطنوں سے بولا۔

"کیا تم لوگ مرنا ہی چاہتے ہو۔!"

"مجھے افسوس ہے.... استاد.... میں نہیں جانتا تھا کہ اپنے ہی کسی بھائی سے مقابلہ ہو گا۔ انجینئر صاحب نے وضاحت نہیں کی تھی۔" اُن میں سے ایک ہانپتا ہوا بولا۔ "ایسے داؤ تو میں نے آج تک نہیں دیکھے۔!"

"کیا بکتا ہے.... تم حرامی....!" ٹام ٹوٹی پھوٹی اردو میں اس پر الٹ پڑا۔

"ہم جا رہے ہیں صاحب.... آپ جانیں اور آپ کا کام....!" دیسی آدمی ناخوش گوار لہجے میں بولا۔ "کام کرنے والے ہیں۔ بہت نوکریاں مل جائیں گی۔!"

ٹام اس سے کچھ کہنے کی بجائے چاقو اٹھانے کے لئے جھپٹا۔ لیکن پرنس نے یک بیک اچھل کر پھر اس کے سینے پر ایک لات رسید کر دی اور ہنس کر بولا۔ "تم سے تو میں گدھوں ہی کی طرح پیش آؤں گا۔!"

اس بار ٹام نہ اٹھ سکا.... اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ریتا اچھی طرح سمجھتی تھی کہ وہ بن رہا ہے۔!

"کیا تم میں سے کوئی ڈرائیو کر سکتا ہے....؟" پرنس نے دیسیوں سے پوچھا۔

"جی ہاں....!" ایک بولا۔

"اسے لے جاؤ.... اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں تم تینوں کو پولیس کے حوالے کر دیتا۔ لیکن خیر.... اور تم اپنا چاقو اٹھا لو....!"

دوسرے آدمی نے چاقو اٹھایا اور بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ پھر وہ بیہوش ٹام کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ٹھونسنے کی کوشش کرنے لگے۔

روانگی سے پہلے اُن دونوں نے پرنس کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔ رینا خاموش کھڑی یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ اُن کے چلے جانے کے بعد بھی خاموش رہی۔

"ایک گرما گرم کافی....!" پرنس اس کے چہرے کے قریب ہاتھ نچا کر بولا۔

"تم دلیر ضرور ہو مگر بالکل احمق....!" رینا غصیلے لہجے میں بولی۔ "دنیا کا کوئی آدمی چاقو کو اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتا۔!"

"دراصل میں دھار دار اسلحہ سے ڈرتا ہوں۔ کہیں الٹ کر اپنے ہی نہ لگ جائے۔ ارے تم مجھے جلدی سے کافی پلواؤ.... اور پھر شہر کی طرف نکل چلیں۔ ورنہ اگر لڑائی کا موڈ ختم ہو گیا تو اس بلیک میلر سے کیسے نپٹیں گے۔!"

"میں سچ کہتی ہوں.... فادر فرڈی نینڈ تم سے مل کر بے حد خوش ہوں گے۔!"

"فادر فرڈی نینڈ....!" پرنس نے اس طرح دہرایا جیسے حافظے پر زور بھی دے رہا ہو کہ پہلے یہ نام کب اور کہاں سنا تھا۔

"ہاں رات میں نے تم سے ذکر کیا تھا.... وہ میرے ہمدرد ہیں اور میں اُن سے ہر معاملے میں مشورہ لیتی ہوں۔!"

"اچھا.... اچھا.... اُن سے بھی مل لیں گے۔ گرما گرم کافی پلیز....!"

جیمسن ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ جولیا اور صدیقی سائیکو مینشن والے فلیٹ سے اس طرح رخصت ہوئے تھے جیسے اب وہاں اُن کا تحفظ ناممکن ہو.... سامان کرائے کی ایک اسٹیشن ویگن پر بار کیا گیا تھا اور وہ ہوٹل نبراسکا میں جا مقیم ہوئے تھے۔!

تجویز جولیا ہی کی تھی اور سب نے اسے پسند کیا تھا۔

"لیکن اس سے کیا فائدہ ہوگا۔!" صدیقی نے اس سے پوچھا۔

"میں نے جیمسن سے گفتگو کی تھی۔!"

"تو کیا اُسے ہوش آ گیا۔!"

"ہاں.... اس کا بیان ہے کہ وہ اس کے کمرے کی کھلی ہوئی کھڑکی سے اس طرح اندر داخل ہوا تھا جیسے فضا میں اڑتا ہوا آیا ہو.... یہ خیال قطعی درست معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جیمسن کو کبھی کھڑکی کے قریب کھڑے دیکھا ہوگا۔ بہر حال جیمسن نے اُسے ایک انفرادی معاملہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے اُس سے کہا تھا کہ پولیس نے اُسے چھوڑ دیا ہے اور ظفر کو روک لیا گیا ہے اور اب وہ میرا ملازم ہے۔ پھر وہ اس کے بیان کی تصدیق ہی کیلئے اسے میرے کمرے میں لایا تھا۔!"

وہ خاموش ہو گئی اور صدیقی ہنس کر بولا۔ "تنویر آپے سے باہر ہو رہا تھا۔!"

"کیوں....؟"

"تم نے آخر مجھے کیوں منتخب کیا....؟"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس آدمی کا مصرف کیا ہے۔! ایکس ٹو کی نظروں میں اُسکی کیا اہمیت ہے۔!"

"یہ بات تو آج تک کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ سکی۔!"

"اس سبز مادے کے تجزیئے کی رپورٹ تم نے دیکھی۔" جولیا نے کچھ دیر بعد پوچھا۔!

"نہیں....!"

"کلوروفل.... جس میں ایک نامعلوم مادے کی آمیزش پائی گئی ہے۔!"

"نامعلوم مادہ....!"

"یہ کچھ عجیب سے ذرات کے گروپوں پر مشتمل ہے۔! ہر گروپ کے ذرات کی حرکت مختلف ہے۔ اس دوسرے مادے کا تجزیہ الگ سے کیا جائے گا۔ ابھی رپورٹ نامکمل ہے۔!"

"کیا وہ کسی ایسے سیارے کی مخلوق تھی جہاں جاندار اجسام پودوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔!"

"لکھ ڈالو ایک سائنس فکشن....!" جولیا ہنس کر بولی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور صدیقی نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

سامنے ایک اجنبی کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے....؟"

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"آپ ہیں کون....؟"

"میں سول ہسپتال سے آیا ہوں۔!"

"آیئے....!"

اندر آ کر وہ جولیا کے لئے احتراماً جھکا اور صدیقی کی اجازت سے خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بڑی مشکل سے پتہ لگا کر آپ لوگوں تک پہنچا ہوں۔!" اس نے کہا۔

"فرمایئے کیسے تکلیف کی....!" صدیقی بولا۔

"آپ کے زخمی ملازم کے بارے میں بات کرنی تھی۔ اگر آپ اُس سے دست بردار ہونا چاہیں تو ایک خداترس آدمی اس کی ذمہ داری لینے پر تیار ہیں۔!"

"اوہ....!" جولیا نے طویل سانس لی اور بولی۔ "یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ہوٹل میں منتقل ہو جانے کے بعد ہمیں اب کسی ملازم کی ضرورت نہیں رہی۔!"

"لیکن یہ نیک اور خداترس آدمی ہے کون....؟" صدیقی نے پوچھا۔

"ایک غیر ملکی تبلیغی جماعت کے سربراہ فادر فرڈی ننڈ....!"

"وہ کوئی بھی ہوں....!" جولیا جلدی سے بولی۔ "ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ ہمیں تو ایک بڑی الجھن سے نجات مل گئی۔ فادر فرڈی ننڈ کا بہت شکریہ۔!"

اور پھر وہ اجنبی اُن کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا تھا۔

صدیقی اور جولیا معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

❖

اُن کی گاڑی تیز رفتاری سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔

آسمان اب بھی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کسی وقت بھی بارش ہو سکتی تھی۔ سردی پچھلے دنوں کے مقابلے میں آج کسی قدر کم تھی۔ لیکن تیز رفتاری کی بناء پر ہوا کے سرد جھونکوں نے اُن کے چہرے سُن کر دیئے تھے۔

"آہستہ چلو....ایسی بھی کیا بدحواسی....!" رینا کچھ دیر بعد بولی۔

"میرا ہر کام عموماً جلدی کا ہوتا ہے۔ اگر دیر ہو جائے تو پھر وہی موڈ کا جھگڑا....دراصل میرا ستارہ ایسا ہی ہے۔!" پرنس مسکرا کر بولا۔

"اوہو تو کیا ستاروں سے بھی دلچسپی ہے تمہیں۔!"

"بہت زیادہ نہیں....!"

"میرا کون سا ستارہ ہے....؟"

"عورتوں کا کوئی ستارہ نہیں ہوتا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"عورتیں تو خود چاند ہوتی ہیں۔!" پرنس آہستہ سے بولا۔

"اوہ....تو تم اس قسم کی گفتگو بھی کر سکتے ہو....؟"

رینا نے محسوس کیا جیسے وہ شرما رہا ہو اور غیر ارادی طور پر وہ جملہ اُس کی زبان سے نکلا ہو۔

وہ کھکھلا کر ہنس پڑی اور پرنس کچھ اور زیادہ جھینپتا ہوا سا نظر آنے لگا۔

رینا ہنستی ہی چلی گئی اور پھر وہ بھنا کر بولا۔ "یہ فادر فرڈی ننڈ کیسا آدمی ہے۔ مجھے مذہبی قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔!"

"تم انہیں بہت اچھا پاؤ گے....!"

"ڈاڑھی دار ہیں....؟"

"بہت نورانی شکل ہے۔!"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا....مجھے پہلے ہی معلوم کر لینا چاہئے تھا۔!" وہ پر تشویش لہجے میں بولا۔

"کیا معلوم کر لینا چاہئے تھا۔!"

"یہی کہ ڈاڑھی دار ہیں کہ نہیں۔!"

"اس میں کون سی مصیبت آ گئی۔!"

"ڈاڑھی والوں کے سامنے میری زبان نہیں کھلتی....ہکلانے لگتا ہوں۔ ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں نے دنیا میں ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا۔ بیکار وقت ضائع کیا ہے۔ میرے محسوسات کچھ عجیب سے ہوتے ہیں۔ تم بور تو نہیں ہو رہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم خود بھی مذہبی قسم کے آدمی ہو۔!"

"ارے کہاں....؟ کاش ہوتا۔" پرنس نے ٹھنڈی سانس لی۔

شہر پہنچ کر رینا اُسے راستوں کے متعلق ہدایات دیتی رہی تھی اور وہ بالآخر ایک بڑی عمارت کے سامنے رکے تھے۔

عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ایک بار پھر پرنس نے اپنی وحشت زدگی کا ذکر کیا۔

رینا اُسے ڈھارس بندھاتی ہوئی بولی۔ "تم اُن سے مل کر بہت سکون محسوس کرو گے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ اُن کے سامنے نروس ہو جاؤ گے۔!"

انہیں ایک خادم نے ڈرائنگ روم کا راستہ دکھایا اور انہیں وہاں بٹھا کر رینا کا کارڈ لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد فرڈی ننڈ کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں اٹھ گئے اور اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں دعائیں دیں۔

"فادر.... یہی ہیں پرنس عبدل.... جن کا ذکر میں نے آپ سے کیا تھا۔!"

"اوہ.... اچھا....!" پادری نے پرنس سے مصافحہ کیا.... لیکن رینا نے محسوس کیا کہ پرنس کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔! اس کی آنکھوں میں خوف زدگی کے آثار بھی تھے۔

"کیوں میرے بچے.... تمہیں کیا تکلیف ہے....؟" فرڈی ننڈ نے دفعتاً بڑے پیار سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں.... فادر....!" رینا جلدی سے بولی۔ "یہ بالکل ٹھیک ہیں ابھی باہر مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں مذہبی آدمیوں کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن اس احترام میں خوف کا جذبہ بھی شامل ہوتا ہے۔!"

پادری مسکرایا.... اور پھر اُسے دعا دی۔

"میں ایک بڑی اہم بات بتانے حاضر ہوئی ہوں فادر....!" رینا کچھ دیر بعد بولی۔

"کیا بات ہے میری بچی....؟"

"پرنس کا مشورہ نہیں ہے کہ میں ڈینی کے دوست علی عمران سے مدد لوں۔!"

"کیوں؟ ڈینی تو اس کی بڑی تعریفیں کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ بہ آسانی انہیں ڈھونڈ نکالے گا۔!"

"پرنس تم ہی بتاؤ....!" رینا نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"فف.... فادر....!" پرنس شرمیلے انداز میں ہکلایا۔ "وہ.... اچھا.... آدمی نہیں ہے اکثر پولیس اور مجرموں دونوں کو بلیک میل کر ڈالتا ہے۔!"

"لیکن وہ دونوں بچے مجرم تو نہیں ہیں۔!"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا.... فادر.... وہ بظاہر بیوقوف لیکن بے حد چالاک آدمی ہے۔ وہ یہ ضرور سوچے گا کہ براہِ راست پولیس سے مدد لینے کی بجائے یہ لوگ میرے پاس کیوں آئے ہیں۔!"

پادری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... میرے بچے۔!"

"رینا نے مجھے دونوں تصویریں دکھائی تھیں۔ ایک کو میں پہچانتا ہوں۔!"

"تم....؟" پادری چونک پڑا۔ آنکھوں میں سیاہ شیشوں کی عینک نہ ہوتی تو وہ شائد اُن میں حیرت کے آثار بھی دیکھ سکتے۔!"

"ہاں فادر....!"

"کسے پہچانتے ہو....؟"

"گھنی مونچھوں اور پھولی ہوئی بھدی ناک والے کو....!"

"اور دوسرا....؟"

"اُسے میں نہیں جانتا.... وہ بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی ہوگا۔!"

"گروہ....؟"

"ہاں فادر.... وہ ایک خطرناک قسم کا بلیک میلر ہے۔ میں خود بھی اس کی زیادتی کا شکار ہوں۔ زندگی تلخ ہو گئی ہے میری۔!"

"اوہ....!"

رینا نے مختصراً پرنس کی کہانی دہرائی۔ پادری غور سے سنتا رہا۔ کہانی کے دوران میں اکثر اس کی زبان سے متاسفانہ کلمات بھی نکلتے رہے تھے۔

کہانی کے اختتام پر وہ غم انگیز لہجے میں بولا۔ "آسمانی باپ تم پر رحم کرے۔!"

تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی مسلط رہی۔ پھر پادری ہی نے سکوت توڑا تھا۔

"وہ جس نے پیدا کیا ہے ہر ایک کے احوال سے واقف ہے۔ کسی آدمی کو اُس نے اتنی قوت نہیں دی کہ وہ غیب کا حال جان سکے۔ پس آدمی کو اپنی ہی کھال میں رہنا چاہئے۔ وہ ہمارے گناہوں سے واقف ہے۔ اُن کی سزا خود دے گا۔ وہ کسی ایسے آدمی کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ جو دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھائے۔!"

پادری خاموش ہو گیا اس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اچانک اُسے غصہ آگیا ہو۔!

پرنس نے خوف زدہ نظروں سے رینا کی طرف دیکھا۔

دفعتاً پادری پھر بولا۔ "سب سے بڑا آدمی وہی ہے جو شر کی قوتوں کو فنا کردینے کی طاقت رکھتا ہو۔ پتہ نہیں کتنے دکھی انسان اس کے پنجوں میں سسک رہے ہوں گے۔ ان کا نام کیا ہے میرے بچے۔!"

"اس کے مکان کے پھاٹک پر نیم پلیٹ لگی ہوئی ہے اس پر.... پی سی ڈھمپ تحریر ہے۔ ایک بار میں نے ایک عورت کو اُسے ڈھمپی کہتے سنا تھا۔!"

"اُوہ تو تم اس کی جائے رہائش سے بھی واقف ہو....!"

"ہاں فادر....!"

"تمہیں تو اب تک اُسے فنا کر دینا چاہئے تھا۔!"

"بہت چالاک ہے فادر.... میں نے کئی بار کوشش کی ہے۔!"

"آسمانی باپ تمہاری مدد کرے گا۔ یقیناً اب اس کا آخری وقت قریب ہے ورنہ تم مجھ تک کیونکر پہنچتے۔!"

"بڑا عجیب اتفاق ہے فادر....!"

"آسمان والے کا ہر کام مناسب وقت پر ہوتا ہے۔ رینا میری بچی میں تمہارے لئے بہت مغموم ہوں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنے بھائیوں کی بازیابی تک اسی چھت کے نیچے قیام کرو۔!"

"تمہارے لئے بھی میرے بچے!" وہ پرنس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ مکان حاضر ہے۔!"

"شکریہ فادر.... میں بھی اپنے اس معاملے کے تصفیے تک گھر میں قدم نہیں رکھنا چاہتا۔!"

"تو میری میزبانی قبول کرو....!"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی فادر.... رینا بہت اچھی دوست ہیں.... اگر ان دنوں مجھے ان کا سہارا نصیب نہ ہوتا تو میں شائد مر ہی جاتا۔!"

"آسمانی باپ رحم کرنے والا ہے۔!"

* * *

آج ہارپر کی تصاویر کی نمائش کا افتتاح ہونے والا تھا۔ چوہان اور خاور نمائش گاہ میں موجود

تھے۔! نعمانی اور تنویر نمائش گاہ کے باہر ہی مناسب مقامات پر ٹھہر گئے تھے۔

"آخر یہ ہارپر اب تک کیوں زندہ ہے۔!" تنویر نے نعمانی کو مخاطب کیا۔

"یہ تینوں اسی لئے زندہ ہیں کہ ہم لوگ اُن کے ہاتھ آسکیں۔ صفدر کا حشر سامنے ہے۔!"

دفعتاً تنویر چونک پڑا۔ ایک گاڑی اُس کے قریب آکر رکی تھی اور ایک آدمی اس پر سے اترا تھا اور نمائش گاہ کے صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔

"اسے پہچانتے ہو....!" تنویر نے نعمانی سے پوچھا۔

"غالباً کہیں دیکھا ہے.... یاد نہیں پڑتا....!"

"رحمان صاحب کے محکمے کے ایک ڈپٹی ڈائریکٹر سعید صاحب ہیں۔!"

"اوہو.... تو کیا یہ لوگ بھی....؟"

"پتہ نہیں....!"

"اگر یہ بات ہے تو تم یہیں ٹھہرو.... میں اندر جاکر دیکھتا ہوں۔!"

تنویر نے بُرا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی۔

نعمانی ہال میں داخل ہوا۔ ابھی یہاں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔!

ڈپٹی ڈائریکٹر ایک آدمی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے ہارپر کی طرف بڑھا۔

نعمانی اسکے پہنچنے سے پہلے ہی اُس بڑی تصویر کے قریب جاکھڑا ہوا۔ ہارپر دوسری طرف متوجہ تھا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر اس کے پاس پہنچ کر بولا۔

"ایکسکیوزمی.... کیا یہ تمہاری تصاویر ہیں....؟"

"جی ہاں....!" ہارپر نے اس کی طرف مڑ کر اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر نے اپنی بغل میں دبے ہوئے اخبار کے رول کو کھولتے ہوئے کسی اشتہار کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔ "کیا یہ اشتہار اسی نمائش کا ہے۔!"

"جی ہاں.... ہے تو....؟" ہارپر نے کہا اس کے لہجے میں حیرت بھی تھی۔

"اس میں اس نشان کا کیا مطلب ہے۔!"

"بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔ اشتہار کا تعلق براہِ راست مجھ سے نہیں جس کلچرل سوسائٹی نے نمائش کا اہتمام کیا ہے۔ اس کا سکریٹری ہی اس کے بارے میں بتا سکے گا۔!"

"سیکریٹری کون ہے....؟"

"مسٹر ویلفریڈ....!"

"اس سے کہاں ملاقات ہوسکے گی۔!"

"اس آدمی سے پوچھیے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔!" بارپر کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

ڈپٹی ڈائریکٹر اب اُس آدمی کی جانب چل پڑا جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔

نعمانی بہت احتیاط سے آگے بڑھتا رہا اور اس وقت اُن کے قریب پہنچا جب دوسرا آدمی کہہ رہا تھا۔ "مسٹر ویلفریڈ اس وقت کوزی بار میں ہوں گے کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں۔!"

"نہیں۔!"

"تو پھر آپ کاؤنٹر کلرک سے پوچھیے گا۔ وہ بتادے گا۔!"

"شکریہ....!" ڈپٹی ڈائریکٹر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اب نعمانی کو جلدی نہیں تھی کیونکہ "کوزی بار" نام کا شراب خانہ اسی عمارت کے ایک حصے میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی باہر نکلا اور کوزی بار کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس نے تنویر کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا تھا۔

کوزی بار بہت بڑی جگہ نہیں تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی ڈپٹی ڈائریکٹر پر نظر پڑی۔ وہ ایک بڑی مونچھوں والے لحیم شحیم غیر ملکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

اُن کے قریب ہی ایک خالی میز نعمانی نے بھی سنبھال لی۔

غیر ملکی....ڈپٹی ڈائریکٹر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ نشان اسی لئے اشتہار میں دیا گیا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے لوگ متوجہ ہوجائیں۔!"

"اچھا تو پھر....؟" ڈپٹی ڈائریکٹر کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"بے حد دشواریوں کا سامنا ہے....!"

"کون سی آفت آگئی ہے۔!"

"کیوں نہیں....! آخر کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کا کیس دوبارہ کیوں اکھاڑا گیا۔!"

"پتہ نہیں کیوں....!"

"جب آپ کو پتہ نہیں تو پھر ہمارے لئے دشواریاں ہی دشواریاں ہیں۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا....!" ڈائریکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں بھی مجبور ہوں جناب....!"

"اگر شام تک تصویر نہ پہنچی تو تم سب اندر نظر آؤ گے۔!"

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔!" ویلفریڈ نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں سوال کیا۔

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"بالکل ہوش میں ہوں.... جناب اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ اپنی دھمکی کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے۔!"

نعمانی بظاہر اخبار دیکھنے میں محو تھا اور اس کے سامنے میز پر بیئر کی سربند بوتل رکھی ہوئی تھی جو اس نے اس دوران میں ویٹر سے طلب کی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہاں بیٹھ کر پینے کا ارادہ نہ ہو۔ بلکہ اُسے اپنی ساتھ لے جائے گا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اچھا دیکھ لینا....!"

"لیکن اس کے بعد آپ تصویر کو ترس جائیں گے۔!" ویلفریڈ ہنس کر بولا۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو....؟"

"مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کیس دوبارہ کیوں اکھاڑا گیا....؟"

"اچھی بات ہے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ تصویر مجھے شام تک ملنی چاہئے۔!"

"خیر مل جائے گی.... لیکن اگر آپ نے وعدہ پورا نہ کیا تو اُسے آخری ہی تصویر سمجھئے گا۔!"

"کس وقت اور کہاں ملے گی....؟"

"بس آپ کی کوٹھی پر پہنچادی جائے گی۔!"

"اس میں فرق نہ پڑنا چاہئے۔!"

"آپ بھی اگر اپنا وعدہ پورا نہ کرسکے تو....!" ویلفریڈ جملہ ادھورا چھوڑ کر کھڑا ہوگیا کیونکہ ڈپٹی ڈائریکٹر بھی اٹھ گیا تھا۔ دونوں نے مصافحہ کیا اور ڈپٹی ڈائریکٹر رخصت ہوگیا۔

نعمانی نے طویل سانس لی.... جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اخبار پر نظر جمائے ہوئے سگریٹ سلگانے لگا۔

اس اخبار میں بھی نمائش کا اشتہار تھا اور اس کے اوپر کیوپڈ کی تصویر تھی۔ اس تصویر کے علاوہ

اور کوئی نشان اشتہار میں موجود نہیں تھا....!

لیکن کیوپڈ کی یہ تصویر اُس کی عام تصویروں سے مختلف تھی۔ اس تصویر میں دو مونہے سانپ کو کمان کی شکل دی گئی تھی اور تیر دو دھارے خنجر سے مشابہہ تھا۔

⟡

جیمسن کی گردن سے ناف کے نیچے تک پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے بسی پائی جاتی تھی۔

بستر پر چت لیٹا ہوا تھا اور ڈاڑھی چھت کی طرف پچھتر ڈگری کا زاویہ بنا رہی تھی۔

پادری فرڈی ننڈ اس پر جھکا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

"تم کسی بات کی فکر نہ کرنا میرے بچے۔! جن لوگوں کے تم ملازم تھے انہوں نے ہوٹل میں رہائش اختیار کر لی۔ اس لئے اب انہیں ملازم کی ضرورت نہیں رہی۔!"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں جناب....!" جیمسن کمزور سی آواز میں بولا۔

"لیکن تم بے سہارا تو نہیں ہو۔ تمہاری خبر گیری میں نے اپنے ذمہ لی ہے۔ یہاں کئی اور مریض بھی ایسے ہیں جن کی دیکھ بھال میں کرتا ہوں۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو!"

"طلسم ہوشربا کی ساتوں جلدیں منگوا دیجئے۔!"

"یہ کیا چیز ہے....؟"

"اردو کلاسیکس کا ایک سلسلہ ہے۔ جسؔ کے سات حصے ہیں۔ دو جلدیں میں پڑھ چکا ہوں۔ آپ فی الحال تیسری جلد منگوا دیجئے۔!"

"مہیا کرنے کی کوشش کروں گا....اور کچھ....!"

"ساتوں جلدیں ختم کرنے کے بعد بتاؤں گا۔!"

پادری تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "تمہیں یہ حادثہ کیونکر پیش آیا تھا۔!"

"وہ کوئی بھوت تھا جناب عالی....!"

"بھوت....؟ کیا مطلب....!"

"اڑتا ہوا میرے کمرے کی کھڑکی سے اندر داخل ہوا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگا تم کن لوگوں کے ساتھ ہو! میں نے کہا کیا آپ میری مالکہ سے ملنا چاہتے ہیں۔!" وہ میری کمر سے ریوالور کی نال لگا کر مجھے

میری مالک کے کمرے تک لے گیا تھا۔ پھر وہاں اس کے سامنے میری پسلیاں توڑ کر رکھ دیں۔!"

"لیکن تم نے پولیس کو تو یہ بتایا ہے کہ تم زینوں سے گر گئے تھے۔!"

"کیا وہ اس پر یقین کر لیتے۔!"

"تم کو سچ بولنا چاہئے تھا میرے بچے۔!"

"آپ سے تو جھوٹ نہیں کہا میں نے....! مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات پر یقین کر لیں گے۔ کیونکہ سارے مذاہب میں بد ارواح کا تصور موجود ہے۔ رہ گئے پولیس والے تو وہ ڈنڈے کے علاوہ اور کسی چیز کو بھی بھوت نہیں سمجھتے۔!"

"تمہاری مالکہ نے بھی ایسی کوئی رپورٹ پولیس کو نہیں دی۔!"

"وہ ایک سوئیس خاتون ہیں۔!"

"اس سے کیا ہوتا ہے....وہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔!"

"جناب عالی....اس سلسلے میں وہ خاتون ہی کچھ بتا سکیں گی۔ اپنی مصلحتیں وہ آپ جانیں۔!"

"کیا پی سی ڈھمپ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔!"

"پی....سی....ڈھمپ....؟" جیمسن کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔

"کیا تم اس نام کے کسی آدمی کو جانتے ہو۔!"

"نہیں جناب....! میں غور کر رہا تھا کہ ڈھمپ کس زبان کا لفظ ہو سکتا ہے۔!"

"تم نے اپنی بے ہوشی کے دوران میں کئی بار یہ نام دہرایا تھا۔!"

"ٹھہریئے....! مجھے سوچنے دیجئے۔!" جیمسن نے کہا اور متفکرانہ انداز میں خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ہو سکتا ہے اس بھوت کا حلیہ میرے لاشعور سے کوئی ایسا بے تکا لفظ نکال لایا ہو....ایک ایسی ہستی جس کی شکل نظر نہ آ رہی ہو ڈھمپ ہی تو کہلائے گی۔!"

"تو تم ڈھمپ کو نہیں جانتے۔!"

"کسی ایسی ہستی کو میرا تصور بھی ہضم نہیں کر سکتا جس کا نام ڈھمپ ہو....میرا خیال ہے کہ اردو کے کلاسیکی ادب میں بھی اس قسم کا کوئی نام میری نظر سے نہیں گذرا....!"

"تمہیں کلاسیکی سے دلچسپی ہے؟"

"صرف اردو کی کلاسیکی سے....اگر وہ کسی لکھنوی بزرگ کا کارنامہ ہو تو ملکہ وکٹوریہ تک

سروتے سے ڈلیاں کترتی نظر آئیں گی۔!"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس وقت کیا بک رہا ہوں۔ شائد اس نام ڈھمپ نے میرے ذہن پر بُرا اثر ڈالا ہے۔!"

"کیا تم بالکل تنہا ہو....!"

"جی ہاں.... بالکل.... میرا اصل مالک جیل میں ہے۔!"

"کیوں....؟"

"ہم دونوں کو بھی اس کی وجہ نہیں معلوم.... انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے.... لیکن میرے مالک کو نہیں چھوڑا۔!"

"کیا تم سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا۔!"

"نہیں جناب.... جرم سے ہم سرزد ہو گئے تھے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"ہولی فادر.... میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔! وہ یقیناً کوئی بدروح تھی۔ میرے لئے کچھ کیجئے۔ کوئی روحانی عمل.... پلاسٹر چڑھا دینے سے ہڈیاں تو جڑ جائیں گی.... لیکن میرے دل و دماغ پر اُسی بھوت کا قبضہ رہے گا۔!"

"اچھی بات ہے میرے بچے.... میں تدبیر کروں گا۔!"

"بہت بہت شکریہ فادر....!"

پادری پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"کیا تم کسی کرسٹوپاؤلس کو جانتے ہو....!"

"میرا خیال ہے کہ میں نے یہ نام اپنے مالک کی زبان سے سنا ہے۔!"

"تمہارے مالک کا کیا نام ہے۔!"

"ظفرالملک....!"

"کیا کوئی سنگین الزام تھا۔!"

"میرا باس ہی جانے....! اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا بس ہم اچانک دھر لئے گئے تھے۔!"

"چھپانے کی کوشش نہ کرو.... میرے بچے شائد میں اس کی بھی مدد کر سکوں۔!"

"میرا باس مجھے اپنے معاملات سے باخبر نہیں رکھتا تھا۔!" جیمسن نے کہا اور پھر بہت آہستہ سے بولا۔ "وہ ایک لاش کا معاملہ تھا۔!"

"لاش....؟"

"ہاں فادر.... وہ لڑکی پہلے میرے باس کی سیکریٹری رہ چکی تھی۔ ایک دن ہم ایک نئے مکان میں منتقل ہوئے اور وہاں ہم نے اس لڑکی کی لاش چھت سے لٹکی دیکھی اور پھر اچانک پولیس وہاں پہنچ گئی۔!"

"بڑی بھیانک بات ہے۔!"

"پتہ نہیں کون ہے جو ہمیں پریشان کر رہا ہے۔ پتہ نہیں ہم کو پھانسی دلوا کر اُسے کیا ملے گا۔!"

"کرسٹوپاؤلس کے بارے میں تمہارے باس نے کیا بتایا تھا۔!"

"اچھی طرح یاد نہیں۔!" جیمسن پادری کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کرسٹوپاؤلس کون ہے فادر.... اور اس کا ہمارے معاملات سے کیا تعلق....!"

"ہو سکتا ہے وہی تمہارے مصائب کا ذمہ دار ہو۔!"

"کیا وہ کوئی بُرا آدمی ہے۔!"

"بہت بُرا میرے بچے۔ کیا تم لوگوں سے کبھی کوئی ایسا جرم سرزد ہوا تھا جسکا الزام تم پر نہ آ سکا ہو۔!"

"نہیں فادر.... مجھے تو یاد نہیں۔!"

"ہو سکتا ہے تمہارے باس سے سرزد ہوا ہو اور تم لاعلم ہو۔!"

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں فادر....!"

"کرسٹوپاؤلس ایسے آدمیوں کو بلیک میل کر کے اپنے لئے کارآمد بناتا ہے لیکن اب تم فکر نہ کرو.... وہ یہاں سے اچانک فرار ہو گیا ہے اور جہاں بھی جائے گا مار ڈالا جائے گا۔!"

"میں اس کے متعلق تفصیل سے کچھ نہیں جانتا۔!"

"دنیا کے بہتیرے آدمی اس کی تلاش میں ہیں۔ وہ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچے گا۔!"

"مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں سوائے اس بھوت کے۔ آپ تو کچھ اس سلسلے میں کر دیجئے فادر وہ میرے ذہن پر بُری طرح چھایا ہوا ہے۔!"

"تمہاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ پھر بھی میں اس پر غور کروں گا.... دعا کروں

گا تمہارے لئے۔!"

"شکریہ فادر....!" جیمسن نے کہا اور کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

ڈپٹی ڈائریکٹر سعید کی کوٹھی کی نگرانی شروع ہو چکی تھی۔ نعمانی اور چوہان مختلف جگہوں سے آنے والوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

ٹھیک چھ بجے کوٹھی کے پھاٹک پر ایک رکشا رکا اور اُس پر سے ایک آدمی اتر کر میٹر دیکھنے لگا۔

اس کے بعد اس نے کرایہ ادا کیا تھا اور اُس پر سے ایک بڑا سا پیکٹ اتار کر کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا تھا۔ پیکٹ کی بناوٹ بتاتی تھی کہ اس میں فریم کی ہوئی کوئی تصویر ہی ہو سکتی ہے۔

اس کے اندر داخل ہو جانے کے بعد نعمانی اور چوہان اپنی جگہوں سے ہٹ کر ایک دوسرے سے آملے۔

"کیا خیال ہے۔!" نعمانی بولا۔

"پیکٹ میں کوئی فریم ہی معلوم ہوتا تھا۔!"

"لیکن وہ ہمارے ہاتھ کیونکر لگے۔!"

"ناممکن ہے۔!"

"تو پھر....؟"

"اس آدمی کا تعاقب کریں گے۔!"

"وہ کوئی اہم آدمی نہ ہوگا۔!"

"پھر بھی۔!"

"دراصل مجھ سے غلطی ہوئی۔!" نعمانی بڑبڑایا۔ "مجھے کوزی بار ہی میں رک کر اس آدمی ویلفریڈ کی نگرانی کرنی چاہئے تھی۔!"

وہ اس آدمی کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔

"جولیا اور صدیقی زن و شوہر کی حیثیت سے نبراسکا میں مقیم ہیں۔!" چوہان تھوڑی دیر بعد بولا۔

"تنویر کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ آخر جولیا نے اس پارٹ کے لئے صدیقی ہی کا انتخاب کیوں کیا؟"

"جیمسن کو سائیکو مینشن میں نہیں رکھنا چاہئے تھا۔!"

"بہتیری باتیں نہیں ہونی چاہئے تھیں۔ لیکن بہر حال ہوئیں۔ ہمیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔!"

"وہ مردود ابھی تک نہیں پلٹا....!" چوہان نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اُس پر اسرار نقاب پوش کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی تھی اور پھر اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔!"

"صفدر کا خیال ہے کہ ولبر ناکس کے بیان کے مطابق وہی شخص اے ون ہو سکتا ہے۔!"

"جیمسن کا کہنا ہے کہ وہ اڑتا ہوا اس کی کھڑکی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔!"

"جیمسن....! شاید کسی قسم کا پینک لانے والا نشہ استعمال کرتا ہے۔!"

"اس کلوروفل کا کیا چکر تھا۔!"

"میں اس قسم کے شعبدوں کے پھیر میں نہیں پڑتا.... میں نے صفدر سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔

وہ اس آدمی کے دوبارہ برآمد ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک پر آکھڑا ہوا۔ چند لمحے ادھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر ایک سمت پیدل چل پڑا۔

"لاحول ولا قوۃ....!" نعمانی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم ہی جاؤ....!" چوہان بڑبڑایا۔

"میرا خیال ہے کہ اب اس کا تعاقب کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔!"

"جیسا دل چاہے۔!" چوہان نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

نعمانی کا خیال تھا کہ کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے معقول معاوضے پر کوئی بھی تیار ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر متعلق شخص.... جو بعد میں کسی کی بھی نشاندہی نہ کر سکے۔!

وہ اس شخص کا تعاقب کرتا اور جھنجھلاتا رہا۔ اس وقت نہ جانے کیوں اُس کی قوت فیصلہ جواب دے گئی تھی۔ تعاقب جاری رکھے یا اسے نظر انداز کر دے۔

دفعتاً عقب سے ایک گاڑی آکر اس کے قریب رکی اور چوہان کی آواز سنائی دی۔

"اُسے چھوڑو.... ادھر آجاؤ....!"

نعمانی نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔ گاڑی دوبارہ حرکت میں آگئی۔

"ابھی میں نے ٹرانس میٹر پر صفدر سے گفتگو کی تھی۔!" چوہان بولا۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ اس آدمی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ویلفریڈ پر نظر رکھی جائے۔!"

"مجھے پہلے ہی اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔!"

"اب دوسرا کام در پیش ہے....!" چوہان بولا۔

"وہ کیا....؟"

"پی.... سی.... ڈھمپ والے بنگلے میں ملازموں کی حیثیت سے قیام.... ہمیں فوری طور پر وہاں پہنچنا ہے۔!"

"اوہو.... تو کیا وہ حضرت وہیں مقیم ہیں۔!"

"پتہ نہیں.... بہر حال بعض اوقات وہ یہی نام اختیار کر کے کام کرتا ہے۔!"

"چلو وہیں جھک ماریں۔!"

"اس سے پہلے ہمیں میک اپ بھی کرنا پڑے گا۔ ویلفریڈ کی نگرانی کسی اور سے کرائی جائے گی۔!"

رات تاریک تھی.... وہ گاڑی سے اترا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بنگلے کی کمپاؤنڈ وال کے پاس پہنچا پھر ایک ہی جست اُسے کمپاؤنڈ وال کی دوسری طرف لے گئی۔

پائیں باغ میں اندھیرے اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ وہ عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔

سر تا پا سیاہ پوش تھا۔ چہرے پر بھی غلاف سا منڈھ رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے دیکھ لئے جانے کا خوف ہی نہ ہو۔!

برآمدے میں پہنچ کر اس نے صدر دروازے کا ہینڈل گھما کر دیکھا دروازہ مقفل تھا۔

قفل کا سوراخ ٹٹول کر اُس نے ایک باریک سا اوزار اُس میں ڈالا.... ہاتھ کو ہلکی سی جنبش دی اور قفل کھلنے کی آواز سن کر ہینڈل پھر گھمایا۔ اس بار دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ صرف ایک دروازے کے شیشوں سے گہری نیلی روشنی کا عکس راہداری میں پڑ رہا تھا۔

یہاں رک کر اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ لیکن ہینڈل گھماتے ہی نہ صرف دروازہ کھلا بلکہ کمرے میں تیز قسم کی روشنی بھی پھیل گئی۔ غالباً روشنی کے اُس اچانک جھماکے ہی

کی بناء پر سامنے مسہری پر سونے والا جاگ پڑا تھا۔

سیاہ پوش نے ریوالور اس کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔!"

بھدی ناک اور گھنی مونچھوں والا مسہری پر پڑا بے بسی سے پلکیں جھپکاتا رہا۔

"اب اٹھ بیٹھو....!" سیاہ پوش نے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر کہا۔

"تم کون ہو میرے بھائی۔!" اُس نے اٹھتے ہوئے بھرائی سی آواز میں پوچھا۔

"تمہاری موت....!" جواب ملا۔

"مگر مجھے تو ایک نجومی نے بتایا تھا کہ کسی بوڑھی عورت کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔!"

"بکواس بند کرو....!" بھدی ناک والا قہقہہ لگا کر بولا۔ "پرنس عبدالمنان بچوں کی سی حرکتیں نہ کرو.... اس سے کیا فائدہ! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر قابو نہ پا سکو گے۔ اگر تم مجھے کچھ نہیں دے سکتے تو روشی کے مطالبات پورے کرو۔!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔!" نقاب پوش بولا۔

"تو پھر تم کون ہو....؟"

"وہی جس سے تم ملنا چاہتے تھے۔!"

"آہا.... تو پھر تم ان مناروں والیوں کے باس ہو سکتے ہو۔!"

"اس بار تم سے اندازے کی غلطی نہیں ہوئی۔!"

"تو معاملے کی بات کرو.... ریوالور جیب میں رکھ لو....!"

"میں تمہیں فنا کر دوں گا.... تم جیسے حقیر کیڑوں سے معاملے کی بات ہونہہ....!"

"تو پھر اپنے آدمیوں سے ہاتھ دھو رکھو....!"

"کون سے آدمی....؟"

"وہ دونوں عورتیں.... ڈکسن برادران اور ولبر سناکس....!"

"شاطر کو مہرے پٹنے کا غم نہیں ہوتا۔ میں نے تو تم سے بھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ سب زندہ ہیں یا مر گئے۔!"

"پھر تم کیا یہاں جھک مارنے آئے ہو۔!"

"نہیں.... تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس کے لئے کام کر رہے ہو۔!"

"اپنے لئے....!"

"کیا مطلب....؟"

"کوئی بڑی رقم لے کر میں تمہاری راہ سے ہٹ جاؤں گا۔!"

اچانک دو آدمی عقب سے نقاب پوش پر ٹوٹ پڑے اور پھولی ہوئی ناک والے نے اچھل کر اُس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

ریوالور اچھل کر دور جا پڑا۔ لیکن ساتھ ہی وہ دونوں آدمی بھی اچھل اچھل کر دونوں اطراف کی دیواروں سے جا ٹکرائے۔

بھدی ناک والا ریوالور پر قبضہ کر چکا تھا۔

"ہلنا نہیں....اپنی جگہ سے....ورنہ فائر کر دوں گا۔!" اس نے نقاب پوش کو دھمکی دی۔

اُن دونوں نے اٹھنا چاہا لیکن چکرا کر گر پڑے۔ غالباً اُن کے سر دیواروں سے ٹکرائے تھے۔!

نقاب پوش پر دھمکیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ دونوں ہاتھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے اُس سے بغل گیر ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔!

"اچھی بات ہے۔!" بھدی ناک والا سر ہلا کر بولا۔ "اگر تم معانقہ ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ لو۔!"

اُس نے ریوالور مسہری پر اچھال دیا اور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ دفعتاً نقاب پوش آہستہ روی ترک کر کے اُس پر جھپٹ پڑا۔ لیکن بھدی ناک والا جھکائی دے کر برق رفتاری سے اُس کی پشت پر نہ صرف پہنچا تھا بلکہ کمر پر ایک لات بھی رسید کر دی تھی۔

نقاب پوش لڑکھڑاتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ وہیں ایک آدمی بھی پڑا ہوا تھا اُس نے اُس کی ٹانگیں دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیں اور وہ پھر دوسری جانب چاروں شانے چت گرا۔

پھر بھدی ناک والے نے نیچے جھک کر اس کے چہرے پر منڈھا ہوا غلاف اتارنا چاہا تھا کہ اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن جکڑ لی۔ گرفت مضبوط تھی۔ وہ گلو خلاصی کیلئے زور لگانے لگا۔

اب پوزیشن یہ تھی کہ نقاب پوش کی ٹانگیں اس آدمی کی گرفت میں تھیں اور خود اس نے بھدی ناک والے کی گردن جکڑ رکھی تھی۔ دوسرا آدمی جھلائے ہوئے انداز میں اٹھا اور بستر پر پڑے ہوئے ریوالور پر قبضہ کر کے دہاڑا۔

"گردن چھوڑ دو....ورنہ فائر کر دوں گا۔!"

لیکن اس نے بھدی ناک والے کی گردن نہ چھوڑی۔ البتہ اپنی دونوں ٹانگیں اس آدمی کی گرفت سے چھڑا کر ٹانگوں ہی سے اس کی مرمت کرنے لگا۔

اس کی کراہیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ دفعتاً دوسرے آدمی نے اس پر فائر جھونک مارا۔

"کیا کرتے ہو....!" بھدی ناک والا غرایا۔ اتنے میں اس نے جو زور لگایا تو نقاب پوش کی گرفت اس کی گردن پر ڈھیلی پڑ گئی لیکن جب وہ اسے دھکا دے کر اچھلا تو یہ پتہ چلا کہ گرفت خود اس نے دیدہ دانستہ ڈھیلی کی تھی۔

بھدی ناک والا اس کے اچانک اچھلنے کی بناء پر لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ نقاب پوش نے دوسری چھلانگ لگائی اور بیڈ روم کے دروازے سے گذر گیا۔

دوسرے آدمی نے پھر فائر جھونک مارا۔

"کیا حماقت کر رہے ہو۔!" بھدی ناک والا جھلا کر بولا۔ "پوری بستی کو جگاؤ گے۔!"

پھر اُس نے دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ پوری عمارت ایک زور دار دھماکے سے لرز اٹھی۔

وہ منہ کے بل فرش پر گرے تھے۔ دھوئیں کا ایک زبردست ریلا دروازے سے داخل ہوا۔

"اٹھو بھاگو....وہ کھڑکی....وہ کھڑکی کھولو۔!"

بھدی ناک والا چیخا.... اور جیسے ہی ان میں سے ایک آدمی کھڑکی کے قریب پہنچا بھدی ناک والے نے جھپٹ کر روشنی بجھا دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو....!" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"جلدی کرو....کھڑکی کھولو....!"

"وہ تینوں ہی اب بُری طرح کھانس رہے تھے کسی نہ کسی طرح کھڑکی کھلی اور انہوں نے باہر چھلانگیں لگانی شروع کیں....ساتھ ہی ایسی آواز بھی آئی جیسے ٹامی گن سے فائرنگ ہوئی ہو۔

"خبردار اٹھنا نہیں۔!" بھدی ناک والا آہستہ سے بولا۔ "رینگتے ہوئے عمارت کی پشت پر نکل چلو!"

کمپاؤنڈ کے باہر سڑک پر سے لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"نکل چلو....چلو....ورنہ دشواری میں پڑیں گے۔!" بھدی ناک والا بولا۔ "اب چہار دیواری پر چڑھ کر دوسری طرف کود جاؤ۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے کافی فاصلے پر تھے۔!"

بھدی ناک والا کہہ رہا تھا۔"اس لئے بجھائی تھی لائٹ.... اُس نے دھوئیں کا بم پھینکا تھا.... اگر ہمارے فرار ہوتے وقت کھڑکی میں روشنی ہوتی تو ہم ٹامی گن کی بوچھاڑ کی نظر ہو چکے ہوتے۔ کیا خیال ہے میرے دوستو!"

وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

کچھ دیر بعد بھدی ناک والا پھر بولا۔"تم نے فائر کر کے کھیل بگاڑ دیا۔ دونوں چلتے چلتے رک گئے اور ان میں سے ایک بولا۔"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ وہی "سبز لہو" والا ہے۔!"

"اور تم نے دیکھا کہ وہ تمہارے امتحان پر پورا اترا ہے۔!"

"یہ کیا بلا ہے آخر....؟"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔!" بھدی ناک والا بولا۔

رینا پچھلی رات سے پرنس کی منتظر تھی۔ وہ وعدہ کر کے گیا تھا کہ دس گیارہ بجے تک واپس آجائے گا لیکن اب اس وقت دوسری صبح کے آٹھ بجے تھے اور وہ نہیں پلٹا تھا۔

ناشتے کی میز پر بھی وہ تنہا تھی۔ خادم نے بتایا کہ فادر فرڈی ننڈ کو پچھلی رات سے بخار ہو گیا ہے اور وہ آرام کر رہے ہیں۔ ناشتے پر اس کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔!

نو بجے پرنس عبدل کی شکل دکھائی دی۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"تم کہاں تھے....؟" رینا نے پوچھا۔

"بس کیا بتاؤں پتہ نہیں کس طرح کھیل بگڑ گیا۔!"

"آخر ہوا کیا....!"

"ڈھمپ کے بنگلے میں پولیس کی زبردست بھیڑ نظر آتی ہے۔!"

"اوہ تو کیا وہ پکڑا گیا....؟"

"یہی تو افسوس ہے.... نکل گیا۔!"

"بات کیا تھی.... کیا تم پولیس کے پاس دوڑے گئے تھے۔!"

"ہرگز نہیں!"

"تو پھر یہ کیسے ہوا....؟"

"میں نے سنا ہے کہ پچھلی رات اس کے بنگلے میں زبردست دھماکہ ہوا تھا.... اور کچھ پڑوسیوں نے ٹامی گن کی فائرنگ بھی سنی تھی۔!"

"اوہو.... تو پھر....!"

"اب پولیس کو پی سی ڈھمپ کی تلاش ہے۔!"

"یہ تو بہت برا ہوا....!"

"کیوں....؟"

"اب وہ ہمارے ہاتھ نہ آسکے گا۔!"

"ہاں.... یہ تو ہے.... پولیس کے ڈر سے روپوش ہو جائے گا۔ واقعی بہت برا ہوا۔!"

"اب کیا ہوگا....!"

"بہترین موقع ہے تم بھی اپنی رپورٹ اُس کے خلاف لکھوا دو....!"

"نہیں.... فادر فرڈی ننڈ کی رائے نہیں ہے۔!"

"شائد وہ بھی وہی سوچتے ہیں جو میرا خیال تھا....!"

"کیا مطلب....؟"

"تمہارے بھائی درپردہ کسی غیر قانونی حرکت کے مرتکب بھی ہوتے رہے تھے۔!"

"نہیں.... یہ ناممکن ہے.... تم یہ مت کہا کرو۔!"

"چلو تمہارے خیال سے اب نہ کہوں گا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔!"

"فادر کہاں ہیں۔!"

"ان کی طبیعت خراب ہے۔ ابھی بیڈ روم سے نہیں نکلے۔!"

"بہر حال اب اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔! غالباً فی الحال وہ شہر ہی سے غائب ہو جائے۔"

رینا کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اُسے یقین تھا اب اُس کے بھائیوں کا سراغ مل جائے گا۔ لیکن اس نئی خبر نے رہی سہی امید کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اب تو اپنے چیف سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی کیونکہ چیف ہی کی ہدایت پر اُس نے اپنا

ٹرانس میٹر کرسٹو پاؤلس کے حوالے کردیا تھا اور ضروری امور پر کرسٹو پاؤلس ہی سے گفتگو کرنے کی ہدایت بھی چیف ہی کی طرف سے ملی تھی۔

پھر ایک دن جب کرسٹو پاؤلس سے ملنے اس کی رہائش گاہ پر گئی تو ملازم سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے باہر گیا ہے۔

وہیں پادری فرڈی ننڈ سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ وہ کرسٹو پاؤلس سے ملنے آیا تھا۔

پھر پادری ہی نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ ڈکسن فیملی سے تعلق رکھتی ہے اس پر رینا کو حیرت ہوئی تھی۔ لیکن پادری نے بتایا کہ وہ جرمی ڈکسن اور جیری ڈکسن سے واقف ہے اور رینا ان سے بڑی مشابہت رکھتی ہے پھر پادری کی نرم زبانی نے اس کو اس پر مجبور کردیا تھا کہ وہ اسے بھی اپنے بھائیوں کی گمشدگی سے آگاہ کردے۔ پادری نے تشویش کا اظہار کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر معاملے میں اُس پر تکیہ کرسکتی ہے۔ جرمی اور جیری بہت اچھے لڑکے ہیں وہ اُن کے لئے سب کچھ کرسکے گا۔ پرنس بھی اس کے لئے ایک طرح کی ڈھارس ہی تھا۔ اس کی ذات سے کم از کم تنہائی کا احساس تو رفع ہی ہوگیا تھا۔ اُس نے پرامید نظروں سے پرنس کی طرف دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو....!" اُس نے اُسے مخاطب کیا۔

پرنس چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنے میں قدموں کی آہٹ ہوئی رینا مڑی۔ پادری کمرے میں داخل ہورہا تھا۔ وہ دونوں تعظیماً اٹھ گئے۔!

"بیٹھو بیٹھو.... میرے بچو....!" وہ نقاہت بھری آواز میں بولا۔

"کیسی طبیعت ہے فادر.... ابھی خادم نے بتایا تھا۔!"

"اب اس وقت تو ٹمپریچر.... نہیں ہے۔!" وہ بیٹھتا ہوا بولا اور پھر خاموش ہو کر ہانپنے لگا۔

وہ دونوں پُر تشویش نظروں سے اُسے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد بولا۔

"شام ہی سے میری طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اسلئے اس بلیک میلر کے سلسلے میں کچھ نہ کرسکا۔!"

"آپ کرتے بھی کیا.... فادر....!" پرنس نے پوچھا۔

"یہاں کے کئی بڑے آفیسروں سے میرے مراسم ہیں۔ میں اپنے طور پر اُن سے مدد لیتا تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔!"

"لیکن اب تو وہ کسی کے بھی ہاتھ نہ لگ سکے گا۔"

"کیا مطلب....؟" پادری چونک کر بولا۔

پرنس نے وہی واقعہ دہرایا جو کچھ دیر پہلے رینا کو بتایا تھا۔

"یہ تو واقعی بُرا ہوا!" پادری بولا۔ "بہت بُرا.... پتہ نہیں دونوں بچے کس حال میں ہوں۔!"

اس کی آواز گلوگیر ہوگئی اور رینا کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری ہوگیا تھا۔ رینا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں کیونکہ پادری کی آواز میں اس نے مایوسی کی جھلک محسوس کی تھی۔ اس سلسلے میں وہ حقیقتاً اُسے ہی آخری سہارا تصور کرتی تھی۔ پرنس کو تو اپنے معاملات کی فکر زیادہ تھی اور وہ پادری کے مقابلے میں مخلص بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ پادری تو اس کا ہم وطن اور ہم قوم تھا۔

"تو پھر اب کیا ہوگا.... فادر....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے میری بچی۔!"

"ہاں ہاں.... اور کیا میں ایڑی چوٹی کا زور لگادوں گا۔!" پرنس بھی بولا۔

"رینا بہت پریشان ہے....!" پادری نے کہا۔ "تم اسے اپنے ساتھ کہیں باہر لے جاؤ.... میں تنہائی میں کوئی تدبیر سوچوں گا۔!"

"لیکن آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے فادر....! میں آپ کی دیکھ بھال کروں گی۔!"

"میری دیکھ بھال کے لئے وہی کافی ہے۔!" پادری چھت کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "میں اپنے لئے صرف اسی کی مدد کا منہ دیکھتا ہوں۔!"

"چلو اٹھو....!" پرنس نے رینا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "فادر کا خیال درست ہے تمہیں تازہ ہوا کی ضرورت ہے اور پھر یہ سارے مصائب آدمی ہی کے لئے ہیں۔!"

پادری کی پُر تقدس مسکراہٹ پرنس کے خیال کی تائید کررہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔

پرنس کے اصرار پر رینا بھی اٹھی تھی اور اس کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگی تھی۔

باہر اُسے ایک لمبی سی شاندار گاڑی کھڑی نظر آئی۔

"اوہ.... یہ تمہاری گاڑی ہے۔!" رینا نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں....!" پرنس کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

"مجھے علم ہے کہ یہاں کے بہت زیادہ دولت مند لوگوں میں تمہارا شمار ہوتا ہے۔ مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے۔!"

"اور مجھے اس پر فخر ہے کہ تم بہت خوش مزاج لڑکی ہو۔!"

ریناصرف مسکرائی تھی۔ کچھ بولی نہیں تھی۔ لمبی سی بے آواز گاڑی چکنی سڑک پر تیرتی چلی گئی۔

"ہم کہاں چل رہے ہیں۔!" رینانے پوچھا۔

"کسی اچھی سی تفریح گاہ میں وقت گذاریں گے۔!"

"تم سچ مچ بہت اچھے ہو۔!" رینا ہنس کر بولی۔" اچھا یہ بتاؤ روشی سے چھٹکارا پالینے کے بعد تم کیا کرو گے۔!"

"خود کو بالکل ہی احمق محسوس کروں گا۔"

"کیا مطلب......؟"

"کسی عورت کو پالینے کی تمنا حماقت ہے اور پا کر چھوڑ دینا اُس سے بھی بڑی حماقت۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"پا لینے کے بعد کان اس کی ٹائیں ٹائیں کے عادی ہو جاتے ہیں اور چھوڑ دینے پر کانوں میں سناٹا سیٹیاں سی بجانے لگتا ہے اور آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔!"

"عورتیں باتونی ہوتی ہیں تم یہی کہنا چاہتے ہونا۔!" رینانے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اتنے میں پرنس چونک کر بولا۔" عقب نما آئینے میں دیکھو۔۔۔۔!"

"کیا دیکھوں۔!"

"وہ نیلے رنگ کی گاڑی۔۔۔۔ شروع ہی سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔!"

"میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔!"

"میں نے شروع ہی سے اس کا خیال رکھا تھا۔ ڈھمپ خطرناک آدمی ہے۔!"

"اوہ تو کیا وہ اس کی جرأت کر سکے گا جب کہ پولیس بھی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔!"

"وہ ایک بے جگر آدمی ہے۔!"

"کیا تم اس سے خائف ہو۔!"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔! لیکن ہمیں بہر حال محتاط رہنا چاہئے۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ ساحلی تفریح گاہ کی حدود میں داخل ہوئے۔ نیلے رنگ کی کار اب بھی عقب نما آئینے میں نظر آرہی تھی۔

لیکن اپنی گاڑی پارک کر دینے کے بعد ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے اس نیلی کار سے فادر فرڈی نینڈ کو اترتے دیکھا۔ وہ انہیں کی طرف آرہا تھا۔

"تمہیں حیرت ہوگی میرے بچو۔۔۔۔!" وہ قریب آکر بولا۔

دونوں کچھ نہ بولے۔۔۔۔ پادری نے کہا۔" دراصل ایک نیا خیال میرے ذہن میں ابھرا تھا اور میں تم لوگوں کے پیچھے چل پڑا تھا۔ پرنس عبدل تم سے ایک اہم معاملے پر گفتگو کرنی ہے۔!"

"ضرور فادر۔۔۔۔ میں ہر طرح حاضر ہوں۔۔۔۔ میرے لائق جو بھی خدمت ہو۔!"

"آسمانی باپ تم پر برکتیں نازل کرے۔!"

"آمین۔۔۔۔!" پرنس نے مؤدبانہ کہا۔

وہ تینوں سی سائیڈ ہوٹل میں جا بیٹھے۔! پرنس نے ویٹر کو بلا کر مشروبات کا آرڈر دیا اور پادری کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

پادری تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔" رینا مجھے تمہارے حالات سے آگاہ کر چکی ہے۔!"

پرنس نے رینا کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

"پچھلی رات تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔!" پادری نے اچانک سوال کیا۔

"بے حد ضروری کام تھا فادر۔۔۔۔ مجھے اپنے بینکرس سے معلوم کرنا تھا کہ روشی نے میری عدم موجودگی میں کوئی بھاری رقم تو نہیں نکلوائی۔ اس چھان بین کے دوران میں خاصی رات گذر ئی تھی اس لئے میں نے تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔!"

"کیا یہاں بینک رات کو بھی کاروبار کرتے ہیں۔!"

"نہیں۔۔۔۔! لیکن اپنے خصوصی تعلقات کی بناء پر میں جس وقت چاہوں اس قسم کے کام بھی نجام دے سکتا ہوں۔ میں نے رات بھی ایک بینک کے جنرل منیجر کے یہاں بسر کی تھی۔!"

"یہ برسبیل گفتگو تھی۔۔۔۔!" پادری مسکرا کر بولا۔" ورنہ مجھے ان باتوں سے کیا سروکار۔!"

"آپ جو کچھ بھی فرمائیں۔۔۔۔ سر آنکھوں پر۔۔۔۔!" پرنس خوش اخلاقی کے مظاہرے کے لور پر مسکرایا۔

"تمہارا خیال ہے کہ تمہاری بیوی بھی حقیقتاً اسی بلیک میلر کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔!"

"حالات نے مجھے ایسا سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے فادر....!" پرنس نے مغموم لہجے میں کہا۔

"خیر خیر.... شیطان کے شر سے کوئی بھی محفوظ نہیں! میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اُس کے گروہ میں کسی امتیازی حیثیت کی حامل ہو گی۔!"

"یہ بھی ممکن ہے فادر....!"

"تب پھر وہ اس کی مختلف کمین گاہوں سے ضرور واقف ہو گی۔!"

پرنس اچھل پڑا اور تھوڑی دیر تک حیرت سے پادری کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔

"عین ممکن ہے فادر.... اوہو.... مجھے تو اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔!"

"اگر کسی طرح اُس سے اُسکے مختلف ٹھکانوں کے پتے معلوم کئے جاسکیں تو تلاش میں آسانی ہو گی۔!"

"بہت معقول تجویز ہے فادر....!"

"تو پھر تم اس سے کس طرح معلوم کرو گے۔!"

"واقعی یہ مشکل کام ہے۔!"

"کیوں مشکل کیوں ہے۔!" رینا بولی۔

"میں نے آج تک اس پر ظاہر نہیں کیا کہ اس کی طرف سے مشکوک ہوں۔!"

"اگر اس پر ظاہر ہو گیا تو.... کیا ہو گا۔!"

"مم.... میں.... کک.... کچھ.... نہیں کہہ سکتا۔!"

"تم حقیقتاً بزدل اور ڈرپوک ہو....!" دفعتاً رینا آنکھیں نکال کر بولی۔

"نہیں.... نہیں.... ایسی گفتگو نہیں۔!" پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔

رینا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا اور غصیلی نظروں سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"تم میری.... بب.... بات بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو.... میں آخر کس طرح اس کے منہ پر ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں۔!"

"مجھے کہنے دو کہ تم اُس کے غلام بن کر رہ گئے ہو۔!" رینا پھر چڑھ دوڑی۔ "دوسروں کے سامنے اُس کے لئے غصے اور نفرت کا اظہار کرتے رہو گے۔ لیکن اُس کے آگے بھیگی بلی بن جاؤ گے۔ حقیقتاً تمہیں اُس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اگر تمہاری کھال بھی اتار دے گی تو تمہیں شکوہ

نہ ہو گا۔ کیا میں نے دیکھا نہیں تھا اس رات کو۔!"

"رینا پلیز!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور رحم طلب نظروں سے رینا کی طرف دیکھنے لگا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہنا چاہتا ہو خدا کے لئے پادری کو یہ نہ بتانا کہ روشی اُس رات مجھے مارنے کے لئے دوڑار ہی تھی۔!

رینا کے ہونٹوں پر بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بھئی میں منع کر رہا ہوں کہ اس قسم کی گفتگو نہ کرو۔!" پادری نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں فادر....!"

"خیر ختم کرو.... لیکن اب روشی ہی واحد ذریعہ ہے اس تک پہنچنے کا۔!"

"تو پھر میں کیا کروں فادر....!"

"تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا.... کیا وہ شام کو ہواخوری کے لئے نکلتی ہے۔!"

"ہاں فادر... پابندی سے ٹپ ٹاپ کلب جاتی ہے۔! وہ آج کل رات کو کھانا وہیں کھا رہی ہے۔!"

"اچھی بات ہے تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔!"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں فادر....!"

"رینا تو اُسے پہچانتی ہی ہے۔ میں اور رینا یہ کام کرلیں گے۔!"

"اب میں مطمئن ہوں فادر....!" پرنس نے طویل سانس لی۔

روشی کی گاڑی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ باوردی ڈرائیور نے نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ بڑی شان سے نیچے اتری۔!

برآمدے میں کھڑا ہوا بل کیپٹن اس کی پذیرائی کے لئے آگے بڑھا تھا پھر اُس نے اُس کی رہنمائی کلوک روم تک کی۔

یہاں اس کا کوٹ مناسب جگہ پر لٹکایا گیا.... اور پھر وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی۔

ایک ویٹر اُسے اُس کی مخصوص میز تک لے گیا۔

وہ شہزادیوں کی شان سے کرسی پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ ویٹر کو کچھ ہدایات دینے لگی۔ ویٹر بھی ادب سے جھکا ہوا اپنی نوٹ بک پر اس کی ہدایات تحریر کر رہا تھا۔

ویٹر کے چلے جانے کے بعد اس نے اچٹتی سی نظر چاروں طرف ڈالی پھر وینٹی بیگ سے آئینہ نکال کر اپنے چہرے پر تنقیدی نظریں ڈالنے لگی۔

اتنے میں دو افراد اُس کی میز کی طرف بڑھتے نظر آئے یہ ریناڈکس اور پادری فرڈی ننڈ تھے۔!

روشی نے سر اٹھا کر اُن کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر رینا کے چہرے پر جم گئی۔

"اوہو.... خوش آمدید....!" روشی نے اٹھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا یہ محض اتفاق ہے۔!"

"ہم تمہیں تکلیف دے رہے ہیں.... میری بچی....!" پادری بولا۔

"اوہ.... فادر....!" روشی اس طرح چونکی جیسے پادری پر پہلی بار نظر پڑی ہو۔! پھر جلدی سے بولی۔ "بیٹھئے.... بیٹھئے.... اور میری میزبانی قبول فرمایئے۔!"

"نہیں شکریہ....! ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ لیکن میں کچھ دیر تمہارے ساتھ بیٹھنے کی دعوت ضرور قبول کروں گا۔!"

"میری خوش قسمتی ہے۔!" روشی مسکرا کر بولی۔ پھر گھور کر رینا کی طرف دیکھا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ....!" پادری نے رینا سے کہا اور وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے بیٹھ گئی۔

"میں کیا خدمت کر سکتی ہوں.... فادر....!" روشی بولی۔

پادری نے انگلیوں سے کراس بنا کر اُسے دعائیں دیں۔!

"کوئی مشروب ہی فادر....!" روشی نے کہا۔

"اچھا کافی پی لوں گا.... میری بچی۔!"

"تم کیا پیئو گی....!" روشی نے رینا سے پوچھا۔

"مجھے خواہش نہیں ہے۔!"

"تم میرے لئے عجیب سے جذبات کا اظہار کر رہی ہو.... کیا یہ سمجھ لوں کہ تم اس احمق کی امیدوار ہو۔!"

"فضول باتیں نہ کرو۔!" رینا جھنجھلا کر بولی۔ "وہ فادر سے رویا دھویا تھا۔ فادر سمجھوتہ کرانا چاہتے ہیں۔!"

"سمجھوتہ....؟ کیسا سمجھوتہ....! اس نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔!"

"تمہیں کیا شکایت ہے.... میری بچی۔!"

"اچھا تو سنئے.... اگر اس نے میری شکائتیں آپ تک پہنچائیں تو....!"

وہ جملہ پورا کئے بغیر یک بیک خاموش ہو گئی۔!

"کہو.... کہو....!"

"نہیں.... میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔!"

"ابھی تو تم نے....!"

"جو کچھ بھی کہوں گی اس کی موجودگی میں کہوں گی۔!"

"اُوہ... تو یہ کون سی بڑی بات ہے... یہ تو ابھی ہو سکتا ہے وہ میری قیام گاہ پر موجود ہے۔!"

"لیکن آخر سمجھوتہ کس بات کا....! میں اب اُس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔!"

"وہ تو ایسا نہیں چاہتا۔!"

"پھر میری بات کیوں نہیں مانتا.... مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کرتا۔ کوئی عورت کسی ایسے مرد کو برداشت نہیں کر سکتی جو اُس پر اعتماد نہ کرتا ہو۔!"

"لیکن اُس کی باتوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی لگام تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔!" رینا بول پڑی۔

"صبر صبر میری بچی.... تم فی الحال خاموش رہو۔!" پادری نے نرم لہجے میں کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں ابھی چلوں گی.... اسی وقت!" روشی غصیلے انداز میں اٹھتی ہوئی بولی۔

وہ بھی اٹھ گئے.... روشی نے ہیڈ ویٹر کو بلا کر اپنا آرڈر کچھ دیر کے لئے ملتوی کرا دیا۔

باہر نکل کر روشی نے انہیں اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی جو منظور کر لی گئی۔ پادری نے بتایا کہ وہ ٹیکسی میں آئے تھے۔

وہ بہت کشادہ گاڑی تھی.... تینوں پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گئے تھے۔

پادری نے ڈرائیور کو ہدایات دیں اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔

پندرہ منٹ بعد وہ شہر کے بہت زیادہ مالدار لوگوں کی بستی میں جا پہنچے۔ یہاں کی عمارتیں ایک دوسری سے فاصلے پر واقع تھیں۔

پائیں باغ سنسان پڑا تھا۔ برآمدے کی روشنی محدود تھی۔ وہ نیچے اُترے.... پادری آگے چل رہا تھا۔ وہ انہیں ایک وسیع ڈرائنگ روم میں لایا۔

"تم دونوں یہیں بیٹھو.... میں عبدل کو دیکھتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ وہ لائبریری میں ہوگا۔" پادری نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

روشی رینا کی طرف مڑی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ کچھ بولی نہیں.... رینا کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد روشی نے پوچھا۔ "کیا عبدل تمہیں پسند ہے۔!"

"اس سوال کا مطلب....؟" رینا غرائی۔

"وہ آج تک مجھ جیسی عورت کے قابو میں نہیں آسکا۔!"

"میں فضول باتیں نہیں سننا چاہتی.... یہ فادر فرڈی نںڈ کا معاملہ ہے وہی جانیں.... عبدل کو ایک اپاہج کی حیثیت سے میرے پاس چھوڑ گئی تھیں۔!"

"لیکن تم نے اُسے توانا کردیا۔!" روشی ہنس پڑی۔

"میرا مضحکہ نہ اڑاؤ.... سمجھیں۔!"

اتنے میں عمارت کے کسی حصے سے کسی کے چیخنے کی آوازیں آئیں۔

"یہ کیا ہے....؟" وہ دونوں بیک وقت چونک کر بولیں۔

پھر رینا اس دروازے کی طرف جھپٹی جس سے گذر کر پادری اندر گیا تھا.... لیکن وہ دوسری جانب سے بولٹ کیا ہوا ملا۔

"تم کہاں جارہی ہو۔!" روشی اسکا بازو پکڑتی ہوئی بولی۔ "میں سازش کی بو سونگھ رہی ہوں۔!"

"سازش.... کیسی سازش....!" رینا پھر کرسیوں کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن اس کے لہجے میں تمسخر تھا۔

دفعتاً وہی دروازہ کھلا جسے رینا کھولنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ لیکن یہ پادری تو نہیں تھا۔ ان کے سامنے ایک سیاہ پوش کھڑا تھا۔ جس کے چہرے پر منڈھے ہوئے غلاف سے دو خون خوار آنکھیں انہیں گھورے جارہی تھیں۔

"تت.... تم.... کون ہو....!" رینا ہکلائی۔

"تمہارا چیف.... تم خاموشی سے ایک طرف بیٹھو....!"

"اوہو.... چیف.... اُوہ.... فادر کہاں ہیں۔!"

"میں نے کہا تھا.... خاموش بیٹھو....!"

رینا سہم کر ایک طرف جا بیٹھی۔

اس نے روشی کی طرف دیکھا لیکن وہ ذرہ برابر بھی متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ اس کے دیکھنے کا انداز تو کچھ ایسا تھا جیسے سرکس کا کوئی مسخرہ اچانک تماش بینوں کے قریب آکھڑا ہوا ہو۔

"اب کرتب دکھاؤ اپنے....!" دفعتاً روشی ہنس کر بولی۔ "فادر فرڈی نںڈ بہت زندہ دل آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!"

"ابھی معلوم ہو جائے گا زندہ دلی کا حال!" سیاہ پوش غرایا۔ "مجھے پی سی ڈھمپ کا پتہ چاہئے۔!"

"کیا یہ تمہارے سرکس کے کسی جانور کا نام ہے....؟" روشی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"رینا اسے گھسیٹ کر اُسی کرسی سے باندھ دو۔ جس کے بازو سے تسمے لپٹے ہوئے ہیں۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!" دفعتاً روشی بپھر گئی۔ "اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا تو اُسے پچھتانا پڑیگا۔"

"کیا بکواس کررہی ہو تم....!" رینا اٹھ کر روشی کی طرف جھپٹی لیکن قریب پہنچی ہی تھی کہ روشی نے اس کی بائیں کنپٹی پر تھپکی دے کر چپڑاس ماری ہے تو وہ دھڑام سے فرش پر جارہی۔ ساتھ ہی اس کی کراہ بھی کمرے میں گونجی تھی۔

ٹھیک اسی وقت صدر دروازے کی طرف "ارے ارے۔!" کی ہانک سنائی دی۔

تینوں ہی متوجہ ہوگئے۔ پی سی ڈھمپ ان کی طرف رخ کئے ہوئے بائیں ہاتھ سے دروازہ بولٹ کررہا تھا.... اس کے داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا ڈنڈا دکھائی دیا۔

رینا بوکھلا کر اٹھ گئی۔

"تم روشی سے میرا پتہ پوچھ رہے تھے۔!" اس نے نقاب پوش کو مخاطب کیا۔ "میں خود ہی حاضر ہوگیا۔ عورتوں کی آپس میں لڑائی بھڑائی مجھے قطعی پسند نہیں۔ انہیں تو صرف گنگناتے رہنا چاہئے۔!"

"اس وقت تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے۔!" نقاب پوش غرایا۔

"مجھے علم ہے کہ تم پر گولیاں اثر نہیں کرتیں۔ اس لئے اس وقت ڈنڈا ساتھ لایا ہوں۔!" ڈھمپ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "عورتو! تم سامنے والی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جاؤ.... ورنہ ہوسکتا ہے کہ میرے ڈنڈے کو پچھتانا پڑے۔!"

روشی رینا کا ہاتھ پکڑ کر دیوار کی طرف گھسیٹ لے گئی۔

رینا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔ ایک سحر زدہ کی طرح روشی کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔

ادھر نقاب پوش نے ریوالور نکال کر ڈھمپ پر ایک فائر جھونک مارا۔

لیکن ڈھمپ صرف چار فٹ کے فاصلے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ رینا حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی۔

ایسی پھرتی اُس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ فائر ہوتے ہی وہ بجلی کی طرح تڑپا تھا.... اور اب بھی پہلے ہی کی طرح اپنی گھنی مونچھوں کی اوٹ میں مسکرائے جا رہا تھا۔

پھر تو سیاہ پوش.... ریوالور سے تابڑ توڑ فائر کرتا ہوا چلا گیا تھا اور ڈھمپ کے پاؤں زمین سے لگتے نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اڑ رہا ہو....!

ریوالور خالی ہو گیا.... ڈھمپ کے پیر زمین سے لگے.... سیاہ پوش نے جھلاہٹ میں خالی ریوالور اُس پر کھینچ مارا.... لیکن وہ ڈھمپ کے ڈنڈے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔

"اب تم میرے ڈنڈے کے کرتب دیکھو.... اے ون....!" ڈھمپ نے کہا اور آگے بڑھ کر ڈنڈا اُس کے بائیں پہلو پر رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پھر پاگلوں کی طرح ڈھمپ پر ٹوٹ پڑا....

ڈھمپ نے پینترا بدل کر پھر ڈنڈا گھمایا......اس بار ڈنڈا اُس کے شانے پر بیٹھا تھا۔

"شائد میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔!" دفعتاً ڈھمپ ہاتھ روک کر بولا۔

"جب تک تمہارا یہ خول نہیں اترے گا تم چوٹ نہیں کھاؤ گے۔!"

اس نے ڈنڈا ایک طرف ڈال کر سیاہ پوش پر چھلانگ لگائی۔ دونوں گتھ کر رہ گئے۔

رینا بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ فائروں کا حشر وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ اس نے سوچا اگر چیف کو شکست ہو گئی تو کیا ہو گا.... اس کے بھائی....!

پھر ہر قسم کے خدشات اُس کے ذہن سے محو ہو گئے اور وہ ڈنڈا اٹھانے کے لئے جھپٹی لیکن اُسے منہ کے بل فرش پر گر جانا پڑا کیونکہ روشی نے اپنی ٹانگ اُس کی ٹانگوں میں پھنسا دی تھی۔

رینا چیخ چیخ کر اُسے بُرا بھلا کہنے لگی۔

دفعتاً ڈھمپ گرج کر بولا۔ "روشی لڑکی کی حفاظت کرو.. اگر اُسے چوٹ آئی تو اچھا نہ ہو گا۔!"

دفعتاً رینا چیخنے لگی.... "عبدل.... عبدل.... تم کہاں ہو....؟"

لیکن عبدل کی آواز کہیں سے نہ آئی۔!

ادھر دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر پلے پڑ رہے تھے۔ ابھی تک کوئی کسی کو نیچا نہیں دکھا سکا تھا۔

رینا پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بے بسی سے اُن دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ اُسے اندازہ ہو گیا کہ وہ قوت میں روشی سے زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا خاموش رہنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

اس نے محسوس کیا کہ ڈھمپ اس کے چیف کے جسم پر منڈھے ہوئے لباس کو اتار پھینکنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔!

پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ اُس نے اپنے چیف کو کراہتے ہوئے چاروں شانے چت گرتے دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ وہ دوبارہ اٹھ بیٹھنے کی کوششوں میں بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

"یہی میں نہیں چاہتا تھا مسٹر اے ون....!" ڈھمپ نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "اس داؤ سے ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوتی ہے۔ اب تم خود سے نہیں اٹھ سکو گے۔!"

"عبدل.... عبدل....!" رینا پھر چیخی۔

"عبدل کو بھی بلا دیا جائے گا.. پہلے اپنے چیف سے ملو....!" روشی اُس کا شانہ تھپک کر بولی۔

ڈھمپ اس کا لباس اتارنے کی کوشش کر رہا تھا.... اور نقاب پوش کے حلق سے عجیب سی بے ہنگم آوازیں نکل رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد صرف چہرے کا خول باقی رہ گیا.... وہ چت پڑا کراہے جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس میں ضبط کرنے کی قوت ہی نہ رہ گئی ہو۔!

ڈھمپ رینا کی طرف مڑ کر بولا۔ "اب اپنے چیف کا چہرہ دیکھو....!" پھر اس نے چہرے کا خول بھی اتار پھینکا۔

"فادر.... فرڈی ننڈ....!" رینا کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"ہاں.... فادر نے بہت جلدی میں یہ خول اپنے جسم پر چڑھایا تھا ورنہ یہ ڈاڑھی اس وقت برآمد نہ ہوتی۔!"

پادری نے آنکھیں سختی سے میچ لیں اور ڈھمپ جھک کر اس کی گردن میں کچھ ٹٹولنے لگا۔ دفعتاً

جھڑانے کی آواز آئی اور ڈاڑھی سمیت ایک خول اور اس کے چہرے پر سے اتر گیا۔

"کرسٹوپاؤلس....!" رینا پھر چیخی۔

"تمہارے چیف کے تین روپ....!" ڈھمپ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

رینا کچھ نہ بولی.... اس کا سر بُری طرح چکرایا تھا۔

کرسٹوپاؤلس اسی طرح ہاتھ پیر پٹختے پٹختے دفعتاً بے حس و حرکت ہو گیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ عبدل یہاں موجود ہے۔!" ڈھمپ نے رینا سے پوچھا۔

"ہاں....! فادر نے مجھ سے یہی کہا تھا۔!"

"بکواس کی تھی.... وہ اسے یہاں سرے سے لایا ہی نہیں تھا۔! تمہیں وہاں سے سیدھا کلب لے گیا تھا۔!"

"میں کچھ نہیں چاہتی.... مجھے میرے بھائی واپس دے دو۔!" رینا کسی ننھی سی بچی کی طرح بلبلا اٹھی۔

"عبدل سے نہیں ملو گی۔!"

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں.... لیکن وہ چیخ کس کی تھی....؟"

"وہ چیخ بھی اُسی کی تھی۔ تمہیں باور کرانا چاہتا تھا کہ اس نے فادر کو بے بس کر کے سچویشن اپنے کنٹرول میں کر لی ہے۔ وہ چیف اور فادر کی شخصیتیں بالکل الگ الگ رکھنا چاہتا تھا۔ تم پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ فادر کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو ازراہِ خداترسی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔"

"میرے بھائی.... میں کیا کروں....؟"

"کیا تم اور تمہارے بھائی یہاں ایک غیر قانونی حرکت کے مرتکب نہیں ہو رہے تھے۔!"

رینا کچھ نہ بولی۔

"تمہارے بھائی محفوظ ہیں۔!" ڈھمپ کچھ دیر بعد بولا۔

"کیا یہ مر گیا....؟" روشی نے کرسٹوپاؤلس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں بے ہوش ہے....! ہوش میں آنے کے بعد شاید صحیح الدماغ نہ رہ جائے۔ ریڑھ کی ہڈی کے جرک سے اس کا میڈ بولا بھی متاثر ہوا ہے۔!"

"تم نے ایسا داؤ ہی کیوں آزمایا کہ بیکار ہو جائے۔!"

"مجبوری تھی.... کسی طرح قابو ہی میں نہیں آرہا تھا۔ ایسے طاقتور لوگ کم ہی نظر سے گزرے ہیں۔!"

"میں تو ایک غیر قانونی حرکت کی مرتکب ہوتی رہی ہوں۔!" دفعتاً رینا غصیلی آواز میں بولی۔

"لیکن تم کون سا بڑا نیک کام انجام دیتے رہے ہو.... گندے بلیک میلر....!"

روشی ہنس پڑی.... اور ڈھمپ اُسے گھورنے لگا۔

"آنکھیں نہ دکھاؤ مجھے.... یہ لڑکی مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔!" روشی نے کہا۔

"عبدل کہاں ہے.... مجھے اس سے ملا دو....!" رینا نے مضمحل سی آواز میں کہا۔ وہ سوچ رہی تھی الجھنا بیکار ہے ہو سکتا ہے اس کی عاجزی اس بلیک میلر کو موم کر سکے اور وہ اس کے بھائیوں کو کسی قسم کا گزند پہنچائے بغیر چھوڑ دے۔

"تم اس سے مل کر اب کیا کرو گی۔!"

"فی الحال اس کے علاوہ یہاں اور کوئی میرا ہمدرد نہیں۔ ہو سکتا وہ میرے لئے بھی تمہارے مطالبات پورے کر سکے۔!"

"اے خاموش رہو.... وہ میرا شوہر ہے۔!" روشی ہنس کر بولی۔

"خدا مجھے غارت کرے.... میں یہ کیا کر بیٹھا ہوں۔!" ڈھمپ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا اور رینا اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

روشی ہنستی رہی.... اور ڈھمپ نے رینا سے کہا۔ "تم روشی کے ساتھ محل جاؤ.... عبدل تمہیں وہیں ملے گا۔!"

"کیا اب میرے لئے کوئی اور جال بن رہے ہو۔!"

"نہیں! عبدل سے منہ مانگی قیمت وصول کر کے تمہارے بھائیوں کو رہا کر دوں گا اور کوشش کروں گا کہ تم تینوں صحیح سلامت یہاں سے چلے جاؤ.... کیونکہ تم ایک نیک دل لڑکی ہو۔!"

رینا کچھ نہ بولی۔ روشی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے باہر نکلی تھی اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

اس نے رینا سے کہا۔ "مجھے شدت سے بھوک لگ رہی ہے لہٰذا پہلے ہم کلب ہی چلیں گے۔!"

رینا خاموش رہی.... اس کی دلگرفتگی بڑھتی جا رہی تھی۔ کلب میں روشی نے کچھ کھایا اور اسے زبردستی کافی پلائی۔

پھر وہ اسے محل نما عمارت میں لائی تھی۔ یہاں عبدل موجود تھا اور اُس کے دونوں بھائی بھی تھے۔ ریتا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مم.... میں تمہاری.... شکر گذار ہوں عبدل...." دفعتاً وہ رو پڑی۔ "زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گی۔!"

"محبت نہ کرنے لگنا....!" روشی ہنس کر بولی۔

"بکواس بند کرو!" عبدل نے غصیلے لہجے میں کہا اور روشی اُسے گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اب وہ چاروں خاموش تھے۔

"کیا وہ اسی طرح آزاد رہے گا۔!" ریتا نے عبدل سے پوچھا۔

"پولیس بھی تو ہے اُس کے پیچھے۔! زیادہ دنوں تک آزاد نہیں رہ سکے گا.... تمہارا معاملہ نہ ہوتا تو میں اُسے پولیس کے حوالے کر دیتا۔ اب تم لوگ کچھ دنوں تک یہیں مقیم رہو گے اور میں دیکھوں گا کہ تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔!"

❖

دوسری صبح روشی عبدل سے پوچھ رہی تھی۔

"آخر تم اس پر ظاہر کیوں نہیں کر دیتے کہ عبدل اور ڈھمپ دونوں ایک ہی ہستی کے دو روپ ہیں۔!"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا.... وہ ایک اچھی لڑکی ہے اپنی دانست میں اپنے ملک کی خدمت انجام دے رہی تھی اور پھر میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے اگر میں اس پر یہ ظاہر کر دوں تو اُسے گہرا صدمہ پہنچے گا۔!"

"اُس کے چیف کے تین روپ تھے لیکن تمہارے چار ہیں۔ ڈھمپ، عبدل، عمران، ایکس ٹو ویسے تم حقیقتاً صرف ڈھمپ ہو.... کوئی میرے دل سے پوچھے.... بالکل ڈھمپ۔!"

"سنا ہے، جولیانا فنز واٹر نے صدیقی سے شادی کر لی۔!" عمران بولا۔

"سب اسی طرح شادیاں کر لیں گے اور تم ڈھمپ کے ڈھمپ ہی رہو گے۔"

"میں ڈھمپ ہی بھلا....!" عمران کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"اب یہ عبدل کا خول چہرے سے اتارو.... کب سے تمہاری مسمسی صورت دیکھنے کو ترس

رہی ہوں۔!"

پھر عمران محل سے نکل کر اپنے فلیٹ میں پہنچا تھا.... اور اندر داخل ہونے سے پہلے عبدل المنان کا میک اپ ختم کر دیا تھا۔!

دستک دیتے ہی دروازہ کھلا اور جوزف نے کھوپڑی باہر نکال کر پلکیں جھپکائیں اور پھر مڑ کر اندر دیکھا۔

اب جو عمران کی طرف مڑا تو اس کا منہ پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ دھڑام سے الٹ گیا۔ عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ظفر جو اسی میک اپ میں تھا بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"گھبراؤ نہیں....!" عمران بولا۔ "یہ مجھے بھوت سمجھ کر بیہوش ہو گیا ہے۔! پچھلی رات اس نے کوئی ڈراؤنا خواب بھی دیکھا ہوگا۔!"

دوسری طرف سے سلیمان کی چیخ سنائی دی۔ "ارے باپ رے.... کبھی خود کشی کرتے ہیں اور کبھی دو ہو جاتے ہیں۔!"

"کیوں غل غپاڑا مچا رہا ہے۔!" عمران نے اُسے ڈانٹا۔

"میں تو چلا جناب....! دو کے تاؤ سنبھالنا میرے بس سے باہر ہوگا۔!"

"ابے تو میں کب بولتا ہوں۔!" ظفر نے عمران ہی کے انداز میں کہا۔ "میرا تو گلا بیٹھا ہوا تھا۔!"

"یہی تو میں کہوں کہ مرغ کیوں اڑ رہے ہیں روزانہ....!" سلیمان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ظفر کو دیکھتا ہوا بولا۔

❖

"آپ کو میری تلاش کس لئے تھی....؟" عمران نے بڑے ادب سے رحمان صاحب سے پوچھا۔

"محض یہ معلوم کرنے کے لئے کہ محکمہ خارجہ نے ظفر الملک اور اُس کے ملازم کے جیل سے فرار ہو جانے میں کیوں مدد دی تھی۔!"

"خاندان سے خارج کر دیئے جانے والے کو شائد محکمہ خارجہ کا سربراہ کہتے ہیں۔!" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا اور رحمان صاحب ایک دم بھڑک اٹھے۔

"بیہودگی ختم کرو.... تم کہاں غائب تھے۔!"

"آپ کے لئے بھی کچھ کام کرتا رہا تھا۔ آپ آج کل بہت پریشان ہیں آپ کے محکمے کے راز آپ کے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر آپ میرے ساتھ چل سکیں تو یہ تماشہ بھی دکھا دوں....! آپ کو بھی اس پر تشویش تھی کہ محکمہ خارجہ گڑے مردے کیوں اکھاڑ رہا ہے۔!"

"تم مجھے کیا دکھاؤ گے.... کہاں چلنا ہے۔!"

"آپ کے محکمے کے ایک ڈائریکٹر صاحب کے ہوٹل تک۔!"

"میرے محکمے کے کسی ڈائریکٹر کا کوئی ہوٹل نہیں ہے۔!"

"بیگم صاحبہ کے ہوٹل پر ان کا بھی حق ہے۔!" عمران کے لہجے میں تلخی تھی۔

"کیا وہ وہاں موجود ہوگا۔!"

"میں ایک کیبن وہاں ریزرو کرا چکا ہوں اگر موجود بھی ہوا تو پکڑے جانے سے پہلے آپ کو نہ دیکھ سکے گا۔!"

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے۔ پھر وہ اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے تھے۔ حالات ہی ایسے تھے کہ وہ اس پر مجبور تھے۔ ورنہ یوں کھڑے گھاٹ عمران کے ساتھ کہیں چلے جانا ان کے شایانِ شان نہ تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اُن کے محکمے کے کئی راز باہر چلے گئے تھے اور وہ اس سلسلے میں بے حد پریشان تھے۔!

کیفے چارمنگ کے ایک کیبن میں دونوں داخل ہوئے اور عمران نے پردہ کھینچتے ہوئے گھڑی پر نظر ڈالی اور رحمان صاحب کے مقابل بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک طرف سے پردہ ہٹا کر رحمان صاحب کو ہال میں دیکھنے کا اشارہ کیا۔

"اوہو.... ابو سلیمان....!" وہ آہستہ سے بڑبڑائے۔

آنے والا کاؤنٹر کی طرف گیا تھا اور کاؤنٹر کلرک نے اٹھ کر اُسے تعظیم دی تھی۔ پھر ایک آدمی اور کاؤنٹر کے قریب آ کھڑا ہوا۔ اس کے بغل میں ایک بڑا سا پیکٹ دبا ہوا تھا۔ ابو سلیمان نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے لیا۔

"اٹھیئے....!" عمران نے رحمان صاحب سے کہا اور وہ دونوں کیبن سے نکل آئے۔ ابو سلیمان

کا رخ بھی اسی طرف تھا۔ رحمان صاحب پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا گیا۔ پیکٹ کاؤنٹر پر رکھ کر ان کی پذیرائی کے لئے آگے بڑھا۔ رحمان صاحب خاموش کھڑے اُسے گھورتے رہے پھر خشک لہجے میں بولے۔ "اُس پیکٹ میں کیا ہے۔!"

"اوہ...جی... تصویر... ہے جناب! مونالیزا کی نقل تیار کرائی ہے ایک آرٹسٹ سے۔!"

تصویر لانے والا جا چکا تھا۔

"اس تصویر سمیت میرے ساتھ چلو....!" رحمان صاحب غرائے۔

"کک.... کیوں جناب عالی....؟"

عمران نے جھپٹ کر تصویر کاؤنٹر سے اٹھالی تھی۔ ابو سلیمان کی پیشانی سے پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ حالانکہ آج بھی سردی شدید تھی۔!

آدھے گھنٹے بعد رحمان صاحب کے آفس میں ابو سلیمان کے علاوہ ڈپٹی ڈائریکٹر سعید بھی موجود تھا اور عمران تصویر کا فریم اکھاڑنے میں مشغول تھا فریم کھوکھلا تھا اس کے اندر چاروں طرف شیشے کی نلکیاں تھیں جن میں زرد رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

"یہ ایک نشہ آور سیال ہے اور صرف انہیں لوگوں سے مل سکتا ہے جن سے یہ حاصل کرتے ہیں یہ اس کے اس بُری طرح عادی ہو گئے ہیں کہ اس کے بغیر ایک گھنٹہ بھی نہیں گذار سکتے۔!" عمران نے کہا اور خاموش ہو کر ان دونوں کو گھورنے لگا۔ ان کے چہرے زرد تھے اور وہ خوف زدہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

"ان لوگوں نے انہیں اس کا عادی بنایا اور پھر اچانک سپلائی منقطع کر دی۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "مقصد یہ تھا کہ انہیں یہاں کے راز اُن کے حوالے کر دینے پر مجبور کر دیا جائے۔ انہیں جب بھی کوئی خاص بات معلوم کرنی ہوتی تھی اس شعبے کے آفیسر کی سپلائی روک دیتے تھے اور پھر ایک مخصوص نشان کے ذریعہ کہیں اپنی موجودگی کا اشارہ کر دیتے اور آفیسر صاحب ان کی تلاش میں دوڑے جاتے تھے کیوں سعید صاحب؟ آپ کے لئے کیوپڈ کا نشان الاٹ کیا گیا تھا دو مونہے سانپ کی شکل والی کمان اس کیوپڈ کے ہاتھ میں ہوتی تھی.... اور اس بار وہ آپ سے یہی تو معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ والا کیس دوبارہ کیوں اکھاڑا گیا ہے۔!"

دفعتاً سعید کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی.... وہ بیہوش ہو گیا تھا ابو سلیمان کی حالت بھی

غیر تھی۔ عمران نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا "اب تم ہی بتاؤ گے اب تک کون کون سے راز ان تک پہنچائے ہیں۔!"

"مم.... میں....!" ابو سلیمان ہکلایا۔

"شٹ اپ....!" رحمان صاحب گرجے اور گھنٹی بجانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں وہ سب جمع تھے اور عمران دیر سے اس کیس کی اونچ نیچ پر لیکچر دیتا رہا تھا۔ وہ خاموش ہوا تو صفدر بول پڑا۔

"اب کیا حال ہے کرسٹوپاؤلس کا....!"

"اس کی لاش مردہ خانہ میں پڑی ہوئی ہے۔ گھٹنا ذرا زور سے ریڑھ کی ہڈی پر لگ گیا تھا۔!"

"اس کا بیان....؟" تنویر نے آنکھیں نکال کر سوال کیا۔

"بھئی کوئی اُن کا گلا دبانا تاکہ یہ اس کا بیان لینے کے لئے روانہ ہو سکیں۔!" عمران نے ایسے مضحکانہ انداز میں کہا کہ سب ہنس پڑے۔

تنویر اٹھ کر چلا گیا۔ عمران اس کے پیچھے ہانک ہی لگاتا رہ گیا تھا۔ "ارے میاں وہ شادی کا ڈھونگ تھا۔ صدیقی بیچارہ اس وقت بھی عدیم المثال ہے۔!"

"بکو مت....!" جولیا جھلا کر غرائی۔

دفعتاً عمران سنجیدگی اختیار کرتا ہوا بولا۔ "یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کرسٹوپاؤلس کمیاب قسم کی نشہ آور اشیاء کے ذریعہ اعلیٰ عہدیداروں کو اپنا غلام بناتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں اُس کی موجودگی کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ اس کے لئے کام کرنے والے زیادہ تر ایک دوسرے سے واقف نہیں تھے۔ وہ پادری فرڈی ننڈ کی حیثیت سے قانونی طور پر ہمارے ملک میں بھی اس کی واپسی کا سرکاری طور پر اندراج ہونا چاہئے۔!"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔!" صفدر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"قطعی ممکن ہے۔! ریٹا اور اس کا ایک بھائی کل ہی یہاں سے روانہ ہوں گے۔! اس کا وہ بھائی پادری فرڈی ننڈ کے میک اپ میں ہوگا اور اسی کے پاسپورٹ پر سفر کرے گا۔ دوسرا بھائی پھر کسی موقع پر نکال دیا جائے گا۔ اس بات پر میں تمہاری آنکھوں میں تمسخر دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ ان

لوگوں کو اس پر آمادہ کر لینا بے حد مشکل کام تھا۔ میں نے اسی شرط پر اُن کی گلو خلاصی منظور کی ہے کہ انہیں اس اسکیم پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ وہ اس پر تیار ہیں کرسٹوپاؤلس کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں چھان بین کی جا رہی ہے اُن میں سے جتنے بھی غیر قانونی ذرائع سے ملک میں داخل ہوئے ہیں چپ چاپ موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ دوست کہہ کر ہمیں گلے لگانے والوں کے ساتھ اس کے علاوہ اور کیا برتاؤ کیا جا سکتا ہے۔!"

"اس پر گولی کیوں نہیں اثر کرتی تھی....اور جیمسن نے اُسے اڑتے دیکھا تھا۔!" دفعتاً نعمانی بولا۔ "کیا اُسے جیمسن کا وہم سمجھا جائے۔!"

"وہ سیال سبز مادہ....! تجزیئے کے لئے ڈاکٹر داور کی لیبارٹری میں بھجوایا گیا تھا۔" عمران نے سر کھجا کر کہا۔ "رپورٹ آگئی ہے اتنا وقت نہیں ہے کہ اس کے بعض اجزاء کے کیمیائی عمل کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی جا سکے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ گولی اس سے گذر کر کھال میں نہیں پیوست ہو سکتی۔ لباس کی اوپری سطح ضرور پھٹ جاتی تھی لیکن جیسے ہی گولی اس سیال مادے سے مس ہوتی تھی فوری طور پر اس کا دباؤ صفر ہو کر رہ جاتا تھا۔ رہ گئی اڑان کی بات تو وہ مشین بھی میرے ہاتھ آگئی ہے۔ کوئی نئی چیز نہیں۔ کئی ترقی یافتہ ممالک کی ہوائی فوج اسے استعمال کر رہی ہے۔ پیراٹروپرس اُسے بھی جسم سے باندھے رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے دیکھا کہ پیراشوٹ کی ڈوریاں اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں یہ مشین بہت ہی مختصر اڑان کے لئے کار آمد ہوتی ہے۔ بس اتنی ہی کہ وہ جولیا کی کھڑکی سے چھلانگ لگاتے ہی اس مشین کو چلادے اور خود فٹ پاتھ پر گرنے کی بجائے قریبی مکان کی چھت پر پہنچ جائے۔!"

اس کے بعد کسی نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔

یہاں سے اٹھ کر عمران جیمسن کی عیادت کے لئے گیا۔ وہ بستر پر چت پڑا ہوا تھا۔ عمران کو دیکھ کر خالص کلاسیکی انداز میں کراہنے لگا۔ "آہ! چرخ کجر فتار کو میری صحت ایک آنکھ نہ بھائی! تقدیر نے حادثات سے چغلی کھائی اور اس بھوت کے آگے کچھ نہ بن آئی۔

"میں تمہارے لئے توبتہ النصوح لایا ہوں۔!" عمران آبدیدہ ہو کر بولا۔

"شکریہ.... شکریہ.... جناب.... پڑھنے کو کچھ بھی نہیں رہا۔!"

"یہ لو....! لیکن خیال رہے کہ دس پیسے یومیہ کے حساب سے اس کا کرایہ جائے گا۔!"

"تو کیا یہاں کتابیں کرائے پر بھی ملتی ہیں۔!"

"قدم قدم پر.... ہر گلی کے موڑ پر.... تمہیں کسی نہ کسی لائبریری کا بورڈ ضرور نظر آئے گا۔ بہر حال آج ہی ختم کرلی تو دس پیسوں ہی پر ٹل جائے گی۔!"

"یہ تو بڑا اچھا بزنس ہے.... اب میں غالب کمربند والی اسکیم ڈراپ کردوں گا۔ خوب! کرائے کی لائبریری.... ونڈر فل۔!"

عمران کے استفسار پر وہ اُسے غالب کمربند کے بارے میں بتانے لگا۔

"گھبراؤ نہیں.... تمہیں بھی پالوں گا۔!" عمران سر ہلا کر بولا تھا۔

ایئرپورٹ پر رینا کی روانگی کا منظر متاثر کن تھا۔

اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پاس ہی جرمی ڈکسن پادری فرڈی ننڈ کے روپ میں کھڑا ہوا تھا۔

دفعتاً وہ پرنس عبدالمنان سے بولی۔ "تم فرشتے ہو.... بے غرض نیکی کرنے والے.... زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گی۔ اس بات کی خوشی ہے کہ روشی ایک دم بدل گئی اس نے میری دلجوئی کی ہے۔ میں اس کا احسان بھی کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم دونوں بہت یاد آؤ گے۔ کبھی تم دونوں میرے ملک میں بھی آؤ۔ حالانکہ ہم لوگ مالدار نہیں ہیں پھر بھی تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔!"

"ہم ضرور آئیں گے....!" عبدالمنان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "جیری کی طرف سے تم بالکل مطمئن رہنا.... اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی اور بہت جلد بحفاظت تم تک پہنچ جائے گا۔!"

رینا کی آنکھیں بھر آئی تھیں اور وہ انہیں پھیلا پھیلا کر آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔!

﴿ختم شد﴾